بسم اللہ الرحمن الرحیم　　ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلاً　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پھر ہم نے شمس کو اس پر دلیل ٹھہرایا

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

وہ (عورتیں) تمہارے لئے لباس ہیں اور تم اُن کے لئے لباس ہو (رکوع آیت ۱۸۷)

اسلامی مساوات

بین

المسلمین و المسلمات

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تمام باتوں میں مساوی حقوق دیئے گئے ہیں سوائے اُن طبعی اُمور کے جن میں قدرت نے خود ہی اختلاف رکھا ہے

مرتبہ

شمس الدین مجاہد اسلام

باہتمام بابو ضمیر احمد خاں صاحب غوری

ریگل آرٹ الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں طبع ہوا ۱۹۴۰

اور شمس الدین پبلشر نے مصری شاہ۔ لاہور سے شائع کیا۔

بار اول طبع ایک ہزار

قیمت ایک روپیہ (عہ)

تتمّہ

صفحہ ۱۹ کے آخر پر ذیل کی عبارت کو اور بڑھا دیجئے:۔

علاوہ قرآن کریم کے حدیث سے بھی ایک عورت کا گواہی دینا ثابت ہوتا ہے۔ جب اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر پانچویں ہجری میں بہتان باندھا گیا تھا۔ تو اس وقت حضرت علی علیہ السلام کی رائے پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی بریرہ سے اُن کے متعلق شہادت طلب کی اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے۔ وَاَمَّا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَمْ یُضَیِّقِ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَالنِّسَآءُ سِوَاھَا کَثِیْرٌ وَّسَلِ الْجَارِیَۃَ تَصْدُقْکَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَرِیْرَۃَ فَقَالَ یَا بَرِیْرَۃُ ھَلْ رَاَیْتِ فِیْھَا شَیْئًا یُّرِیْبُکِ فَقَالَتْ بَرِیْرَۃُ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ اِنْ رَاَیْتُ مِنْھَا اَمْرًا اَغْمِصُہٗ عَلَیْھَا اَکْثَرَ مِنْ اَنَّھَا جَارِیَۃٌ حَدِیْثَۃُ السِّنِّ تَنَامُ عَنِ الْعَجِیْنِ فَتَاْتِی الدَّاجِنُ فَتَاْکُلُہٗ " اور علی ابن ابی طالب نے کہا یا رسول اللہ اللہ نے آپ کو تنگی میں نہیں رکھا اور ان کے سوا اور عورتیں بہت ہیں۔ ہاں لونڈی سے دریافت فرمایئں وہ آپ سے سچ عرض کرے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلوایا۔ فرمایا اے بریرہ کیا تو نے عائشہ میں ایسی بات دیکھی جس سے تجھے شبہ ہو۔ بریرہ نے عرض کیا نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے ان سے کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جسے میں عیب سمجھوں سوائے اس کے کہ وہ نو عمر لڑکی ہیں آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور گھر کی بکری آکر اُسے کھا جاتی ہے" (صحیح بخاری) اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایک آزاد عورت تو درکنار لونڈی کی گواہی کو بھی اتنا ہی وزن دیا گیا ہے۔ جتنا کہ ایک مرد کی گواہی کو۔ اب یہ کہنا کہ ایک عورت کی گواہی ہو نہیں سکتی قطعاً قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

فہرست مضامین ۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
ا	عرضِ حال	۱
ب	تمہید	۳
ج	مساوات کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ	۱۰
۱	پیدائشی مساوات	۳۵
۲	ایمانی مساوات	۳۹
۳	وضو۔ غسل۔ تیمم اور صفائی میں مساوات	۳۹
۴	سمت قبلہ میں مساوات	۴۱
۵	مسجدوں کو جانے اور نماز پڑھنے میں مساوات	۴۱
۶	روزہ رکھنے میں مساوات	۴۸
۷	حج کرنے میں مساوات	۴۹
۸	زکوٰۃ دینے میں مساوات	۵۲
۹	گھر سے باہر کام کاج کرنے میں مساوات	۵۵
۱۰	علم کے حاصل کرنے میں مساوات	۶۱
۱۱	حکومت میں مساوات	۶۶
۱۲	جنگ و جہاد کرنے میں مساوات	۷۲
۱۳	شہادت میں مساوات	۷۹
۱۴	مباہلہ میں مساوات	۸۰
۱۵	ہجرت کرنے میں مساوات	۸۱
۱۶	بیعت کرنے میں مساوات	۸۳

۱۷	اشاعت اسلام میں مساوات	۸۴
۱۸	خدائی آزمائش میں مساوات	۸۶
۱۹	باہمی امداد میں مساوات	۸۸
۲۰	عصمت میں مساوات	۹۱
۲۱	نکاح میں رضامندی کی مساوات	۹۶
۲۲	طلاق میں طرفین کی مساوات	۱۰۷
۲۳	بیوہ مرد اور عورت کے نکاح میں مساوات	۱۱۵
۲۴	قانونِ سزا میں مساوات	۱۱۶
۲۵	ماپ تول میں مساوات	۱۱۷
۲۶	کھیتی باڑی کا کام کرنے میں مساوات	۱۱۸
۲۷	پارلیمنٹ۔ کونسل اور جلسوں میں جانے کی مساوات	۱۲۰
۲۸	پردہ میں مساوات	۱۲۰
۲۹	عقل سے کام لینے میں مساوات	۱۲۶
۳۰	قرآن مجید کی اتباع میں مساوات	۱۲۸
۳۱	اللہ اور رسول کی اطاعت میں مساوات	۱۳۰
۳۲	دعا اور سلام کرنے میں مساوات	۱۳۱
۳۳	مہمان نوازی کرنے میں مساوات	۱۳۳
۳۴	مل کر کھانا کھانے میں مساوات	۱۳۴
۳۵	زیب و زینت کر کے باہر جانے میں مساوات	۱۳۵
۳۶	کھیلنے اور دل بہلانے میں مساوات	۱۳۷

نوٹ:۔ اس کتاب میں قرآن پاک سے جو حوالے دیئے گئے ہیں اُن کے پہلے ہندسہ سے مراد نمبر سورۃ اور دوسرے ہندسہ سے نمبر آیات ہیں۔

عرضِ حال

ہندوستان۔سیلون۔برما۔ملایا۔چین۔مصر۔انگلینڈ۔مغربی۔جنوبی۔مشرقی افریقہ۔زنجبار۔ماریشس اور دیگر مختلف ممالک کی بیس سالہ سیر و سیاحت کے بعد خاکسار اس نتیجہ پر پہنچا ہے۔کہ مسلمانوں کے تنزل کے بہت سے اسباب ہیں۔جن میں سے ایک سبب یہ بھی ہے۔کہ عام طور پر اہل اسلام اپنی عورتوں کے مساوی حقوق سے نہ صرف ناآشنا ہیں۔بلکہ اس کے مخالف ہیں۔بلاشبہ مساواتِ حقوق کا نہ دینا ایک بڑی بے انصافی ہے۔جو کہ مسلم خواتین کے حق میں عرصہ دراز سے مسلمانوں نے جائز سمجھ رکھی ہے جس کا انجام یہ ہوا کہ اس ناجائز دباؤ میں رہنے کا عادی ہو جانے کی وجہ سے اب مسلم خواتین میں اتنی بھی ہمت نہ رہی کہ مساوی حقوق کا لینا تو درکنار اس کے متعلق کوئی آواز ہی نکال سکیں۔سچ ہے کہ غلامی میں رہنے کے باعث آزادی کی روح مر جاتی ہے۔بھلا جب مسلم خواتین میں اتنی بھی آزادی کی سپرٹ نہ ہو۔کہ اپنی قوم سے اپنے مساوی حقوق حاصل کر سکیں۔تو پھر ان کی اولاد میں یہ طاقت کیونکر پیدا ہو۔کہ غیر قوموں کے ہاتھوں سے اپنے مساوی حقوق لے سکیں۔حقیقتاً اہل یورپ مساوات کے اتنے مخالف نہیں ہیں۔جتنا کہ اہل اسلام۔بندہ کو بھی یورپ جانے کا اتفاق ہوا۔انگلینڈ میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد معلوم ہوا۔کہ یورپ میں تو مساوات کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔کہ یاالٰہی ایسی مساوات ان لوگوں کو کہاں سے معلوم ہو گئی۔مقدس بائیبل میں تو کہیں نظر نہیں آتی۔وہاں کے حالات پر غور کرنے کے بعد مجھے اس بات کی تحقیقات کرنے کا خیال پیدا ہوا۔کہ آیا اسلام نے بھی مردوں اور عورتوں کے حقوق میں کسی قسم کی مساوات دی ہے یا نہیں۔اس غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے قرآن کریم اور حدیث شریف کی ورق گردانی شروع کر دی جس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں تو اس قدر مساوات دی گئی ہے۔جو کہ دنیا بھر کی کسی مذہبی کتاب میں نہیں ملتی۔مگر افسوس اہل اسلام ہی اسے دینے کا نام نہیں لیتے۔دراصل مسلم خواتین کو مساوی حقوق نہ دیے جانے

کا باعث وہ مذہبی رہنما اور لیڈران قوم ہیں۔ جنہوں نے جان بوجھ کر لوگوں کو مساوات کے نام سے ہی بے بہرہ کر رکھا ہے۔ تاکہ مسلم خواتین موجودہ رسمی پردہ کی قید سے آزاد نہ ہونے پائیں۔ اور مردوں سے ایسی ہی دب کر رہیں جیسی کہ گذشتہ صدیوں سے چلی آ رہی ہیں۔

اب اس کتاب کے لکھنے کی ایک غرض تو یہ ہے۔ کہ مذہبی اور قومی لیڈروں پر اس بات کو روشن کر دیا جائے۔ کہ جب اللہ اور اس کے رسول نے مردوں اور عورتوں کے حقوق میں مساوات دے رکھی ہے۔ تو پھر آپ کا اس سے روکنا کوئی عقلمندی نہیں بلکہ جہالت ہے۔ دوسری غرض یہ ہے۔ کہ مسلم خواتین پر اس امر کو واضح کر دیا جائے۔ کہ جب اللہ اور اس کے رسول نے آپ کو مساوی حقوق دے رکھے ہیں۔ تو پھر اپنے حقوق کو خود اپنے ہاتھوں میں نہ لینا گویا مردوں سے دب کر رہنا ہے۔ جو کہ سراسر کمزوری بزدلی اور کم عقلی کا نشان ہے۔ بلاشبہ مروّجہ رسمی پردہ عورتوں کے مساوی حقوق میں ایک سدّ راہ ہے جو کہ مردوں نے بطور ایک ہیگنٹ لائن کے بنا رکھا ہے۔ جب تک یہ رکاوٹ دور نہ کر دی جائے گی مسلم خواتین مساوی حقوق کے حاصل کرنے میں ہرگز کامیاب نہ ہوں گی۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ رسمی پردے کا اٹھایا جانا بطور ایک دروازہ کھلنے کے ہے۔ جس کے ذریعے مسلم خواتین مساوی حقوق کے اندر داخل ہو سکتی ہیں۔

تعجب تو اس امر کا ہے۔ کہ اہل یورپ نے اپنی عورتوں کو اپنی عقل سے ہی سوچ سمجھ کر ایسی مساوات دے دی ہے۔ جس کا ان کی مذہبی کتب میں کہیں نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔ مگر افسوس اہل اسلام اپنی عورتوں کو ایسی مساوات بھی دینے کا نام نہیں لیتے۔ جس کا ان کی مذہبی کتب میں جا بجا ذکر کیا گیا ہے غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ جب مرد اپنی عورتوں کو صرف باہر کھلے چہرے جانے کی مساوات جس پر ان کا خرچ بھی کچھ نہیں ہوتا نہیں دیتے تو پھر وہ مساوی حقوق جن پر کچھ خرچ بھی ہو کیونکر دیں۔ کیا یہ مردوں کی بے انصافی اور عورتوں کی کمزوری کی ایک بیّن دلیل نہیں؟ دراصل مرد عورتوں کی کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور رسمی پردہ کی غرض بھی یہی ہے۔ تاکہ عورتیں تعلیم یافتہ ہو کر اپنے مساوی حقوق سے آگاہ نہ ہونے پائیں۔

شمس الدین مجاہد اسلام۔ لندن ۱۹۳۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تمہید

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ (ر ۵۷ آیت ۲۵)

یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا۔ اور ان کے ساتھ کتاب اور مساوات اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔ اور ہم نے لوہا اتارا اس میں لڑائی کا سخت سامان ہے۔ اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں۔ اور تاکہ اللہ جان لے۔ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غیب میں مدد کرتا ہے۔ اللہ قوت والا غالب ہے۔ الحدید۔ آیت ۲۵

مذکورہ بالا آیت سے یہ امر واقعہ بالکل ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو زبردست دلیلوں یا نشانیوں کے ساتھ دنیا میں مبعوث کیا ہے۔ اور ان کے ساتھ آسمانی کتابیں اور بنی نوع انسان کی مساوات کا پیغام دنیا والوں کے لئے بھیجا ہے۔ اگر ہم ان کی تبلیغِ مساوات مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں مانتے ہیں۔ پھر اس انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ کہ آسمانی صحیفے اور قوانین دونوں کے لئے مساوی نہ سمجھے جائیں۔ کیا یہ مضحکہ نہ ہوگا۔ کہ تمام مرد تو حقوق بشریت میں مساوی رہیں۔ اور عورت بے چاری کو ان سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ اب اگر مردوں اور عورتوں میں مساوات نہ مانی جائے۔ تو نعوذ باللہ خدا کا مذکورہ بالا قول حقیقی تعلیم مساوات کے برعکس ٹھہرتا ہے۔ اسلامی مساوات کے یہ معنی ہیں۔ کہ احکام الٰہی کے منصفانہ اور مساویانہ حکم کے ماتحت مرد اور عورت اپنی اپنی استعداد۔ صلاحیت اور دنیاوی حالات اور میلان طبع کے مطابق زندگی کے ہر شعبہ عمل میں حصہ لیں۔ مثلاً اگر مرد بادشاہ۔ وزیر۔ گورنر۔ جرنیل۔ کرنیل۔ ڈاکٹر۔ حکیم۔ صوفی۔ حاجی۔ ولی مبلغ۔ بیرسٹر۔ وکیل۔ پروفیسر۔ مجسٹریٹ۔ انسپکٹر اور کلرک وغیرہ بن سکتے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔ تو عورتیں ان

فرائض کی صلاحیت کیوں نہیں رکھتیں۔ اور یہ شرف کیوں نہ حاصل کریں۔ جبکہ سوچنے۔ سمجھنے اور کام کرنے کے لئے فطرتاً عورتوں کے اعضا میں بھی وہی قوتیں پنہاں ہیں۔ جو کہ مردوں میں ہیں۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ مرد اور عورت ہوائی جہاز کے دو پروں کی طرح ہیں۔ جس جہاز کے دونوں پر برابر نہ ہوں۔ یا دونوں برابر کام نہ کریں۔ وہ جہاز کبھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح جس قوم کی عورتیں حقوق مساوات سے محروم ہوں۔ وہ قوم ہرگز ترقی نہیں کر سکتی۔ گویا مساوات قومی ترقی کا پہلا زینہ ہے۔ دیکھو جن قوموں کی عورتوں کو بیرونی کاروبار اور میدان عمل میں مساوات حاصل ہے۔ وہ ترقی کے معراج پر گامزن ہیں۔ اور جن قوموں کی عورتیں مساوات کی نام لیوا نہیں۔ وہی چاہ ذلت اور ادبار میں گری ہوئی ہیں۔ بھلا جس قوم کی عورتیں قید کی حالت میں رہ کر تعلیمی۔ اخلاقی۔ مذہبی اور قومی کاموں میں کوئی حصہ نہ لے سکیں۔ وہ قوم کیونکر خطرناک بیماریوں میں مبتلا نہ ہو۔ ایسی مردہ قوم پر یقیناً مہلک فالج گرا ہوا ہے۔ جس کا بہتر نصف حصہ یعنی عورتیں بے کار ہو چکی ہیں۔ واللہ تعجب تو اس بات کا ہے۔ کہ غیر قوموں نے اپنے مردوں اور عورتوں کو ایسی مساوات بخش دی ہے۔ جو کہ ان کی مقدس کتابوں میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ مگر ہم مسلمان اپنی عورتوں کو ایسی مساوات بھی دینے کے منکر ہیں۔ جو کہ قرآن مجید اور احادیث شریف سے جا بجا ثابت ہے جب خدائے کریم نے مردوں اور عورتوں کو ایک ہی جنس اور ایک ہی عنصر اور طریقہ آفرینش کے مطابق ایک ہی طور پر پیدا کیا ہے۔ اور دونوں میں روح بھی ایک ہی قسم کی ہے۔ تو پھر عقل کیونکر گوارا کر سکتی ہے۔ کہ ان میں علمی۔ دماغی۔ روحانی اور اخلاقی مساوات نہ ہو۔ جس قدر مردوں اور عورتوں کے اعضا کی بناوٹ اور تناسب میں مساوات ہے۔ یقیناً اتنی ہی ان میں صفاتی۔ اخلاقی اور ذہنی مساوات ہے۔ یا بالفاظ دیگر یوں سمجھئے۔ کہ جس قدر اعضا میں فرق ہے۔ اتنا ہی ان کے لئے مسئلہ مساوات میں فرق ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ یہ فرق کسی کو ادنیٰ اور اعلیٰ نہیں بنا سکتا۔ البتہ علمی۔ عقلی۔ دماغی اور اخلاقی برتری انسانی افراد کو ممتاز بناتی ہے۔ اور اس میں خواہ مرد ہوں یا عورتیں دونوں شامل ہیں۔ ذرا سوچئے کہ اتنے عرصے تک اگر مسلم خواتین لاعلمی یا مرد کی شخصیت و استبداد کی وجہ سے مردوں سے دبی رہی ہیں۔ تو کیا آج بھی یہ ضروری ہے۔ کہ اب بھی اپاہج۔ نکمی اور ناکارہ بن کر دبی رہیں۔ حقیقتاً خدا نے ان کو اکثر باتوں میں مساوات

دی ہے۔ بلکہ بعض باتوں میں ان کو فضیلت بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ کہ بہشت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اب یہ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ جنت باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ حضرات ایک مسلمان کا صحیح عقیدہ یہ ہونا چاہئے۔ کہ مرد اور عورت اسلام کی نظر میں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ اور سنئے۔ کیا اکثر مسلمان اپنی عورتوں کے حسن اور زیبائش کو رسمی پردہ میں تباہ اور برباد کر کے غیر مسلم عورتوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نہیں دیکھتے ؟ بے شک دیکھتے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ اپنے اس فعل کے ماتحت اللہ اور رسول کی عطا کردہ مساوات کو مصنوعی غیرت اور جاہلانہ رسموں کے اثرات سے خود مٹاتے ہیں۔ اور غیر قوموں کی مساوات پر رشک کی نگاہیں ڈالتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ یہ بے وجہ کا اخلاقی یا غیر اخلاقی رشک کیوں ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ بھی اپنی عورتوں کو اسلامی مساوات سے مالا مال کر دیں۔ میرا خیال ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ مسلمان عورتوں کو ابھی تک اس حقیقت کا علم نہیں۔ کہ اسلام نے مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق دئے ہیں یا نہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے سامنے اسلامی تعلیم کے وہ پہلو پیش کئے جاتے ہیں جن میں برتری صرف مردوں کو حاصل رہے۔ اور مسلمان بزعم خود انصاف پر قائم رہیں۔ اور مسلم خواتین کو مساوی حقوق کے دینے سے انکار کرتے رہیں۔ یہ تسلیم کہ چند مخصوص باتوں مثلاً حمل اور ایام زچگی وغیرہ میں قدرتی مساوات نہیں۔ مگر ایک دو سبب کی بنا پر بیسیوں باتوں کی مساوات سے اس طبقہ کو محروم رکھنا نہ صرف آسمانی آیات کو پس پشت ڈالنا ہے۔ بلکہ عورتوں کے ساتھ صریحاً ظلم کرنا ہے۔ اور ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ " اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ یا اس کی باتوں کو جھٹلائے۔ ظالم کامیاب نہ ہوں گے۔" (۶ آیت ۲۱) پھر مذہبی حیثیت سے بھی مساوات نہ دینے والوں کا صرف ان آیات کو جن میں عورتوں کو مساوات دی گئی ہے چھپا کر رکھنا اپنے آپ کو ذیل کی آیت کا مصداق بنانا ہے۔ مَنْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِہٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّھُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَہٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَھَا وَتُخْفُوْنَ کَثِیْرًا ج کہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لایا تھا۔ لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی مگر تم اس کو ورق ورق کرتے ہو۔ اور اس کے صرف ایک حصہ کو ظاہر کرتے ہو اور بہت سا

چھپا لیتے ہو۔ ۶-۹۲۰ -برادران اسلام سے یہ درخواست نہیں۔ کہ ہر ایک بات میں عورتوں کو مساوی حقوق دیں۔ بلکہ صرف اس قدر گذارش ہے۔ کہ جن باتوں میں مرد کو فضیلت ہے۔ صرف ان میں وہ اپنی برتری کو قائم رکھیں۔ اور اپنے شریک زندگی کے مساوی حقوق کو غصب نہ کریں۔ کیونکہ بے انصافی کا مرتکب ہونا غضب الٰہی کا مستوجب ہوتا ہے۔

گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے۔ کہ ان کی ذہنیت بھی ایسی الٹ گئی ہے۔ کہ جو بات عقل کی ہو۔ وہ بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا زوال شدہ قوم کی یہ نشانی نہیں ہے؟ مثلاً ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے۔ کہ فرنچائز کمیٹی نے تمام ہندوستان کا دورہ کر کے پارلیمنٹ میں اس بات کی سفارش کی کہ عورتوں کو ووٹ دینے کا مساوی حق دیا جائے جس کی تمام غیر قوموں نے بھی تائید کی تھی۔ مگر اکثر مسلمان ہی اس کے خلاف رہے۔ دراصل مسلمانوں کو پالٹکس میں بھی حصہ لینا نہیں آتا۔ نام تو احرار اسلام رکھتے ہیں۔ مگر اپنی عورتوں کو وہ آزادی بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جو اسلام نے ان کو بخشی ہے۔ مبالغہ کے ساتھ یوں فیصلہ کیجئے۔ کہ غلام عورتوں کے بطن سے احرار اسلام کیونکر پیدا ہوں۔ ان کے بچے تو پیدائشی ہی غلام ہونے چاہئیں "برعکس نہند نام زنگی کافور"۔ دوستو جو قوم اپنی عورتوں کو اتنی بھی آزادی نہ دے۔ کہ مسجدوں میں آکر باجماعت نماز ادا کر سکیں۔ یا قومی کشمکش میں کوئی حصہ لے سکیں۔ اس کو پالٹکس اور حریت اسلام سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔ ایسی قوم تو یقیناً اتنا بھی نہیں جانتی۔ کہ عورتیں بھی قوم کا ایک زبردست جزو ہیں۔ اور ان کو بھی قومی۔ تمدنی۔ سیاسی۔ مذہبی اور تعلیمی کاموں میں برابر کا حصہ لینا چاہئے۔ لطف کی بات تو یہ ہے۔ کہ اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے پر تو اتنا زور دیا ہے۔ کہ باید و شاید۔ حتیٰ کہ آقا سے گناہ اور قصور سرزد ہونے پر اس قسم کی سزائیں مقرر کر دیں۔ کہ غلام حلقہ غلامی سے خود بخود آزاد ہو جائے۔ تاکہ دنیا میں کوئی فرد کسی کا غلام ہو کر نہ رہے۔ مگر افسوس کہ ایسی پاک تعلیم کے باوجود اکثر مسلمانوں نے غلاموں کی آزادی سے برطرف ہو کر اپنی عورتوں کو ہی غلام بنالیا ہے۔ خدا معلوم اب اَلْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ آزاد مسلم خواتین (النساء ۲۵) اس غلامی کے طوق کو کیسے برداشت کر رہی ہیں۔ جو کہ شرف انسانی کے بالکل خلاف ہے۔ خدارا دنیا پر اک نظر ڈالئے۔ اور دیکھئے شکنتا دیوی۔ کملا دیوی۔ سروجنی نائیڈو اور مسز گاندھی تو آزاد ہو کر میدان

عمل میں سرگرم ہیں۔ اور بہت سی ہونے والی ہیں۔ مگر خیرالنسا اور قمرالنساء وغیرہ رسمی پردہ کی قید میں بیٹھی ہوئی غلاموں کی بزدلانہ طبیعت کے ساتھ احوال دنیا کو جھانک جھانک کر بھی نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کا انجام جو ہونا ہے وہ ابھی سے ظاہر ہے "اب پچھتائے کیا ہو جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ رسمی پردہ کی سخت گیری اور متعصبانہ اثرات سے مسلمانوں کا دماغ اس قدر ماؤف ہو چکا ہے۔ کہ عاقبت بینی اور دوراندیشی کا مادہ ہی نہیں رہا۔ یہی سطحی باتیں ہمسایہ قوموں کو پچاس سال پہلے سے سوجھ گئیں۔ مگر ان کو پچاس سال کے بعد بھی نہیں سوجھتیں اور نہ سوجھتی نظر آتی ہیں۔ موجودہ رسمی پردہ کے باعث مسلم خواتین کا قرآن مجید کے بہت سے احکام پر جو کہ ان کی فلاح اور ترقی کی خاطر صدیوں پہلے نازل ہوئے تھے عمل کرنا ناممکن ہے۔ مثلاً خلع کا کرنا۔ باجماعت نماز پڑھنا۔ یہ قوم کی بدنصیبی ہے۔ کہ ایسی اہم قومی اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ اگرچہ خلع بل پاس ہو چکا ہے۔ مگر پھر بھی مسلم خواتین رسمی پردہ کے باعث اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتیں اب مسلم خواتین کو بھی ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے۔ کہ وہ رسمی پردہ کی زنجیروں میں کب تک جکڑی رہیں گی۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی عطا کردہ مساوات سے کس حد تک محروم رہیں گی حقیقت یہ ہے۔ کہ مردوں نے نسلاً بعد نسلاً مسلم خواتین کو اسلامی آزادی اور مساوات سے جبراً محروم کر رکھا ہے اور اب وہ اس حکومت و انانیت کو خوشی سے دینا بھی نہیں چاہتے۔ کیونکہ گھر کے غلاموں کو آزاد کرنا گویا ایک زبردست ایثار کرنا ہے۔ جو کہ ہرگز آسان نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید خود ناطق ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ۔ "اور تجھے کیا خبر کہ اونچی گھاٹی کیا ہے۔ کسی غلام کا آزاد کرنا"۔ ۹۰ آیت ۱۲، ۱۳۔ ہماری عورتوں کو سمجھنا چاہئے۔ کہ فرعون نے بھی بنی اسرائیل کو خوشی سے آزادی نہیں دی تھی۔ اور عرب میں بھی اسلام نے عورتوں کے حقوق آسانی سے نہیں منوائے تھے۔ غرضیکہ مسلم خواتین کو اگر اپنی زندگی کو زندگی بنانا ہے۔ تو اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے سخت سے سخت جدوجہد کرنا چاہئے۔ جب تک وہ خود اپنی آزادی اور مساوات کو زبردستی حاصل نہ کریں گی۔ ان کو یہ نعمت نصیب نہ ہو گی۔ قرآن مجید نے مسئلہ مساوات کے ساتھ ساتھ لوہا اتارنے کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس میں اشارہ اس طرف ہے۔ کہ جن افراد کے حقوق زبردستی دبا لئے جائیں۔ وہ قوم ان کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ وہ شدت اور سختی کے ساتھ

مطالبہ یا جنگ نہ کرے۔ اس کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق نہ چھینیں۔ ورنہ مساوات اور لوہے کے اتارنے اور اس کے استفادہ میں کوئی تعلق نہیں۔ علاوہ ازیں اسی آیت میں یہ بھی بتلایا گیا ہے " اور تا کہ اللہ جان لے کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غیب میں مدد کرتا ہے"۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ جو شخص لوگوں کے جائز حقوق قلم۔ تلوار یا زبان کی مدد سے مستحق انسانوں کو دلانے کی سعی کرتا ہے۔ وہی اللہ اور اس کے رسول کے دین کا مددگار اور مجدد ہے ورنہ ان الفاظ کا مساوات اور لوہے کے ساتھ ساتھ اتارنے میں کوئی ربط نہیں۔ اگر یورپ کی عورتیں نہیں تو ان کے دل و دماغ ضرور قابل عزت ہیں۔ کہ وہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے کیسی کیسی قربانیاں کرتی ہیں حتیٰ کہ اپنی جان تک دے دیتی ہیں۔ بلاشبہ قرآن مجید کی اس تعلیم پر وہ ضرور عامل ہیں مگر مسلم خواتین رسمی پردہ کی شکار ہو کر اتنی بے حس اور نکمی بن چکی ہیں۔ کہ ان سے مساوی حقوق کے حصول کے لئے بھی جدوجہد تو درکنار مطالبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس اخلاقی جرأت کے مٹ جانے کا سبب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ یہ بے چاریاں اتنے عرصہ سے قید میں رہنے کی وجہ سے آزادی اور مساوات کے احساس کو بھی کھو چکی ہیں۔ مسلم خواتین کا یہ کہنا کہ مرد ہمارے حقوق نہیں دیتے۔ اس زمانہ میں ہرگز درست نہیں۔ مذہب تلوار کے اثرات سے بری ہو چکا ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے ان کو ۱۳۰۰ برس پہلے وہ حقوق بخش دئے ہیں۔ جو ان کو ملنے چاہئیں۔ پھر استبداد اور ظلم کی آہنی زنجیر کو اتار کر نہ پھینک دینا کیا معنی۔ کسوٹی جب خود ہی خراب اور بے کار ہونا گوارا کرے پھر سونے پر خرابی کا الزام قطعاً نازیبا ہے۔ جب آپ خود اپنے حقوق لینے کے لئے تیار نہیں۔ تو خود بخود کیسے مل جائیں۔ دنیا تو عالم اسباب ہے۔ جب آپ میں طلب حقوق کا مادہ مشتعل ہو گا۔ اس وقت نہ صرف اللہ بلکہ اس کے بہت سے انصاف پسند بندے بھی آپ کے مددگار ہو جائیں گے۔ جیسا کہ مشہور ہے "ہمت کا حامی خدا ہے"۔ اگر مسلم خواتین اپنی آزادی اور ان مساویانہ حقوق کو لینا چاہیں۔ جو خدائی ہیں۔ تو روکنے والا کون ہو سکتا ہے۔ افسوس اس امر کا ہے۔ کہ مسلم خواتین کو ابھی تک اتنا بھی علم نہیں کہ اسلام نے ان کو کیا کیا مساوی حقوق دئے ہیں۔ اور مسلمان مردوں نے عام طور پر اس

قدر ظلم اور بے انصافی پر کمر باندھ رکھی ہے۔ کہ یکساں احکام کے ماتحت بھی ان کو مساوی حقوق نہیں دیتے بلکہ چند غلط فہمیوں کی وجہ سے عورتوں کو اسلامی مساوات سے کوسوں دور رکھتے ہیں۔ جب تک یہ غلط فہمیاں جو کہ نہ صرف جاہلوں میں بلکہ اکثر تعلیم یافتہ لوگوں میں پڑی ہوئی ہیں۔ دور نہ ہوں گی مسلمین اور مسلمات میں ہرگز مساوات قائم نہ ہوگی۔ ایسے حضرات اتنا بھی غور نہیں کرتے۔ کہ اسلام کی بنیاد تو مساوات پر رکھی گئی ہے جیسا کہ اس کے ارکان سے معلوم ہوتا ہے۔ کلمہ شہادت مرد اور عورت دونوں پڑھتے ہیں۔ نماز بھی دونوں ہی ادا کرتے ہیں۔ روزہ رکھنے اور مرد اور عورت کے زکوٰۃ دینے میں بھی مساوات قائم کی گئی ہے۔ نہ صرف ارکان میں بلکہ دوسری باتوں میں بھی مساوات دی گئی ہے۔ جیسا کہ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے

دوستو جس طرح مرد کے حقوق عورت پر ہیں۔ اسی طرح عورت کے حقوق مرد پر ہیں۔ اور یہ زندگی کی دوڑ میں اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جبکہ وہ ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کا لحاظ رکھیں۔ مگر افسوس یہ ایک آسان سی بات بھی مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتی۔ حالانکہ مساوی حقوق نہ دینے سے قوم کو کئی قسم کے نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔ جو کہ قومی ترقی میں سراسر رکاوٹ کا باعث ہوتے ہیں۔ دراصل قومی نقصانات سے بچنے کے ہی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے مسلمین اور مسلمات کو اپنے احکام کی تعمیل میں مساوی رکھا ہے۔ اب اگر اہل اسلام اس پر کوئی غور نہ کریں اور نہ مساوات قائم کر کے اپنے اندر کسی قسم کی تبدیلی کریں۔ تو پھر قومی ترقی کیونکر ہو۔ خدا کا قانون تو ہرگز نہیں بدلتا۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ "اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا۔ جب تک کہ وہ اپنی حالت کو (نہ) بدلیں"۔ (۱۳-۱۱)

شمس الدین مجاہد اسلام

مساوات کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ۱۰

پہلی غلط فہمی

جس کی وجہ سے مسلم خواتین کو اسلامی مساوات سے محروم کر دیا گیا ہے ۔ یہ ہے ۔ کہ والدین کی وراثت سے مرد کے لئے دو حصے مقرر ہیں اور عورت کے لئے صرف ایک ۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیٓ اَولَادِکُم لِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الاُنثَیَینِ "اللہ تمہاری اولاد کے متعلق تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے ۔ مرد کے لئے دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہو"۔ ۴ھ ۔ ۱۱۔ اس پر اعتراض کرنے والے اعتراض کرتے ہیں ۔ کہ یہ قانون مساوات کے خلاف ہے ۔ خدا جانے کہ یہ آسان سی بات مساوات کے مخالفین کے ذہن میں کیوں نہیں بیٹھتی ۔ سوچئے کیا مردوں اور عورتوں کے درمیان اپنے والدین کے گھر میں رہنے کے متعلق کچھ نمایاں فرق ہے ؟ یا ان دونوں کے ایام سکونت بلحاظ میعاد یکساں ہیں ۔ یقیناً نہیں ۔ تو پھر وراثت کے حصوں میں مساوات سے استدلال کیوں نہیں کیا جاتا ۔ طبقہ ذکور اپنے والدین کا گھر عمر بھر آباد کرتے ہیں ۔ اور بسا اوقات جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں ۔ تو ان کے اخراجات بھی انہیں کو برداشت کرنا پڑتے ہیں ۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے ۔ کہ کوئی شخص چھوٹا بچہ چھوڑ کر فوت ہو جائے ۔ تو بار کفالت کے خرچ کے علاوہ تجہیز و تکفین اور دیگر مہمان داری و تواضع کے اخراجات صرف مرد کو برداشت کرنا پڑتے ہیں ۔ اس کے بالمقابل عورتیں ہمیشہ کے لئے اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر دوسروں کے گھروں کو آباد کرتی ہیں ۔ اور اس طرح سے والدین کی خانگی ذمہ داریوں سے عمر بھر کے لئے سبکدوش ہو جاتی ہیں ۔ اصولاً یوں خیال کیجئے کہ مرد اور عورت کا حصہ شرعی تو خانگی اخراجات کی ذمہ داریوں کے لحاظ سے مقرر ہوا ہے ۔ جو فرد تمدنی حیثیت سے گھر کے اخراجات زیادہ برداشت کرے گا ۔ اسی قدر اس کو زیادہ حصہ ملنا چاہیئے ایسے معترضین کو پہلے مرد اور عورت کے خانگی فرائض والدین کے گھر میں رہنے اور بار کفالت اور امور خانہ داری اور ان کے اخراجات میں مساوات کو ثابت کرنا چاہیئے ۔ پھر اس حصے کی کمی بیشی کا فیصلہ کرنا چاہیئے ۔ جب ان تمدنی باتوں میں مساوات نہیں تو پھر حصوں میں مساوات کیونکر ہو سکتی ہے

علاوہ ازیں والدین اپنی بیٹیوں کو ان کی شادی پر علاوہ شادی کے مصارف برداشت کرنے کے حسب استطاعت بہت کچھ جہیز میں دیتے ہیں۔ جو اس لحاظ سے قابل غور ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم نے بھی اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا کو جہیز دیا۔ شادی کے بعد بھی جب لڑکیاں اپنے گھر جاتی ہیں۔ تو ہدیہ اور تحفہ۔ احسان اور سلوک کے طور پر کچھ نہ کچھ ضرور ساتھ لاتی ہیں۔ ان کے پیارے والدین ان کو خالی ہاتھ تو کبھی نہیں بھیجتے۔ بلا شبہ خدا کو ان حوائج اور ضروریات کا بھی علم تھا۔ اس لئے لڑکیوں کے واسطے ایک ہی حصہ مقرر کیا اور مرد کے لئے دو۔ تاکہ مرد کے دو حصوں کے ساتھ مساوات بھی رہے۔ اور لڑکی دوسروں کے گھر چلی جانے کی وجہ سے محبت پدری سے محروم نہ رہ سکے۔ افسوس کہ اکثر مسلمان شریعت کے مطابق اپنی لڑکیوں کو اپنی وراثت میں سے ایک حصہ بھی نہیں دیتے۔ جیسا کہ پنجاب اور عرب میں دستور ہے۔ اور پھر اعتراض کی بوچھاڑ کر کے شور مچاتے ہیں۔ کہ عورتوں کے لئے مردوں سے نصف حصہ کیوں مقرر ہے۔ اگر کہیں ایک کے بجائے دو حصے مقرر ہوتے ۔ تو دو حصے تو خاک دیتے۔ بلکہ بہت سی لڑکیوں کا عرب کے خیال کی طرح جنجال سمجھ کر گلا ہی گھونٹ دیتے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سب اعتراض مساوات کو توڑنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض احباب یہاں تک فرماتے ہیں۔ کہ اسلام نے عورتوں کو بہت کم حقوق دئے ہیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

کاش ایسے صاحبان مسلم خواتین کو وہی حقوق دے دیتے جو شرعی ہیں اور جن کو غلامی سے کوئی علاقہ نہیں

مرد کو دو حصے دینے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے۔ کہ جب کبھی بہنیں بھائیوں سے ملنے آئیں۔ یا خدانخواستہ بیوہ ہو جائیں۔ یا خاوند طلاق دے دے۔ یا کوئی اور ایسا غیر متوقع حادثہ ہو جائے۔ تو بھائی اس کی مدد کرنے کے قابل رہے۔ اور لڑکیوں کو صرف حصہ دے کر دنیا والوں کے انسانی رشتہ اور صلہ رحمی کو مفقود نہ کر دیا جائے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ بھائی اپنی بہنوں کی حتی الوسع مدد کرتے ہیں۔ اسی بنا پر وراثت کے حصوں کو تمام رشتہ داروں میں ان کے مفاد و فرائض کے لحاظ سے مقرر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا "تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون تمہارے لئے فائدے کے لحاظ سے زیادہ نزدیک ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے۔ اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے"۔ (۴-۱۱) اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ

لڑکا فائدہ کے لحاظ سے والدین کے زیادہ نزدیک ہے۔ اور لڑکی کم۔ کیونکہ اس کو دوسرے کے گھر میں چلے جانے کی وجہ سے والدین کی خدمت کرنے کا ایک تو موقعہ کم ملتا ہے۔ اور دوسرے ایسا کرنے کے لئے وہ اپنے خاوند کی اجازت کی بھی محتاج ہے۔ ممکن ہے کہ خاوند اجازت نہ دے۔ اور اگر دے بھی تو چند دن کے لئے۔ اس لئے لڑکے اور لڑکی کے حصوں میں فرق رکھا گیا ہے۔ اب اس کمی بیشی کی دلیل کو جو اللہ نے دی ہے چھوڑ کر ادھر ادھر کی باتیں بنانا کوئی عقلمندی نہیں۔ کیونکہ حصہ مقرر کرنے والے کو اس بات کا بھی علم تھا۔ کہ لڑکے کو والدین کی خدمت کرنے کا زیادہ موقع ملے گا۔ اور لڑکی کو کم۔ باوجودیکہ والدین کی خدمت کرنے کا دونوں کو یکساں حکم ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اس کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور ماں باپ سے نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ تو ان کو اُف تک نہ کہہ اور نہ ان کو ڈانٹ اور ان دونوں سے ادب سے بات کر۔ اور ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ عاجزی کا بازو جھکا۔ اور کہہ اے میرے رب تو ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پالا۔" (۱۷۔ ۲۳، ۲۴)

پھر ذرا یہ بھی فراموش نہ کیجئے۔ کہ عورت اپنے خاوند سے مہر بھی لیتی ہے۔ مگر اس کے بھائی کو اپنی بیوی سے کچھ نہیں ملتا۔ بلکہ اس کو دینا پڑتا ہے۔ غرضیکہ گہری نظر اور معقولیت کے ساتھ دیکھا جائے۔ تو یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ عورت کے رشتہ محبت کو مدنظر رکھ کر اس کی مالی حالت کو بے حد مضبوط بنایا گیا ہے۔ اور بلا شرکت غیرے اس کو اپنی جائداد کا مالک قرار دیا ہے۔ اور طرہ یہ ہے۔ کہ اس کے تمام اخراجات کا ذمہ دار اس کے خاوند کو ٹھیرایا ہے۔ عورتوں کی بدقسمتی اور شخصی بزدلی کی وجہ سے جو خود ساختہ ہے مسلمان مرد اس کو کچھ نہ دیں۔ اور یہ کچھ وصول نہ کرے۔ تو اس کا کیا علاج۔ قانون شریعت ہے۔ کہ عورت اپنے خاوند کی جائداد میں بھی چھٹے حصے کی مالک قرار دی گئی ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ ۔" اور اگر اس کے بھائی ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے" (۴۔۱۱)

غرضیکہ حصوں کی کمی بیشی اس مسئلہ کو ہرگز ثابت نہیں کرتی۔ کہ عورت کم حصہ پانے کی وجہ سے مردوں کے ساتھ مساوات کے قابل نہیں رہی۔ یہ عورت مالی وراثت میں اس کمی کے باوجود مرد سے بلحاظ راحت وآرام وحقوق تمدن بحیثیت مجموعی برتر ہوجاتی ہے۔ اس کمی کا مدعا اصل میں صلہ رحمی کے رشتہ کو قائم رکھنا ہے جو کسی دوسرے طریقہ سے ناممکن ہے۔ یا پھر یوں سمجھئے۔ کہ الرّجال قوّامون علی النّساء کے اعتقاد رکھنے والوں کی ذہنیت خدائے کریم کو پہلے سے یقیناً معلوم تھی۔ اس لئے حقیقی مساوات کو قائم رکھنے کے لئے بظاہر کمی اور حقیقتاً بیشی کے احکام نافذ فرمائے۔ فاعتبروا یا اولوا الابصار۔

دوسری غلط فہمی

جس کی وجہ سے مسلمان مردوں اور عورتوں میں مساوات تسلیم نہیں کی جاتی۔ یہ ہے کہ گواہی میں ایک مرد کے بالمقابل دو عورتیں ہیں۔ چنانچہ کلام ربانی ناطق ہے۔ فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّھَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰھُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی (۲-۲۸۲)[1]

اگر قرآن کریم کے ان الفاظ پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو ان الفاظ میں بھی مساوات ہی نظر آتی ہے کیونکہ ان سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ دونوں عورتوں کو گواہی دینا لازمی ہے۔ بلکہ اصل مدعا یہ ہے کہ گواہی کا فرض تو ایک ہی عورت سے وابستہ ہے۔ اور دوسری بطور مددگار کے مقرر ہوئی ہے۔ تاکہ اگر ایک عورت سے دوران شہادت میں کچھ بھول چوک ہوجائے یا بیان میں غلطی کر جائے۔ تو دوسری یاد دلا دے اور اگر کوئی ہشیار عورت گواہی میں کچھ نہ بھولے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ پھر یاد دلانے کی بھی ضرورت نہیں۔ گویا کہ اس طرح سے گواہی کے مسئلہ خاص میں مساوات کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک عورت کی گواہی کے لئے دوسری عورت کو یاد دلانے کے لئے کیوں مقرر کیا گیا ہے۔ تو اس کے لئے ذیل کے جوابات ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا جواب تو یہ ہے۔ کہ چونکہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں بہ سبب جہالت کے خود بھی اپنے حقوق اور مرتبہ کو نہیں سمجھتی تھیں۔ جیسا کہ آجکل اکثر نہیں سمجھتیں۔ اس لئے اہل عرب عورتوں کی آزادی کو چھین کر ان کو بطور مال یعنی وراثت کے رکھتے تھے۔ اور ان کی حیثیت۔ مرتبہ اور حقوق کو اتنا کم خیال کرتے تھے

[1] پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے ہوں جنکو تم پسند کرو تاکہ اگر ایک بھول جائے تو ایک ان دونوں میں سے دوسری کو یاد دلادے

کہ ان کو گواہی دینے کے لائق نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ جہاں تک تحقیقات کی گئی ہے۔ یہی ثابت ہوا ہے۔ کہ اُس زمانہ میں عورتوں کو حقیر اور ذلیل سمجھ کر ان کو گواہی دینے کا حق نہیں دیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا "پھر اگر دو مرد نہ ہوں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے ہوں۔ جن کو تم پسند کرو"۔ گویا عورتوں کے لئے گواہی دینے کی ایک راہ نکالی گئی۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس حکم سے قبل عورتوں کو بطور گواہ کے پیش نہیں کیا جاتا تھا۔ اس لئے ان کو گواہی دینے کا کوئی موقع نہیں ملتا تھا۔ لہٰذا یہ حکم دیا گیا۔ کہ اگر دو مرد نہ ملیں۔ تو اس حالت میں ایسی عورتوں کو جو کہ قابل اعتبار ہونے کی وجہ سے تمہیں پسند ہوں گواہ بنالیا کرو۔ دراصل اس طرح سے عورتوں کا درجہ بڑھا کر نہ صرف ان کو گواہی دینے کا موقع بلکہ حق دیا گیا۔ مگر ایسے خاص مواقع شاذونادر ہی آتے تھے۔ ایسے حالات کے ماتحت جبکہ ایک تو عورتوں کو نسلاً بعد نسلاً گواہی دینے کی عادت نہیں۔ اور دوسرے ان میں بوجہ جہالت کے گواہی دینے کی اہلیت نہیں سمجھی جاتی۔ اور تیسرے عام طور پر مردوں کی موجودگی میں عورتوں کو عدالت میں جانا نہیں پڑتا۔ ایسے حالات کے ماتحت چونکہ ایک عورت کی گواہی سے انصاف پر زد پڑنے کا اندیشہ تھا۔ کہ گواہی دینے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے ایسے خاص موقع پر ممکن ہے۔ کہ ایک عورت عدالت کے رعب داب سے اتنی گھبرا جائے۔ کہ گواہی دیتے ہوئے کسی بات کو بھول جائے۔ یا کوئی غلطی کر جائے۔ جو کہ فطرت انسانی پر مبنی ہے۔ اس لئے دوسری عورت کو بطور یاد دلانے کے مقرر کیا گیا تاکہ گواہی کی تصدیق ہو جائے۔ اور انصاف کرنے میں کسی قسم کی دقت نہ پڑے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ اس وقت عورتوں کو پوری آزادی نہ ہونے کی وجہ سے کاروبار کے لئے دن رات کے وقت کا زیادہ حصہ اپنے گھر پر گزارنا پڑتا تھا۔ اور باہر جا کر لوگوں سے ملنے اور گفتگو کرنے کا کم موقع ملتا تھا۔ اس وجہ سے عورت کی یادداشت کسی واقعہ کے متعلق تازہ نہیں رہتی تھی۔ اس لئے اس کے یاد دلانے کے لئے دوسری عورت کو مقرر کیا گیا۔

تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ چونکہ عورتوں کو کئی صدیوں سے غلاموں کی سی حالت میں رکھا جاتا تھا اور غلام کو خواہ آزاد بھی کر دیا جائے۔ مگر پھر بھی عادتاً مقابلہ نہ کرنے کی وجہ سے وہ آزاد سے اتنا ڈرتا اور

دبا رہتا ہے۔ کہ اس سے اتنی توقع نہیں ہوسکتی۔ کہ وہ آزادی سے پوری گواہی دے سکے۔ یا حق بات کا اظہار کرسکے۔ اس لئے عورت کے ساتھ ایک یاد دلانے والی مقرر کی گئی۔ تاکہ وہ بغیر کسی قسم کے حجاب کے دلیری اور آزادی سے گواہی دے سکے۔

علاوہ ازیں دو یا زیادہ مردوں کی موجودگی میں عورتوں کا گواہی کے لئے نہ لیا جانا ثابت کرتا ہے کہ عورتیں صلح کل اور امن پسند ہوتی ہیں۔ اسی لئے اسی نسبت سے ان کو گواہی میں کم موقع دیا گیا ہے اور مرد زیادہ دست دراز اور مقدمہ باز ہوتے ہیں۔ لہذا اسی نسبت سے ان کو گواہی میں زیادہ موقع دیا گیا ہے۔ چنانچہ عدالتوں میں زیادہ تر مرد ہی پیش ہوتے اور سزا پاتے ہیں۔ اس ثبوت کے لئے جیل خانوں کی رپورٹیں پڑھ لیجئے۔ کہ جیلوں میں مرد زیادہ سزا پا رہے ہیں یا عورتیں۔ بھلا ہندوستان میں تو عورتوں کو آزادی نہیں۔ یورپ۔ امریکہ۔ ایشیا اور افریقہ کے جن ممالک میں عورتوں کو پوری آزادی ہے وہاں بھی جیل خانوں میں مرد ہی زیادہ ملزم ہیں۔

قرآن مجید کے ان الفاظ سے "تاکہ اگر ایک بھول جائے تو ایک ان دونوں میں سے دوسری کو یاد دلا دے"۔ اکثر علمائے کرام و مولوی صاحبان اور دیگر احباب یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ عورتیں ناقص العقل اور ناقص الفہم ہوتی ہیں۔ جو کہ قطعاً ربط آیت کے خلاف ہے۔ بھلا جب عورتیں ناقص العقل ہوں۔ تو پھر مرد جو ان کی اولاد ہوتے ہیں وہ کیونکر ناقص الفہم نہ ہوں جیسی کھیتی ویسا پھل۔ دراصل اس آیت سے ایسا نتیجہ نکالنا ہی غلطی ہے۔ کیا مرد کو جب وہ کوئی بات بھول جاتے ہیں۔ تو دوسرے مرد ان کو یاد نہیں دلاتے۔ کیا محض بھول جانے سے کوئی شخص ناقص العقل اور ناقص الفہم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوسکتا ہے تو کیا پھر مردوں کے حق میں بھی یہی کہیں گے۔ کیا حضرت آدمؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور دوسرے مرد نہیں بھول گئے؟ ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے (۱)۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔ اور یقیناً ہم نے آدم کو پہلے حکم دیا تھا۔ مگر وہ بھول گیا۔ اور ہم نے اس کا عزم نہ پایا۔ (۲۰-۲۰-۱۱۵) اس آیت میں حضرت آدمؑ کے بھولنے کا ذکر ہے۔ حضرت حوا یعنی ان کی زوجہ مطہرہ کے بھولنے کا کوئی ذکر نہیں۔ (۲) قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا

(حضرت موسیٰ) نے کہا۔ آپ مجھے گرفت نہ کیجئے جو میں بھول گیا۔ اور میرے معاملہ میں مجھ پر تنگی نہ ڈالیئے" (۱۸-۷۳)

(۳) اِذْ اَوَیْنَآ اِلَی الصَّخْرَۃِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ۔ "جب ہم نے چٹان پر پناہ لی تھی۔ تو میں مچھلی بھول گیا"۔ (۱۸-۶۳)

(۴) وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓی اَخَذْنَا مِیْثَاقَھُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ۔ "اور ان سے جو کہتے ہیں ہم نصرانی ہیں۔ ہم نے ان سے عہد لیا۔ مگر وہ اس کا ایک حصہ بھول گئے جو انہیں نصیحت کی گئی تھی۔ (۵-۱۴)

(۵) وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ۔ "اور جب تو بھول جائے تو اپنے رب کو یاد کر"۔ (۱۸-۲۴)

(۶) سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ "ہم تجھے پڑھائیں گے۔ سو تو نہ بھولے گا مگر جو اللہ چاہے"۔ (۸۷-۶،۷)

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم وحی الٰہی کو نہیں بھولتے تھے۔ مگر بعض وقت بحیثیت بشر ہونے کے دوسری باتوں کو بھول جاتے تھے۔ جیسا کہ الّا ماشاء اللہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کیا علمائے کرام اور مولوی صاحبان کا یہی انصاف ہے۔ کہ مرد جو حقیقت میں بھول جاتے ہیں۔ ان کو تو ناقص العقل قرار نہیں دیتے۔ اور بے کس عورتوں کو محض ان الفاظ پر "تا کہ اگر ایک بھول جائے۔ تو ایک ان دونوں میں سے دوسری کو یاد دلا دے"۔ ناقص العقل قرار دیتے ہیں۔ گویا ان کی حیثیت اور مرتبہ کو گراتے ہیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایسے حضرات کو فہم قرآن نصیب ہی نہیں۔ حالانکہ مرد کو بھی جب وہ بحیثیت امام کے قرآن مجید کی قرأت میں کچھ بھول جائے۔ یا نماز میں کوئی غلطی کر جائے۔ تو دوسرے لوگوں پر فرض ہے۔ کہ اس کو یاد دلائیں۔ اگر ایمان داروں کو نماز میں بھولنا نہیں تھا۔ تو پھر سجدہ سہو کے مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ جب مرد بھول جاتے ہیں۔ تو پھر گواہی کے موقع پر ان کو یاد دلانے کے لئے دوسرا مرد بطور مددگار کیوں مقرر نہیں کیا گیا۔ تو اس کے لئے ذیل کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

پہلا جواب تو یہ ہے۔ کہ چونکہ اس زمانہ میں صرف مرد ہی گواہی دینے کے لئے عدالتوں میں جاتے

تھے۔ اور دوسرے مردان کو گواہی دیتے ہوئے اور عدالت کو کارروائی کرتے ہوئے دیکھتے تھے جس کی وجہ سے ایک تو ان کو بھی گواہی دینے کا طریقہ آ جاتا تھا۔ اور دوسرے عدالت کا رعب بھی ان کے دل میں نہیں رہتا تھا۔ اس لئے بوجہ گواہی دینے کی عادت ہونے کے وہ عدالتوں میں اتنا نہیں گھبراتے تھے۔ کہ گواہی دینے میں کسی بات کو بھول جائیں۔ اس لئے ان کو کسی یاد دلانے والے کی ضرورت نہ تھی

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ مرد کو پوری آزادی ہونے کی وجہ سے کاروبار کے لئے دن رات کے وقت کا زیادہ حصہ باہر گزارنا پڑتا تھا۔ اس لئے اس کو دوسرے لوگوں سے ملنے اور گفتگو کرنے کا زیادہ موقع ملتا تھا۔ اس وجہ سے کسی واقعہ کے متعلق اس کی یادداشت تازہ رہتی تھی۔ اس لئے اس کے یاد دلانے کے لئے کوئی مددگار مقرر نہیں کیا گیا۔

تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ چونکہ اس زمانہ میں مرد آزاد تھے۔ اور آزاد مرد کسی کے دباؤ میں نہ رہنے کی وجہ سے خوف نہیں کھاتا۔ بلکہ آزادی اور دلیری سے گواہی دیتا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ دوسرا یاد دلانے والا مقرر نہیں کیا گیا۔

علاوہ ازیں اگر مولوی صاحبان کے اس نتیجہ کو کہ عورتیں ناقص العقل ہونے کی وجہ سے بھول جاتی ہیں سچا مانا جائے۔ تو پھر وہ قومیں جن کی عورتیں تعلیم یافتہ ہو کر ایک تو اپنے مردوں کے ساتھ مساوی آزادانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ اور دوسرے ان کو گواہی دینے کی مہارت ہونے کی وجہ سے کسی یاد دلانے والی کی بھی ضرورت نہیں۔ اور تیسرے مردوں نے ان کو بغیر کسی وحی پانے کے گواہی دینے کا حق بھی دے دیا۔ قرآن مجید کی اس تعلیم پر ایمان کیا لائیں اور اس سے فائدہ کیا اٹھائیں۔ سوائے اس کے کہ اپنی عورتوں کو کم عقل سمجھیں۔ اور گواہی میں ایک آزاد اور تعلیم یافتہ عورت کے ساتھ بھی دوسری کو بطور مددگار کے مقرر کریں۔ کیونکہ بقول مولوی صاحبان قرآن اور حدیث کی رو سے تو عورتیں کم عقل ہیں۔ حالانکہ عورتوں کے ساتھ گواہی میں یاد دلانے والی مقرر کرنا اس وجہ سے نہ تھا۔ کہ وہ کم عقل تھیں بلکہ یہ سبب تھا۔ کہ اس وقت عورتوں کے گواہی دینے کی رسم نہ تھی۔ اس لئے گواہی دینے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے بھول جانے کا خوف تھا۔ چنانچہ یاد دلانے والا تو لوگوں کے ساتھ انہی کاموں میں

مقرر کیا جاتا ہے۔ جن کے کرنے کی ان کو عادت نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک کپتان جو کہ اپنے جہاز کو ہزار ہا میلوں سے لاکر شہر سے باہر چند میلوں کے فاصلے پر سمندر میں کھڑا کر دیتا ہے۔ مگر راستہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے جہاز کو شہر کی بندرگاہ تک نہیں لاتا جب تک کہ دوسرا آفیسر یعنی پائلٹ راستہ بتانے کے لئے نہ جائے۔ تو کیا اب اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ اس جہاز کا کپتان کم عقل ہے۔ دوستو اس کا صرف یہی مطلب ہے۔ کہ چونکہ اس کو اس راستہ سے آنے جانے کی عادت نہیں۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ وہ راستہ بھول جائے۔ یا غلطی سے جہاز کو کسی چیز سے ٹکرا دے۔ اس سلئے اس کے ساتھ دوسرا مددگار مقرر کیا جاتا ہے مگر ملاّ لوگ جنہوں نے مسلم خواتین کو کم عقل سمجھ رکھا ہے۔ اس فلسفہ کو کیا سمجھیں۔

حضرات! ایک عورت کی گواہی کے لئے دوسری عورت کو بطور مددگار کے مقرر کرنا اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ کہ عورتیں مساوی حقوق کے قابل نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مددگار تو اس واسطے مقرر کیا گیا ہے۔ تاکہ عورتوں کے حقوق محفوظ کئے جائیں۔ اور مرد کسی قسم کی زیادتی نہ کر سکیں۔ علاوہ ازیں اگر عورتوں کا حافظہ اور ذہن اچھا نہیں ہوتا۔ تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ اتنی ذہین اور روشن دماغ تھیں۔ کہ رسول اللہ صلعم کی احادیث ان کی وفات کے کئی برس بعد بغیر کسی یاد دلانے والے کے لوگوں کو بتایا کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ کی ذہانت کی یہ کہہ کر تعریف کی جاتی ہے۔ کہ آدھا دین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ملا۔ دوستو اگر عورتوں کو اصولاً اور فطرتاً ناقص العقل قرار دیا جائے۔ تو پھر ناقص العقل کا بتایا ہوا دین بھی ناقص ہی ٹھہرے گا۔ علاوہ ازیں حضرت عمر فاروق رضؓ نے مدینہ کی عورتوں کے متعلق کیوں فرمایا کہ مدینہ کی عورتیں عمر رضؓ سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ تمام عورتیں ناقص العقل نہیں ہوتیں۔ تو اسی طرح سے تمام مرد بھی ناقص العقل نہیں ہوتے۔ بہر حال اس میں بھی مساوات ہے۔

اگر زیر بحث آیت کے ان الفاظ "اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰىهُمَا" کی ضمیر "هُمَا" کو بجائے دونوں عورتوں کی طرف پھیرنے کے مرد اور عورت دونوں گواہوں کی طرف پھیر دیا جائے۔ تو پھر معاملہ نہایت صاف ہو جاتا ہے۔ اور عورت کی عقل و فہم کے متعلق کوئی الجھن بھی نہیں رہتی۔ اور عورت کا مرتبہ بھی بلند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں دوسری عورت کی حیثیت بطور ایک حکم یعنی امپائر کے ہو گی۔ کہ گواہی دیتے وقت خواہ مرد

بھول جائے یا عورت۔ وہ دونوں کو یاد دلائے۔ اگر عورت صرف عورت کو ہی یاد دلائے۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر مرد بھی دوران شہادت میں کچھ بھول جائے۔ تو پھر کیوں نہ عورت مرد کو بھی یاد دلائے۔ آخر مرد بھی تو بھول سکتا ہے۔ جیسا کہ کلام ربانی سے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ قول بھی مشہور ہے۔ "الانسان مرکب الخطا و النسیان" جب بھول جانے میں مساوات ہے۔ تو پھر یاد دلانے میں مساوات کیوں نہ ہو۔ جبکہ ہما کی ضمیر مرد اور عورت دونوں کی طرف جا سکتی ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے قرآن کریم کی اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً "اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں" (۴-۱) اسی طرح سے "اُخریٰ" کی ضمیر بھی دونوں کی طرف۔ ایسی صورت میں فتذکر احداہما الاخریٰ کے یہ معنی ہوں گے کہ ایک ان دونوں سے دوسرے کو (جو بھول جائے) یاد دلا دے۔ مگر مولوی صاحبان اور دیگر احباب ایسی تاویل کو جس سے عورت کا درجہ اور مرتبہ بلند ہو ہرگز ماننے کو تیار نہ ہوں گے۔ کیونکہ ایسے صاحبان کی یہ عادت ہو چکی ہے۔ کہ عورت کی حیثیت کو مردوں کی نظروں میں کم کر کے دکھایا جائے۔ تاکہ ایک تو مرد کی فضیلت پر کوئی حرف نہ آنے پائے۔ اور دوسرے مرد اور عورت کے حقوق میں کسی قسم کی مساوات قائم نہ ہو سکے۔ اسی سلسلہ میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے۔ کہ یہ یاد دلانے والی صرف خاص حالت میں مقرر کی گئی ہے۔ ورنہ قرآن پاک کی آیت سے ایک عورت کا بھی بغیر کسی یاد دلانے والی کے گواہی دینا ثابت ہوتا ہے اور اس کی گواہی کو بھی ایسا ہی وزن دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایک مرد کی گواہی کو۔ مندرجہ ذیل آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ "اور جو لوگ اپنی عورتوں پر تہمت لگائیں اور سوائے ان کے اپنے کوئی گواہ نہ ہو۔ تو ان (تہمت لگانے والوں) میں سے ایک کی گواہی یہ ہے۔ کہ اللہ کی قسم کے ساتھ چار بار گواہی دے۔ کہ وہ سچوں میں سے ہے۔ اور پانچویں (بار یہ کہ) اللہ کی لعنت اس پر ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ اور عورت سے یہ بات سزا کو ٹال سکتی ہے۔ کہ وہ اللہ کی قسم کے ساتھ چار بار گواہی دے۔ کہ وہ (مرد) جھوٹوں میں سے ہے۔" (۲۴-۶ تا ۸)

تیسری غلط فہمی

جس کے باعث مسلم خواتین کو اسلامی مساوات کے دینے سے انکار کیا جاتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ جب مرد کو ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۔ اور اگر تمہیں خوف ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے۔ تو ایسی عورتوں سے نکاح کر لو جو تمہیں پسند ہوں دو دو اور تین تین اور چار چار (۴-۳) تو پھر عورت کو بھی ایک وقت میں چار خاوند کرنا چاہئے اور جب عورت بچے جنتی ہے تو مرد بھی جنے۔ خدا معلوم یہ کون سی مشکل بات۔ جو ایسے عقلمند معترضوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ جب خالق نے مردوں اور عورتوں کی شرمگاہوں کی بناوٹ میں اختلاف رکھا ہے تو نہایت ضروری ہے۔ کہ ان کے فرائض یعنی فنکشن میں بھی اختلاف رہے۔ چنانچہ وہ اختلاف یہ ہے کہ جب عورت حاملہ ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس صورت میں اور حمل کے وضع ہونے کے بعد بھی کچھ عرصہ تک وہ ایک خاوند کے ساتھ بھی صحبت کرنے کے قابل نہیں رہتی۔ تو پھر وہ چار خاوندوں کو لے کر کیا کرے گی سوائے اس کے کہ وہ بے کار پڑے رہیں۔ مگر مرد کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کو تو کوئی ایسا امر مانع نہیں۔ کہ ایک بیوی کے حاملہ ہو جانے پر اپنی دوسری بیویوں کے ساتھ صحبت نہ کرے۔ یہ بھی ایک بڑا بھاری اختلاف ہے۔ جس کی وجہ سے یہ تمیز ہو سکتی ہے۔ کہ فلاں مرد ہے اور فلاں عورت اگر یہ اور سینے کا اختلاف ہی مٹا دیا جائے۔ تو پھر عورت عورت نہیں رہتی بلکہ مرد کا بھائی بن جاتی ہے۔ اسی فرق کی بدولت ہے۔ کہ عورت بچے جنتی ہے۔ اور دودھ پلاتی ہے۔ اگر مرد کو بھی یہی دو چیزیں لگا دی جائیں تو پھر وہ بھی یہی کام دے گا۔ اب ان قدرتی اختلافات کو نظر انداز کر کے باقی باتوں میں عورتوں کو مساوی حقوق نہ دینا صریحاً ظلم اور بے انصافی ہے۔ اس قسم کے اعتراضات ہمیشہ وہی مرد کرتے ہیں۔ جو کہ مساوی حکموں کے ماتحت بھی مسلم خواتین کو مساوات دینا نہیں چاہتے۔ جو کہ قابل افسوس ہے۔ علاوہ ازیں اگر مرد چار بیویاں بھی کرے۔ تو وہ چاروں اپنے ایک شوہر سے حمل لے کر چار بچے پیدا کر سکتی ہیں۔ اور ایسے بچوں کی ولدیت بھی صحیح رہ سکتی ہے۔ اور باپ کو ان کے ساتھ فطرتی محبت بھی ہوگی۔ اور وہ ان کی

پرورش اور نگہداشت کا ذمہ دار ہوگا۔ اور اگر عورت چار خاوند بھی کرے۔ تو وہ ایک وقت میں چار خاوندوں سے چار حمل نہیں لے سکتی۔ اور نہ ایسی صورت میں بچوں کی ولدیت درست رہ سکتی ہے۔ خدا معلوم حمل کس خاوند کے نطفہ سے قرار پایا۔ ایسی حالت میں چار خاوندوں میں سے کوئی بھی بچہ کی پرورش اور نگہداشت کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ اور نہ کسی کو بچہ کے ساتھ پدری محبت ہوگی۔ اور اس بات کا فیصلہ ہونا بھی مشکل ہو جائے گا۔ کہ بچے کو کس مرد کی جائداد سے وراثت ملنی چاہئے یہی باعث ہے۔ کہ عورت کو ایک خاوند کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ جو کام ایک آدمی کی طاقت سے سرانجام ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے چار مرد مقرر کرنا کوئی عقلمندی نہیں اگر قرآن کریم کے ان الفاظ پر فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۞ اور اگر تمہیں خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی (بیوی) یا جس کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یہ زیادہ نزدیک ہے تاکہ تم بے انصافی نہ کرو۔" (۴-۳) غور کیا جائے۔ تو اس میں بھی مساوات ہی نظر آتی ہے۔ اگرچہ مرد کو بعض مجبوریوں کی خاص حالتوں میں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ مگر عام طور پر حکم ایک ہی بیوی کرنے کا ہے۔ چنانچہ زیادہ بیویوں کے مقابلے پر ایک بیوی کو ترجیح دی گئی ہے۔ اب اگر انصاف نہ کر سکنے والے مسلمان وہ کام جس کو ترجیح دی گئی ہو۔ اور جس سے ناانصافی کرنے کا بھی خوف نہ ہو نہ کریں تو یہ ان کی اپنی نادانی ہے۔ حالانکہ اللہ نے کھلے لفظوں میں یہ فرما دیا ہے۔ کہ تم بیویوں میں انصاف نہیں کر سکو گے۔ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔ اور تم طاقت نہیں رکھتے کہ عورتوں میں عدل کر سکو۔ خواہ کتنا ہی چاہو۔ پس بالکل بھی نہ جھک جاؤ۔ یہاں تک کہ اسے ادھر میں لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو۔ اگر تم اصلاح کر لو اور تقویٰ کرو۔ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (۴-۱۲۹) اس آیت میں مسلمانوں کو اپنی بیبیوں کے ساتھ حتی الوسع انصاف کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مگر اکثر مسلمان ایک ہی بیوی کے حقوق کے متعلق انصاف سے کام نہیں لیتے۔ بابا شیر معلقہ اسی عورت کو کہا جا سکتا ہے جس کی آزادی اور مساوی حقوق خاوند دبا کر رکھے۔ اور جس کی حالت کا یہ فوٹو ہو۔

بسی ہے نہ سرمہ ہے نہ زیور ہے نہ کپڑا
یہ عمر تو قابل نہ تھی اس سخت سزا کے

جب ایک ہی بیوی کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔ تو پھر دو یا زیادہ بیویوں کے درمیان محبت اور پیار میں خاک انصاف کریں گے۔ محبت اور پیار تو اسی شخص سے ہو سکتا ہے۔ جس سے دل ملا ہو اور جب ایک سے دل مل گیا۔ تو پھر دوسری بیویوں سے ہرگز نہیں ملے گا۔ خواہ کتنی ہی کوشش کی جائے۔ کیونکہ دل تو ایک ہے زیادہ نہیں۔ مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ "اللہ نے کسی شخص کے لئے اس کے اندر دو دل نہیں بنائے"۔ (۳۳-۴) لہذا ایک سے ہی ملے گا۔ علاوہ ازیں مذکورہ بالا آیات کو ملا کر پڑھنے سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ بیوی ایک ہی ہونی چاہیئے۔ تاکہ خاوند بیوی کی محبت قائم رہے۔ کیونکہ جب کبھی مرد کو دوسری بیوی کرنے کا خیال آئے گا۔ تو یقیناً اس کو پہلی بیوی کی محبت کم کرنی پڑے گی۔ اسی طرح سے جب تک عورت کے دل میں یہ کھٹکا لگا رہے گا۔ کہ میرا خاوند دوسری بیوی کرے گا۔ تو وہ بھی اپنے خاوند سے محبت نہیں کرے گی۔ غرضیکہ جب تک خاوند دوسری بیوی کرنے کا خیال ہی دل سے نہ نکال دے دونوں میں محبت قائم نہیں رہ سکتی۔ ایک سے زیادہ نکاح کرنے والے صاحبان اگر بیویوں میں انصاف کرنے کے حکم پر غور کر لیتے۔ تو پھر کبھی بھی ایک سے زیادہ بیبیاں کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ کیونکہ ان شرائط کی اصل غرض یہی ہے۔ کہ مرد کی ایک ہی بیوی ہو۔ تاکہ مساوات قائم رہے۔ جیسا کہ حضرت آدمؑ کی ایک ہی بیوی تھی۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم بھی چوّن برس کی عمر تک ایک ہی بیوی کے خاوند رہے۔ تاوقتیکہ وہ فوت نہ ہو گئیں دوسری شادی نہ کی۔ دراصل آپ نے اس سنت پر اپنی عمر کا زیادہ حصہ یعنی ۲۵ سال کی عمر سے لے کر ۵۴ برس کی عمر تک یعنی ۲۹ سال عمل کر کے اپنی امت کو یہ سکھلا دیا۔ کہ اصولاً ایک ہی بیوی ہونی چاہیئے۔ اب مسلمانوں کا اس سنت کو چھوڑ کر چھ سال کی کثرت ازدواجی کی سنت کو لوگوں کے سامنے بطور نمونہ کے پیش کرنا کوئی عقلمندی نہیں۔

برادران اسلام اگر مردوں کو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ تو اس کے

یہ معنی ہرگز نہیں ہوسکتے۔ کہ مسلم خواتین مساوی حقوق کے قابل نہیں۔ کیونکہ یہ اجازت تو خاص حالتوں کے لئے بطور علاج کے ہے۔ مثلاً لڑائیوں کے بعد عورتوں کا کثرت سے بیوہ ہوجانا۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے جو ایک سے زیادہ نکاح کئے وہ بیوہ عورتوں سے ہی تھے۔ اور وہ زمانہ بھی جہاد کا ہی تھا۔ اب ایک خاص حالت کو لے کر عام حالت پر چسپاں کرنا کوئی دانش مندی نہیں۔

چوتھی غلط فہمی

جس کی رو سے مسلم خواتین کو مساوی حقوق کے قابل نہیں سمجھا جاتا یہ ہے۔ کہ مردوں کو تو نبی اور رسول بنایا گیا مگر عورتوں کو نہیں۔ اس کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ "اور تجھ سے پہلے ہم نے کسی کو نہیں بھیجا سوائے مردوں کے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے پس اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے"۔ (۲۱-۷) درحقیقت اس سے بھی مساوات کے مخالفین کو ایک مغالطہ ہوا ہے۔ جس سے مسلم خواتین کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس آیت میں مردوں کے متعلق صرف اتنا ذکر ہے کہ ان کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ یعنی رسالت کے عہدے پر مامور کیا گیا۔ ورنہ نبی اور رسول تو وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ اپنا کلام اور وحی نازل کرے۔ سو اللہ نے جیسی وحی اور جیسا کلام مردوں پر نازل کیا۔ اسی قسم کی وحی اور کلام عورتوں پر بھی نازل کیا۔ نہ کہ اس وحی کی طرح جو کہ شہد کی مکھی کو ہوئی۔ بھلا مکھی پر فرشتہ کیونکر نازل ہو۔ ذیل کی آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا یُوْحٰۤى ۙ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ جب ہم نے تیری (موسیٰ) ماں کی طرف وحی کی جو وحی کی جاتی ہے کہ اسے صندوق میں ڈال دے۔ پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دے۔ تو دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا۔ تاکہ میرا ایک دشمن اور اس کا دشمن اسے لے لے"۔ (۲۰-۳۸-۳۹)

(۲) وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ "اور موسیٰ کی ماں کی طرف ہم نے وحی

کی کہ اسے دودھ پلا پھر جب اُس کے متعلق تجھے خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے۔ اور نہ ڈرنا اور نہ غم کرنا ہم اسے تیری طرف واپس لائیں گے۔ اور اسے مرسلوں میں سے بنائیں گے"۔ (۲۸-۷)

(۳) وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ○ "اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور تجھے پاک بنایا ہے۔ اور قوموں کی عورتوں میں سے تجھے چن لیا ہے"۔ (۳-۴۱)

(۴) اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ۔ "اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلام کے ساتھ خوشخبری دیتا ہے"۔ (۳-۴۴)

(۵) فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ○ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ○ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○ "سو ہم نے اپنے فرشتہ کو اس کی طرف بھیجا۔ تو وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں آیا۔ کہا میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو متقی ہے۔ اس نے کہا میں صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا بخشوں"۔ (۱۹-۱۷تا۱۹)

مذکورہ بالا آیات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح اللہ کی وحی اور اس کا کلام حاصل کرنے کا مساوی درجہ رکھتی ہیں۔ اگر ان میں ایسی قابلیت نہ ہوتی۔ تو پھر خدا کا ان کے ساتھ کلام کرنا اور ان پر وحی نازل کرنا اور ان کو برگزیدہ کرنا ہی بے معنی ٹھہرتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب ان تمام باتوں میں مساوات دی گئی ہے۔ تو پھر عورتوں کو بھی مردوں کی طرح نبی اور رسول کے منصب پر کس واسطے مامور نہیں کیا گیا۔ تو اس کے لئے ذیل کے جوابات ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا جواب تو یہ ہے۔ کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون کس عہدہ کے لائق ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ○ "اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے"۔ (۶-۱۲۵)

چونکہ عورتیں مردوں کی طرح مامور ہو کر اپنے منصبی فرائض کو قدرتی رکاوٹوں یعنی ایام ماہواری حمل کے ہونے۔ بچہ کے جننے اور دودھ کے پلانے کی وجہ سے ایک تو پوری توجہ سے ادا نہیں کر سکتیں اور دوسرے ایسی حالت میں وحی شدہ احکام کو دوسروں تک پہنچا نہیں سکتیں۔ اس لئے ان کو

ان عہدوں پر مامور نہیں کیا گیا۔ دراصل اکثر مسلمانوں نے غلط فہمی سے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ قابلیت کا ہونا اور منصب پر مامور ہونا ایک ہی بات ہے۔ حالانکہ یہ دونوں الگ الگ امر ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ ایک مرد اور ایک عورت نے تعلیم یافتہ ہو کر کسی یونیورسٹی سے مساوی ڈگری حاصل کی۔ اور ایک ہی آسامی کے لئے دونوں نے درخواست دی۔ مگر تقرری کرنے والے صاحب نے اپنی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے عورت کو جگہ دی۔ تو اب اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا۔ کہ اس مرد میں قابلیت نہیں۔ یا اس کی حیثیت ادنیٰ درجہ کی ہے۔ اسی طرح سے اگر اللہ نے بعض وجوہ کی بنا پر مردوں کو نبی اور رسول کے منصب پر مامور کیا تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ عورتوں میں نبوت۔ رسالت اور امامت کی قابلیت نہیں۔ یا ان کی حیثیت ادنیٰ درجہ کی ہے۔ علاوہ اس کے یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ اگر مسلم خواتین کو اللہ اور رسول کی اطاعت کر کے بھی نبیوں اور صدیقوں جیسی قابلیت پیدا نہیں کرنی تھی۔ تو پھر ان کو نبیوں اور صدیقوں وغیرہ کے گروہ میں شامل ہونے کی بشارت کیوں دی گئی۔ اس آیت پر غور کیجئے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا " اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا (یعنی) نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ) اور یہ اچھے ساتھی ہیں"۔ (۴-۶۹) اب صرف مردوں کو نبیوں۔ صدیقوں وغیرہ کے گروہ میں شامل ہونے کے قابل سمجھنا اور مسلم خواتین کو اس شرف سے ہی محروم سمجھنا سراسر بے انصافی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ نبی اور رسول تو عورتوں سے پیدا ہوئے۔ گویا نبوت عورتوں کی گود میں پیدا ہوئی۔ جنھوں نے پرورش اور تربیت کی۔ اور خدا نے ان کو نبی اور رسول کے منصب پر مامور کیا۔ اور ماں کا درجہ ہر حال میں بلند ہی رہتا ہے۔ اور خواہ بیٹا کتنے ہی بڑے درجے پر پہنچ جائے۔ بلاشبہ نبیوں نے مبعوث ہو کر یہی کہا۔ کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور نیک کام کرو۔ تاکہ جنت کے وارث بنو۔ مگر غور کیجئے۔ کہ وہ جنت کہاں ہے؟ کیا عورتوں کے قدموں کے نیچے تو نہیں؟

تیسرا جواب یہ ہے کہ مائیں تو اپنے بچوں کی اخلاقی اور جسمانی تربیت کرتی ہیں۔ اور نبی جو بطور باپ کے ہوتے ہیں۔ وہ روحانی تربیت کرتے ہیں۔ اس طرح سے عورتوں اور مردوں میں مساوات بھی ہو جاتی ہے۔

صاحبان! عورتوں کا قدرتی اختلافات کی بنا پر نبی اور رسول کے عہدے پر مامور نہ کیا جانا ہرگز اس بات کا مقتضی نہیں۔ کہ وہ مساوی حقوق کی قابلیت نہیں رکھتیں۔ اب یہ اعتراض کہ کوئی عورت نبی اور رسول نہ بن سکی ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ یہ اعتراض کہ کوئی نبی اور رسول بچہ نہ جن سکا اور نہ اپنا دودھ پلا سکا

پانچویں غلط فہمی

جس کے باعث مسلم خواتین کو اسلامی مساوات کے نزدیک نہیں آنے دیتے یہ ہے کہ عورتوں سے مردوں کا درجہ زیادہ ہے۔ جیسا کہ کلام ربانی ناطق ہے۔ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ "اور مردوں کو ان (عورتوں) پر ایک فضیلت ہے" (۲-۲۲۸) خدا جانے یہ کون سا اہم مرحلہ ہے۔ جو مساوات نہ دینے والوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا۔ خوئے بدرا بہانہ بسیار" حضرات! اگر کسی مرد کو دوسرے مرد پر کوئی فضیلت ہو۔ تو اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہو سکتی۔ کہ جزوی فضیلت رکھنے والا دوسرے شخص کے تمام مساوی حقوق کو غصب کر لے۔ ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔

(۱) تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ "رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا۔ اور بعض کو مراتب میں بلند کیا" (۲-۲۵۳)

(۲) وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ "اور یقیناً ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی۔" (۱۷-۵۵)

(۳) لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ

دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ه

"(دونوں) برابر نہیں مومنوں میں سے بیٹھ رہنے والے جن کو کوئی دکھ نہیں اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے۔ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے درجہ میں فضیلت دی ہے۔ اور سب سے اللہ نے اچھا وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بڑا اجر دے کر بزرگی بخشی ہے"۔ (۴-۹۵)

اب غور طلب بات یہ ہے۔ کہ اس آیت کی رُو سے دونوں جماعتوں میں مساوات نہیں دی گئی مگر پھر بھی مذہبی رہنما اور دیگر حضرات جہاد کرنے والوں کی بیٹھ رہنے والوں پر ایک جزوی فضیلت ہی قرار دیتے ہیں۔ مگر افسوس مردوں کی ایک جزوی فضیلت کے باعث مسلم خواتین کے تمام مساوی حقوق پر ہی ہاتھ صاف کر دیتے ہیں۔ حالانکہ مردوں کی جزوی فضیلت کے ساتھ ہی مردوں اور عورتوں کے حقوق میں مساوات بھی دی گئی ہے۔ جیسا کہ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" اور ان عورتوں کے لئے پسندیدہ طور پر (حقوق) ہیں۔ جیسے ان پر (حقوق) ہیں" (۲-۲۲۸)

مذکورہ بالا آیات میں اسلامی مساوات کی ایک نہایت عمدہ مثال پیش کی گئی ہے۔ کیونکہ مساوات میں محض برابری نہیں بلکہ عدل بھی ساتھ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے اور بیٹھ رہنے والے مسلمان ایمان دار ہونے کی حیثیت میں دونوں برابر ہیں۔ مگر کام کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ گویا جہاد کرنے والے بطور ایکٹو پارٹنرس اور بیٹھ رہنے والے بطور سلیپنگ پارٹنرس کے ہیں۔ چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے عورتوں کو نکاح میں لاتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے۔ "اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ" کہ اپنے مالوں کے ساتھ عورتوں کو چاہو"۔ (۴-۲۴) اسی لئے انکو ایک جزوی فضیلت ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مردوں اور عورتوں میں کوئی مساوات نہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ بعض باتوں میں مرد بطور ایکٹو پارٹنر کے ہیں۔ مثلاً روپیہ کمانے میں اور بعض باتوں میں عورتیں ایکٹو پارٹنرس ہیں۔ مثلاً بچوں کی پرورش اور تربیت کرنے میں۔ در حقیقت مرد کو اس وجہ سے فضیلت نہیں دی گئی کہ وہ مرد ہے۔ بلکہ نکاح میں روپیہ خرچ کرنے کی وجہ سے جزوی فضیلت دی گئی ہے۔ اسی طرح

اگر ایک عورت بھی روپیہ خرچ کر کے خاوند کرے۔ تو اس کو بھی اپنے خاوند پر جزوی فضیلت ہوگی۔

چھٹی غلط فہمی

جس کی وجہ سے مسلم خواتین کو اسلامی مساوات کے دینے کا نام تک نہیں لیا جاتا یہ ہے۔ کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ تعجب کی بات ہے کہ یہ ذرا سی بات بھی مساوات کے مخالفین کی سمجھ میں نہیں آتی۔ بھلا حاکم اور محکوم میں کسی بات میں بھی مساوات نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو پھر مردوں میں بھی کسی قسم کی مساوات نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ مردم مردوں کے بھی حاکم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ "اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اور اپنے میں سے صاحبان حکومت کی اطاعت کرو۔" (۴۔ ۵۹) اگر اس آیت کے ماتحت ایک مسلم خاتون کو مردوں کا حاکم بنایا جائے۔ تو کیا وہ اس کی اطاعت نہیں کریں گے؟ تو کیا پھر اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ مرد عورتوں کے غلام ہیں۔ اور حاکم اور محکوم میں کوئی مساوات نہیں۔ افسوس تو صرف اس امر کا ہے۔ کہ مسلمانوں کو اپنی عورتوں پر بھی حکومت کرنی نہ آئی۔ چنانچہ اکثر مرد کہتے ہیں۔ کہ ہم اپنی عورتوں کو تو یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ بے نقاب پھریں۔ مگر وہ ہمارا کہنا نہیں مانتیں۔ ماشاء اللہ خوب حاکم ہیں۔ اگر مسلمان مرد اپنی عورتوں پر حاکم ہیں۔ تو پھر کس واسطے ان کو اپنی ضرورتوں کے لئے باہر جانے کا حکم نہیں دیتے۔ دنیا میں وہ کون سا محکوم ہے۔ جو اپنے حاکم کے کام کے لئے اپنے گھروں سے باہر نہیں جاتا۔ اب حامیان رسمی پردہ کا خود اپنی بیویوں کی ضرورتوں کے لئے گھروں سے باہر جانا صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ درحقیقت عورتیں مردوں پر حاکم ہیں۔ کیونکہ محکوم شخص اپنے حاکم کے کام کے لئے باہر جاتا ہے۔ گویا اس آیت کا جو مطلب لیا جاتا ہے۔ اسی کو اپنے عمل سے جھٹلایا جاتا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس آیت کا یہ ترجمہ کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں قطعاً غلط ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے: "مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں"۔ یعنی ان کے آرام۔ آسائش اور دیگر ضروریات مرد کے ذمہ ہیں۔ مثلاً ایک مسلم خاتون باہر جا کر اپنی ضروریات کے لئے کچھ خرید لائے۔ اور دستخط کر کے بل دکاندار کو دے آئے۔ تو اب اس بل کی ادائگی کا ذمہ وار اس کا خاوند ہوگا۔ جیسا کہ اسی آیت کے اگلے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ "اور

اس لئے کہ انہوں نے اپنے مالوں سے کچھ خرچ کیا ہے"۔ گویا مرد کو اس وجہ سے فضیلت نہیں دی گئی۔ کہ وہ مرد ہے۔ بلکہ اس وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ کہ وہ اپنی کمائی کا روپیہ خرچ کرتا ہے۔ اب اگر اسی طرح سے ایک عورت بھی اپنے خاوند کے اخراجات کی ذمہ وار ہو جائے۔ تو کیا وجہ ہے کہ اس کو اپنے خاوند پر فضیلت نہ ہو۔ جیسا کہ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ " اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے"۔ (۴-۴۳) جس سے صاف ظاہر ہے کہ بعض مردوں کو عورتوں پر اور بعض عورتوں کو مردوں پر فضیلت ہوتی ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے یہ حدیث ملاحظہ کیجئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلعم کے پاس گئی تو دروازہ پر ایک عورت میری طرح ضرورت مند موجود تھی۔ اتنے میں حضرت بلالؓ ہمارے پاس آئے تو میں نے کہا ذرا رسول اللہ صلعم سے دریافت کرو۔ کیا یہ کافی ہے کہ میں اپنے شوہر پر اور اپنے یتیم بچوں پر جو میری ہی پرورش میں ہیں خرچ کر دوں۔ حضرت بلال نے جا کر دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ایسا کر سکتی ہے۔ زینب کے لئے دو ثواب ہیں۔ ایک رشتہ داری کا دوسرا زکوٰۃ کا (صحیح بخاری) (باب الزکوٰۃ) کیا ایسی عورت کو اپنے خاوند پر کوئی فضیلت نہ ہوگی؟

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ کہ مرد عورتوں کے حقوق کے محافظ اور نگران ہیں۔ مثلاً جو حق مردوں کو اپنی بیویوں سے پیار کرنے کا ہے وہ دوسری عورتوں سے نہ کریں اگر وہ ایسا کریں گے۔ تو خائن ٹھہریں گے۔ کیونکہ مردوں کو عورتوں کے حقوق کا امانت دار قرار دیا گیا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع کے آخری مشہور خطبہ میں فرمایا "پھر اے لوگو تمہارے تمہاری بیبیوں پر حق ہیں اور تمہاری بیبیوں کے تم پر حق ہیں۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ پس تم ان سے نیک سلوک کرو۔ گویا یہ الفاظ ان آیات کی تفسیر ہیں۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو۔ اور (نہ) اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ حالاں کہ تم جانتے ہو"۔ (انفال۔ آیت ۲۷)۔ وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور ان عورتوں کے لئے پسندیدہ طور پر حقوق ہیں جیسے ان (عورتوں)

پر حقوق ہیں"۔(۲-۲۲۸) وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ "اور ان سے پسندیدہ طور پر میل جول رکھو" (۴-۱۹)
مذکورہ بالا آیات و حدیث سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ مرد کو صرف اس وجہ سے فضیلت ہے۔ کہ وہ
عورتوں کے حقوق کی نگرانی کرتے ہیں۔ اب جو مسلمان اللہ کی امانت یعنی مسلم خواتین کے حقوق ہیں جو اللہ
اور رسول نے ان کو دئے ہیں خیانت کریں۔ بھلا وہ کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں عورتوں پر فضیلت
ہے۔ دوستو فضیلت تو اس شخص کو ہو سکتی ہے۔ جو امانت میں خیانت نہ کرے۔ اور کسی کے حقوق نہ
چھینے۔ چنانچہ "الرّجال" کے لفظ سے صرف وہی مرد مراد ہیں۔ جو کہ اپنی عورتوں کے حقوق کی محافظت کرتے
ہیں۔ ان معنوں کی تصدیق اس طور سے بھی ہو جاتی ہے۔ کہ مردوں کے بالمقابل عورتوں کو بھی خاوندوں
کے حقوق کا محافظ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ
حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ "سو نیک عورتیں فرمانبردار پیٹھ پیچھے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں"۔ (۴-۳۴) گویا
ایک دوسرے کے حقوق کی محافظت کرنے میں بھی مساوات دی گئی ہے۔ چونکہ مردوں کو زمانۂ جاہلیت
سے ہی عورتوں کے حقوق پامال کرنے کی عادت تھی۔ اس لئے اللہ اور رسول نے ایمان دار مردوں کو
اس بات کی تاکید کر دی۔ کہ عورتوں کے حقوق کو نہ چھینیں۔ کیونکہ اللہ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں
کرتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ٥(۸-۵۸) مگر افسوس اکثر اہل اسلام اپنی عورتوں پر فضیلت کے یہ
معنی سمجھتے ہیں۔ کہ جتنا ہو سکے ان کو ستاؤ اور ان کے مساوی حقوق کو دبا کر رکھو۔ حتیٰ کہ حق مہر بھی۔ تاکہ جابرانہ
حکومت کی شان پائی جائے۔ حالانکہ اللہ اور رسول کا صاف حکم ہے۔ کہ عورتوں سے نیک سلوک کرو۔ کیا
اب نیک سلوک کرنے کا یہی مطلب ہو سکتا ہے؟ کہ مسلم خواتین کو آزادی اور مساوی حقوق سے محروم
کر کے ان کے ساتھ ظالمانہ اور بے انصافانہ سلوک کیا جائے۔ اور ان کو تفریح طبع کا ایک کھلونا سمجھ
کر گھروں میں بطور ایک چوکیدار کے رکھا جائے۔ اور ایک دودھ پلانے والی انّا سمجھا جائے۔

حضرات! الرّجال قوّامون علی النّساء کی آیت مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق میں کوئی
مزاحمت پیش نہیں کرتی۔ بلکہ ایک دوسرے کے حقوق کی مساوی طور پر محافظت کرنے کی تعلیم دیتی ہے
اور یہ سکھاتی ہے۔ کہ باہمی رضامندی سے کام کیا جائے۔ تاکہ گھر کا انتظام درست رہے۔ اور کسی قسم

کی بد امنی اور ابتری نہ ہونے پائے۔ دراصل ایک دوسرے پر فضیلت دینے کی غرض بھی یہی ہوتی ہے جیسا کہ کلام ربانی سے ثابت ہے۔ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا "اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے"۔ (۴۳۔۳۲)
بے شبہ گھروں میں اسی وقت بد امنی پڑے گی جب کام لینے کی بجائے کسی کے حقوق چھینے جائیں گے ورنہ تو خاوند بیوی کا رشتہ تو عاشق اور معشوق کا سا ہوتا ہے۔ نہ کہ حاکم اور محکوم کا سا۔ بیوی کا حاکم ہونا چہ معنی دارد اب رسمی پردہ کے حامیوں کا الرّجال قوامون علی النّسا کے الفاظ سے یہ مطلب لینا کہ مرد عورتوں پر حکومت کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ نہ صرف غلط ہے بلکہ تباہ کن ہے۔ کیونکہ جو قوم اپنی عورتوں پر حکومت کرنے کی عادی ہو جائے۔ اس میں دوسری قوموں پر حکومت کرنے اور سیاست رکھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہتی۔ کیونکہ کمزور پر حکومت کرنا تو آسان ہے۔ مگر برابر والے کی طاقت پر حکومت کرنا ایک مشکل امر ہے۔
یہی وجہ ہے۔ کہ جب سے مسلمانوں نے اپنی عورتوں پر حکومت کرنی شروع کی ہے۔ ان میں ملکوں کو فتح کرنے رعایا پر سیاست رکھنے علم حاصل کرنے اور تجارت کو ترقی دینے کا مادہ ہی نہیں رہا۔ کیونکہ ایک تو جب اپنی عورتوں کے حق میں ہی بے انصافی اور ظلم سے کام لیتے ہیں۔ تو پھر رعایا پر کیونکر ظلم اور بے انصافی نہ کریں گے۔ اور دوسرے جب مردوں کو اپنی عورتوں پر حکومت اور نگہبانی کرنے سے ہی فرصت نہیں۔ تو پھر دوسری حکومت کے حاصل کرنے یا دیگر قومی ترقی کی طرف خاک توجہ ہو۔ گویا عورتوں پر حکومت مسلمانوں کے لئے سوراج ہے۔ بھلا اب وہ گورنمنٹ سے سوراج جیسے کو کیا کریں۔ کیونکہ ان کے سامنے تو اور کوئی نصب العین ہی نہیں رہا۔ جس کے حاصل کرنے کے لئے مرد اور عورت دونوں مل جل کر کوشش کریں۔ اب ہندو اور سکھ دیویوں نے جتنی کوشش سوراج کے لئے کی ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی مسلم خواتین نے نہیں کیا۔ کیا قومی ترقی کرنے کے یہی طریقے ہوتے ہیں۔ اگر ہندوستان کو کچھ آزادی ملے گی۔ تو انہی عورتوں کی اولاد سے جو کہ آزاد ہو کر تعلیم یافتہ ہو چکی ہیں۔ اور اپنے ملک کی آزادی کے لئے کوشش کر رہی ہیں نہ کہ رسمی پردہ نشینوں کی اولاد سے۔ چونکہ مسلمان اپنی عورتوں پر الرّجال قوامون علی النسا کی غلط آڑ لے کر حکومت کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اس لئے وہ ان کو آزادی دینا نہیں چاہتے۔ اسی طرح

سے انگریز بھی ہندوستانیوں پر حکومت کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اس لئے وہ ان کو آزادی دینا نہیں چاہتے۔ جب مسلمانوں سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اپنی عورتوں کو آزادی دو۔ تو بڑے زور شور سے یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ آزادی کے لائق نہیں ہیں۔ اسی طرح سے جب ہندوستانی انگریزوں سے یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں آزاد کر دو۔ تو وہ بھی یہی جواب دیتے ہیں۔ کہ آپ آزادی کے لائق نہیں ہیں۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ اتنے عرصہ میں ہندوستانیوں کو آزادی کے لائق نہ بنانا انگریزوں کی نالائقی ہے۔ تو پھر کئی صدیوں سے آج تک مسلم خواتین کو آزادی کے لائق نہ بنانا آپ کی بڑی نالائقی ہوئی۔ اب اپنی آزادی کے لئے کوشش کرنا اور اپنی عورتوں کو آزادی نہ دینا کوئی عقلمندی نہیں۔ چنانچہ مشہور جرمن مورخ ڈاکٹر لیبان لکھتا ہے "عربوں کی ترقی کا ایک بہت بڑا سبب یہ بھی تھا۔ کہ محمد (صلعم) نے عورت کو غلامی سے نکال کر آزاد کر دیا تھا۔ لیکن جب محمد (صلعم) کے پیروؤں نے عورت کی آزادی کو چھین کر اسے از سر نو غلام کر ڈالا۔ تو ان کی ترقی تنزل سے بدل گئی"۔ بلاشبہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے مسلم خواتین کو آزادی اور مساوات دی تھی۔ مگر وہ اس عطا کردہ نعمت کو دیر تک قائم نہ رکھ سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ عرب کئی صدیوں سے عورتوں کو غلامی کی حالت میں رکھنے کے عادی تھے۔ اس لئے قرآن پاک سے حجاب کا غلط مفہوم لے کر بالفاظ دیگر یوں سمجھئے۔ کہ پردے کا بہانہ بنا کر عورتوں کو دوبارہ غلام بنا لیا۔ اگر عورتوں نے اپنی کوشش سے آزادی حاصل کی ہوتی۔ تو پھر مردوں کو دوبارہ غلام بنانے کی ہمت نہ پڑتی۔

مسلم خواتین کو یہ بات بخوبی ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔ کہ آزادی اور مساوات کسی کے دینے سے نہیں ملتیں۔ بلکہ قوت بازو سے حاصل کی جاتی ہیں۔ اور قدر بھی اسی چیز کی ہوتی ہے جو خود حاصل کی جائے کیونکہ وہ دیرپا رہتی ہے۔ ورنہ اگر کسی زبردست نے آج کچھ دے بھی دیا۔ اور کل پھر چھین بھی لیا۔ تو اس کا کیا فائدہ۔ جیسا کہ اللہ اور رسول نے عورتوں کو آزادی اور مساوات دی۔ مگر جب مردوں کے دلوں سے اللہ اور رسول کا خوف جاتا رہا۔ تو پھر دوبارہ انھوں نے یہ حقوق چھین لئے۔ اب حامیان نہی پردہ سے یہ امید رکھنا کہ وہ آپ کی غلامی کی زنجیروں کو توڑ دیں گے کوئی عقلمندی نہیں۔ کیونکہ وہی تو آپ کی غلامی کا باعث ہیں۔ لہذا وہ آپ کو آزادی کیسے دیں۔ ان سے آزادی حاصل کرنے کا تو ایک ہی طریقہ ہے۔ کہ آپ

خود اپنی آزادی اور مساوات کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس بات کو سمجھیں۔ کہ آپ کے مساوی حقوق کیا ہیں۔ چنانچہ آپ کی آسانی کے لئے اس امر کی تشریح کی جاتی ہے۔ کہ عام طور پر قرآن مجید میں جس جگہ یا ایہا الذین آمنوا۔ مومنون۔ مومنین۔ مومن اور الذین کے الفاظ یا کم اور ہم کی ضمیریں استعمال کی گئی ہیں ان تمام میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں۔ بشرطیکہ مسلم خواتین کے لئے علیحدہ احکام نہ ہوں ذیل کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوائے دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو۔ جب تک اجازت نہ لے لو۔" (۲۴-۲۷)

(۲) قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ o الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ "مومن یقیناً کامیاب ہیں۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔" (۲۳-۱،۲)

(۳) وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ "اور جو کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹا دے۔" (۲۵-۶۵)

(۴) وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ "اور جو نیکی کرتا ہے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو وہی بہشت میں داخل ہوں گے۔" (۴۰-۴۰)

(۵) وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ "نصیحت کرتا رہ نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔" (۵۱-۵۵) وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا "ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا۔" (۷۸-۸)

(۶) ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ "تین وقت تمہارے پردہ کے ہیں۔" (۲۴-۵۸)

(۷) مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ "محمد اللہ کا رسول ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلے پر قوی اور آپس میں رحم والے" (۴۸-۲۹)

(۸) فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ "پس انہوں نے جھٹلایا۔ سو ہم نے اسے اور انہیں جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے بچایا۔ اور جانشیں بنایا۔" (۱۰-۷۳)

لطف کی بات تو یہ ہے۔ کہ اگر کہیں مردوں کو علیحدہ مخاطب کیا گیا ہے۔ تو اسی طرح سے عورتوں

کو بھی گویا اس میں بھی مساوات رکھی گئی ہے۔ ذیل کی آیات پر غور کیجئے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ "مومنوں کو کہہ دو اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں" (۲۴-۳۰)

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ "اور مومن عورتوں کو کہدے اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"۔ (۲۴-۳۱)

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ بعض باتوں میں باوجود مساوی احکام ہونے کے عورتیں زیادہ حصہ لیتی ہیں اور بعض امور میں مرد زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ مثلاً زیورات کے پہننے میں تو عورتیں اور جنگ وجہاد کرنے میں مرد۔ ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا

"اور وہی ہے جس نے سمندر کو کام میں لگا رکھا ہے۔ تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے (موتیوں کے) زیور نکالو جنہیں تم پہنتے ہو"۔ (۱۶-۱۴)

كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ "تم پر جنگ کرنی ضروری ٹھہرائی گئی (۲-۲۱۶)

مگر اب اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ مردوں کو کسی قسم کا زیور پہننے کا اور عورتوں کو لڑائیوں میں کسی قسم کا حصہ لینے کا کوئی حق نہیں دیا گیا۔ آخر مرد بھی تو انگوٹھی پہنتے ہیں۔ اور عورتیں بھی جنگوں میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کا کام کرتی ہیں۔ دراصل مرد اور عورت کے حقوق میں مساوات رکھی گئی ہے نہ کہ فرائض میں۔ مگر افسوس یہ ایک آسان سی بات بھی اکثر مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ بلکہ حقوق اور فرائض میں کوئی فرق نہ کرسکنے کی وجہ سے مسلم خواتین کو اسلامی مساوات سے ہی کوسوں دور رکھتے ہیں جو کہ قابل افسوس ہے۔ اگر برادران اسلام اس نکتہ کو سمجھ لیتے۔ تو پھر مسلم خواتین کو مساوی حقوق کے دینے میں کوئی مزاحمت پیش نہ کرتے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے۔ کہ مرد اور عورت کو باہر جانے کا حق تو مساوی ہے۔ خواہ باہر کام کاج کی نوعیت مختلف ہی ہو۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اسلامی مساوات بین المسلمین والمسلمات

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صدق دکھانے والے مرد اور صدق دکھانے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنیوالی عورتیں اور خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنیوالے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں انکے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔ (۳۳-۳۵)

۱۔ پیدائشی مساوات

(۱) یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً۔" اے لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ جس نے تم کو ایک جنس سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ (۴-آیت ۱)

(۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝" اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم نے نطفہ کو لوتھڑا بنایا اور لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنایا۔ اور گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بنائیں۔ اور ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر ہم نے اسے ایک اور پیدائش دے کر اٹھا کھڑا کیا۔ پس اللہ بابرکت ہے جو سب بنانے والوں سے بہتر ہے۔" (۲۳-۱۲ تا ۱۴)

(۳) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ " اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا۔" (۴۹-۱۳)

(۴) وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۝ مِنْ نُطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ " اور کہ وہی دو جوڑے پیدا کرتا ہے نر اور مادہ نطفہ سے جب وہ ڈالا جاتا ہے" (۵۳-۴۵-۴۶)

(۵) إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ "ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا ہے۔" (۷۶-۲)

(۶) فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ
پس انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ گرائے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے۔ وہ پیٹھ اور پسلیوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے" (۸۶-۵،۶)

مذکورہ بالا آیات سے صاف طور پر ثابت ہے۔ کہ مرد اور عورت کی پیدائش کے لئے ایک ہی مادہ اور ایک ہی خمیر اور ایک ہی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور دونوں کو یکساں حالتوں میں سے گزرنا پڑتا ہے چنانچہ دونوں کی پیدائش پر اذان بھی جو کہ ایک مذہبی رسم ہے کانوں میں مساویانہ حیثیت سے دی جاتی ہے۔ اگرچہ عورت مرد کے مقابلے میں جسمانی قوت کے لحاظ سے قدرے کمزور ہوتی ہے۔ مگر اس کا فلسفہ یہ ہے۔ کہ عورت اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کر سکے۔ چونکہ ان فرائض کو پورا کرنے کے لئے شفقت محبت رحم اور نرمی کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے عورت میں یہ صفات بہ نسبت مرد کے زیادہ رکھی گئی ہیں۔ مگر نسبتاً اہل اسلام نے اپنی عورتوں کو دوسری قوموں کی عورتوں کے مقابلے میں بھی کمزور بنا دیا ہے۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے۔ کہ ان کو ایک عرصہ دراز سے نسلاً بعد نسلاً محبوس کر رکھا ہے۔ چنانچہ ان کی جوانی جو کہ ایک سرگرمیوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ گھر کی چار دیواری اور باہر جانے کی صورت میں بھی ڈولی کے اندر یا برقع میں پارسل کی طرح یا گھونگٹ اور آنچل کے قصوں جھگڑوں میں برباد ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ روح آزادی کے سلب ہو جانے سے ان کے تمام قویٰ کمزور ہو چکے ہیں۔ اور اب یہ حیلہ تراش لیا گیا ہے۔ کہ عورت کمزور ہی ہے دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ عام طور پر جتنی توجہ لڑکوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت اور نگرانی پر کی جاتی ہے۔ اتنی توجہ اکثر

والدین کی لڑکیوں کے متعلق ہرگز نہیں ہوتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان مظلوموں کے بارے میں یہ عقیدہ پہلے سے ہی ذہن نشین ہوتا ہے۔ کہ یہ ہماری نہیں ہیں۔ بلکہ صرف ان کو جہیز لے کر دوسروں کے گھروں کو آباد کرنا ہے کیا اس میں کچھ شبہ ہے۔ کہ لڑکوں کی پیدائش پر ہر خاندان اور ملک میں خوشی کی نوبتیں بجتی ہیں۔ مگر لڑکیوں کی پیدائش پر عموماً غم کی گھٹا چھا جاتی ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ " اور جب ان میں سے ایک کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور غم سے بھرا ہوتا ہے"۔ (۱۶-۵۸)

اب تیسری وجہ سنئے کہ ہر قسم کی ورزشیں لڑکوں کے لئے تو جائز سمجھی جاتی ہیں۔ مگر لڑکیوں سے کوئی ورزش نہیں کرائی جاتی۔ اگر عورتیں بھی مختلف قسم کی کھیلوں میں حصہ لیں۔ تو پھر ان کی جسمانی قوت اور صحت کیونکر کمزور رہے۔ کیا موجودہ یورپ کی عورتوں کی صحت اور قوت اس کا ثبوت نہیں ہے بھلا جس صنف کو اپنے قویٰ بھی استعمال کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ وہ اپنے اس حریف کے مقابلے میں جس کی جسمانی قوتیں۔ قوانین اور اصول صحت کے مطابق نشوونما پائی ہوں کمزور نہ ہوگی تو اور کیا ہوگی؟

چوتھی وجہ یہ ہے کہ بعض ملکوں میں عورتوں کی قوتوں کو پست بنانے کے لئے رسمی پردہ کا ڈھونگ نکالا گیا اور بعض ملکوں میں ان کے پاؤں چھوٹے کرنے کا رواج پا گیا۔ اور بعض ملکوں میں ان کی کمر کو کمزور بنانے کا دستور بن گیا۔ تاکہ ان کی خداداد آزادی اور طاقت کو چھین کر ان کو کمزور اور بزدل بنایا جائے۔ اور مردوں کے لئے ان پر قابو پانا اور ان پر حکومت کرنا آسان ہو جائے۔ مگر اس ظلم اور بے انصافی کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جن قوموں نے صنفِ نازک کے حقوق اور آزادی کو سلب کر لیا تھا۔ وہ ان قوموں کے مقابلے میں جن کی عورتیں آزاد اور تعلیم یافتہ تھیں۔ کبھی بھی میدان ترقی میں برابر نہ اتر سکیں۔ "عیاں را چہ بیاں"۔ "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا"۔ اب بھی عورتوں کو کمزور کہنے والے اصحاب اپنی عورتوں کو آزادی دے کر دیکھ لیں۔ کہ آیا یہ طبقۂ نسواں اتنا ہی کمزور ہے۔ جتنا کہ خیال کیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں اکثر حضرات کا یہ کہنا کہ عورت کی بناوٹ میں کوئی جسمانی نقص ہے۔ یا وہ ناقص العقل ہے۔ ان آیات کے خلاف ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ "یقیناً ہم نے انسان کو بہترین

صورت پر پیدا کیا ہے" (۹۵-۴)

(۲) اَلَّذِیْ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ "جس نے ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اچھا بنایا (۳۲-۷)

اللہ نے انسانی پیدائش کی مساوات کو کمال کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کی بیوی کے متعلق فرمایا کہ ہم نے اسے اسی کی جنس سے پیدا کیا۔ اسی طرح سے تمام مردوں کی بیویوں کے متعلق فرمایا۔ کہ انہیں ان کی جنس سے پیدا کیا جس میں مرد اور عورت کے اتحاد اور مساواتِ حقوق کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ ذیل کی آیات ملاحظہ ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ج "وہی ہے جس نے تم کو ایک جنس سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔ تاکہ وہ اس آرام حاصل کرے" (۷-۱۸۹)

عام مردوں کے متعلق

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا "اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے۔ تاکہ تم ان سے آرام حاصل کرو" (۳۰-۲۱)

اب اکثر مذہبی راہنما اور دیگر احباب فرماتے ہیں۔ کہ حضرت حواؑ حضرت آدمؑ کی پسلی سے بنائی گئی تھیں۔ اگر اس قول کو سچا مانا جائے۔ تو پھر ایسے حضرات کو ماننا پڑے گا۔ کہ ان کی بیبیاں بھی ان کی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ کیونکہ حضرت آدمؑ کی بی بی اور ان کی بیبیوں کے لئے نہ صرف ایک ہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ بلکہ ان کے پیدا کئے جانے کی غرض بھی مساوی بتلائی گئی ہے۔ یعنی ایک دوسرے سے آرام اور تسکین پائیں۔ اسی سلسلہ میں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اگر عورت عالم وجود میں نہ آتی۔ تو مرد کا وجود ہی نامکمل رہتا۔ کیونکہ جو مرد کے پیدا کرنے کی اصل غرض تھی۔ وہ ہرگز پوری نہ ہوتی۔ اور نہ انسانی مخلوقات میں کوئی ترقی ہوتی۔ بقول شخصیکہ ؎

تُو نہ ہوتی تو یہ عالم صورتِ ویرانہ تھا　　آفرینش تیری کارِ خالقِ فرزانہ تھا

گویا عورت ایک ایسی ضروری ہستی ہے۔ جس کے بغیر مرد بے چین ہی رہتا ہے۔ اور کوئی آرام حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی سبب ہے۔ کہ عورت کو مرد کا بہتر نصف (Better Half) کہا جاتا ہے۔

۲۔ ایمانی مساوات

(۱) لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ "نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو۔ لیکن بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے (۲-۱۷۷)

(۲) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا " اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور پچھلے دن کا انکار کرتا ہے۔ وہ گمراہی میں دور نکل گیا۔" (۴-۱۳۶)

مذکورہ بالا آیات کے ماتحت جیسے مسلمان مردوں کے لئے اللہ، رسول اور دیگر امور پر ایمان لانا ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ ویسے ہی مسلم خواتین کے لئے۔ اگر یکساں حکموں کے ماتحت بھی مساوی حقوق نہ ہوں تو پھر ایسے احکام دینا ہی عبث ٹھہرتا ہے

۳۔ وضو غسل۔ تیمم اور صفائی میں مساوات

(۱) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ط وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا ط وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ مِّنْہُ ط مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو۔ اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں (دھو لیا کرو) اور اگر حالت جنابت میں ہو تو نہا لیا کرو۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پہ ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے ہو کر آیا ہے یا تم نے عورتوں کو

چھوا ہے۔ پھر تم پانی نہ پاؤ۔ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔ اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرے۔ لیکن وہ چاہتا ہے۔ کہ تم کو پاک کرے۔ اور اپنی نعمت تم پہ پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔" (۵-۶)

(۲) وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ‎وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ "اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی سے دور رہ" (۷۴-۳)

مذکورہ بالا احکام مسلمین اور مسلمات دونوں کے لئے مساوی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کے بھی ان اعضا یعنی چہرہ و کہنیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں جو کہ انہوں نے وضو میں دھونے ہیں۔ کوئی پردہ نہیں۔ کیونکہ وضو غیر مردوں اور غیر عورتوں کے سامنے بھی کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ کے زمانے میں ہوتا تھا۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال کان الرجال والنساء یتوضئون فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمیعاً "ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے زمانے میں مرد اور عورتیں یکجا وضو کیا کرتے تھے" (بخاری) اگر ان اعضا کے چھپانے کا بھی کوئی حکم ہوتا۔ تو پھر نہ صرف عورتوں کو شریعت پر چلنا اور دنیاوی کاموں میں حصہ لینا مشکل ہو جاتا۔ بلکہ اللہ کا یہ قول "اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرے" عورتوں کے حق میں باطل ٹھہرتا۔ اللہ تو مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں طور پر تنگی نہیں چاہتا۔ مگر اللہ کے بندے رسمی پردہ کے حامی ہی اپنی عورتوں کے لئے آسانی نہیں چاہتے۔ چنانچہ رسمی پردہ کی وجہ سے اپنی عورتوں کا اتنا قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔ کہ ان کو اسلامی مساوات کے نزدیک ہی نہیں آنے دیتے۔ خواہ خدا کے احکام ہی باطل ہو جائیں۔ حالانکہ اللہ کا صاف ارشاد ہے۔ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا "ہم کسی کو مکلف نہیں کرتے مگر اس کی وسعت کے مطابق" (۶-۱۵۳) آیت نمبر ۲ میں مسلمین اور مسلمات کو پاکیزہ کپڑے رکھنے اور صاف ستھرا رہنے کی یکساں ہدایت کی گئی ہے۔ مگر اکثر جاہل مسلمانوں کی ذہنیت عورتوں کے متعلق یہ ہے۔ کہ اگر وہ صاف ستھری رہیں اور اچھے کپڑے پہنیں تو پھر ان کو فاحشہ عورتوں سے مشابہت دیتے ہیں۔ حالانکہ جو عورت صاف ستھری نہیں رہے گی۔ اس کی صحت بھی اچھی نہیں رہے گی۔ اور اس کی اولاد بھی گندی رہے گی۔ درحقیقت عورتوں کے صاف ستھرا رہنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ان کے خاوندوں کی توجہ غیر عورتوں کی طرف نہ جانے پائے۔ علاوہ ازیں صاف ستھرا رہنے والوں سے تو

خدا بھی محبت کرتا ہے۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ (۲-۲۲۲)

۴۱

۴۔ سمت قبلہ میں مساوات

(۱) وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّۃٌ "اور جہاں سے تو نکلے اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف پھیر دے اور جہاں کہیں تم ہو اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیر دو۔ تاکہ لوگوں کے لئے کوئی دلیل تمہارے خلاف نہ رہے۔" (۲-۱۵۰)

مذکورہ بالا احکام مسلمین اور مسلمات دونوں کے لئے مساوی ہیں۔ بھلا جب مسلمان مرد اپنے گھروں کے علاوہ باہر اور مسجد میں خانہ کعبہ کی طرف چہرہ کھلا رکھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ مسلم خواتین بھی اس مساوی حکم کے ماتحت اپنے گھروں کے علاوہ باہر اور مسجد میں نماز نہ پڑھیں۔ مگر حامیانِ رسمی پردہ اپنی عورتوں کو اس بات کی کبھی بھی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ ایسے حضرات اللہ اور رسول کے احکام کے مقابلے میں رسمی پردہ پر عمل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اسلام مردوں کی داڑھی اور عورتوں کے گھونگٹ میں پھنسا ہوا ہے۔ اگر بعض مسلمان مردوں نے داڑھی منڈا دی۔ یا مسلم خواتین نے غیر شخصوں کے سامنے اپنا نقاب الٹ دیا۔ تو بس اسلام نہ صرف خطرے میں پڑ گیا بلکہ جاتا رہا۔ ایسے عقل مندوں سے کوئی یہ پوچھے کہ ترکی اور مصر اور ایران کے اکثر مسلمان نہ تو داڑھی رکھتے ہیں اور نہ ان کی عورتیں اپنے چہروں پر نقاب ڈالتی ہیں۔ تو کیا اب وہاں اسلام نہیں رہا؟

۵۔ مسجدوں کو جانے اور نماز پڑھنے میں مساوات

(۱) وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ "اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جھک جانے والوں کے ساتھ جھک جاؤ۔" (۲-۴۳)

(۲) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْھَا اِلَّا خَآئِفِیْنَ ط لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکتا ہے۔ کہ ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے

اوران کے ویران کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کو مناسب نہ تھا۔ کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اوران کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے"۔ (۲-۱۱۴)

(۳) وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔"اور جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کو کم کرلو۔ اگر تمہیں ڈر ہو کہ جو کافر ہیں وہ تمہیں تکلیف پہنچائیں گے"۔ (۴-۱۰۱)

(۴) اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۔ "نماز مومنوں پر مقررہ اوقات پر فرض کی گئی ہے"۔ (۴-۱۰۳)

(۵) یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ "اے بنی آدم مسجدوں کو جاتے وقت اپنی زینت کو لے لیا کرو"۔ (۷-۳۱)

(۶) اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰٓی اُولٰٓئِکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ "اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے۔ اور نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ دی۔ اور اللہ کے سوائے کسی کا خوف نہ کیا سو امید ہے کہ یہ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں" (۹-۱۸)

(۷) وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ "اور نماز کو قائم کرو" (۳۳-۳۳)

(۸) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے۔ تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرو اور کاروبار کو چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو"۔ (۶۲-۹)

مذکورہ بالا آیات میں ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کو نہ صرف نماز کے قائم کرنے بلکہ مسجدوں کے آباد کرنے میں بھی مساوی حقوق دئے گئے ہیں۔ چنانچہ مسجدوں میں حاضر ہو کر نماز پڑھنے کے لئے یکساں الفاظ میں ندا کی جاتی ہے۔ "آؤ طرف نماز کے" "آؤ طرف کامیابی کے"۔ کیا ان الفاظ سے صرف

مردوں کو ہی پکارا جاتا ہے اور کیا وہی مسجدوں میں نماز کے لئے جمع ہوا کریں ؟ حالانکہ رسول اللہؐ اور آپؐ کے خلفاؓ کے وقتوں میں تو ہرگز ایسا نہیں ہوتا تھا ۔ بلکہ مرد اور عورتیں دونوں بغیر درمیان میں کوئی پردہ ہونے کے مسجدوں میں نمازیں پڑھتے تھے ۔ ان احادیث کو ملاحظہ کیجئے ۔

عن اسماء بنت ابی بکر قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کان منکن یومن باللہ والیوم الاخر فلا ترفع راسہا حتی یرفع الرجال رؤسہم کراھیۃ ان یرین من عورات الرجال

اسماء بنت ابوبکر سے روایت ہے ۔ میں نے سنا رسول اللہ صلعم سے فرماتے تھے جو عورت تم میں سے ایمان لائی ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر تو اپنا سر نہ اٹھائے ۔ جب تک مرد اپنا سر نہ اٹھائیں تاکہ نظر نہ پڑے کسی مرد کے ستر پر (ابی داؤد) عن سھل قال کان رجال یصلون مع النبی صلعم عاقدی ازدھم علی اعناقھم کھیأۃ الصبیان ویقال للنساء لا ترفعن رؤسکن حتی یستوی الرجال جلوساً ۔ سہل سے روایت ہے کہ مرد نبی کریم صلعم کے ساتھ اپنے تہبندوں کو اپنی گردنوں پر باندھتے ہوئے جیسا بچے کرتے ہیں نماز پڑھا کرتے تھے اور عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ اپنے سروں کو نہ اٹھاؤ یہاں تک کہ مرد ٹھیک بیٹھ جائیں ۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

ان احادیث سے صاف ہوتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان نہ تو کوئی پردہ ہوتا تھا اور نہ مسلم خواتین کے چہرے ڈھکے ہوتے تھے ۔ کیوں کہ اگر ان کے چہروں پر کوئی نقاب ہوتا ۔ یا ان کے درمیان کوئی پردہ ہوتا تو پھر رسول اللہ کو ایسی ہدایت دینے کی کوئی ضرورت نہ پڑتی ۔ چونکہ اس زمانہ میں مرد اس طرز سے تہہ بند باندھا کرتے تھے ۔ جس سے سجدہ کی حالت میں مقامات ستر کے کھل جانے کا اندیشہ رہتا تھا ۔ اس لئے اس قسم کی ہدایت عورتوں کو دی گئی تھی ۔ اب رسمی پردے کے حامیوں کو غور کرنا چاہئے ۔ کہ رسول اللہ نے ایسے حالات کے ماتحت بھی مسلم خواتین کو مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے نہیں روکا ۔ اب مسلمانوں کا منع کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے حالانکہ آج کل پتلون ۔ شلوار اور پاجامے استعمال کئے جاتے ہیں ۔ جن سے مقام ستر کے کھل جانے کا کوئی اندیشہ ہی نہیں رہتا ۔ ؎ خلاف پیمبر کسے راہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اب مسلم خواتین کو باوجود مساوی الفاظ میں پکارنے کے پھر بھی مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکنا درحقیقت قرآن مجید کے احکام سے منہ پھیرنا ہے حامیان رسمی پردہ اتنا بھی نہیں سمجھتے ۔ کہ جب آج

کل بھی وہی قرآن مجید اور سنت رسول ہے۔ جس پر رسول اللہؐ کے زمانے میں عمل ہوتا تھا۔ اور وہی اذان ہے جو کہ رسول اللہؐ کے وقتوں میں دی جاتی تھی۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ رسول اللہؐ کے زمانے کی طرح مسلم خواتین بھی مسجدوں میں آکر نمازیں نہ پڑھیں۔ اب اکثر مسلمانوں کا یہ کہنا کہ مسلم خواتین کا مسجدوں میں آکر نماز پڑھنا منع ہے۔ دراصل اللہ پر افترا کرنا ہے۔ اور جو قوم اللہ پر افترا کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ کامیابی سے محروم رہتی ہے۔ جیساکہ کلام ربانی سے ثابت ہوتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ط "جو اللہ پر جھوٹ بناتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے" (۱۰-۶۹) حقیقتاً ایسا کہنے والے صاحبان نہ صرف اللہ پر بلکہ اس کے رسول پر بھی افترا کرتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلعم کا صاف ارشاد ہے کہ مسلم خواتین کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے منع مت کرو۔ ذیل کی احادیث ملاحظہ ہوں۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استاذنت امراۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعنھا (متفق علیہ) روایت ہے ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے جس وقت کہ اجازت مانگے عورت ایک تمہاری طرف مسجد کے پس نہ منع کرے اس کو (بخاری و مسلم) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ولکن لیخرجن وھن تفلات ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت منع کرو اللہ کی لونڈیوں کو مسجدوں میں جانے سے لیکن وہ جب نکلیں کوئی خوشبو لگائے ہوئے نہ ہوں (ابی داؤد) عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استاذنکم نساءکم باللیل الی المسجد فاذنوا لھن روایت ہے ابن عمر سے کہ فرمایا نبی کریم صلعم نے جب اجازت چاہیں تم سے عورتیں تمہاری رات میں طرف مسجد کے پس اجازت دو ان کو (بخاری) رات کے وقت اس کا زیادہ احتمال ہے۔ جس کے خوف سے دن کے وقت بھی مسلمان اپنی عورتوں کو مسجدوں میں نہیں جانے دیتے۔ کہاں رسول اللہ صلعم کے مذکورہ بالا ارشادات اور کہاں مسلمانوں کے موجودہ حالات۔ مولانا حالی نے کیا خوب فرمایا ہے

کتاب اور سنت کا ہے نام باقی ۔۔۔ خدا اور نبیؐ سے نہیں کام باقی

عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم مکث قلیلا وکانوا یرون ذالک

کیما ینفذ النساء قبل الرجال ام المومنین ام سلمہ سے روایت ہے رسول اللہ صلعم جب سلام پھیرتے تھوڑی دیر ٹھہر جاتے لوگ اس کی وجہ یہ سمجھتے تھے کہ عورتیں مردوں سے پہلے چلی جاویں (ابی داؤد) عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلعم اذا سلم قام النساء حین یقضی تسلیمہ ومکث یسیراً قبل ان یقوم قال ابن شھاب فاری واللہ اعلم ان مکثہ لکی تنفذ النساء قبل ان یدرکھن من انصرف من القوم ام سلمہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلعم جب سلام پھیرتے تو جس وقت سلام ختم ہو چکتا عورتیں اٹھ جاتیں۔ اور آپ اٹھنے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھیرے رہتے۔ ابن شہاب نے کہا میں خیال کرتا ہوں واللہ اعلم کہ آپ کا ٹھیرنا اس واسطے تھا۔ کہ عورتیں چلی جائیں۔ اس سے پہلے کہ انہیں وہ لوگ پائیں جو نماز سے فارغ ہو کر نکلیں (بخاری کتاب الصلوٰۃ) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ پردہ کے احکام کے بعد بھی عورتیں مسجدوں میں نماز کے لئے آتیں۔ اور مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتی تھیں ورنہ مردوں کا اتنی دیر ٹھہر جانا کہ عورتوں کو پا نہ سکیں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ عن عائشۃ قالت لقد کان رسول اللہ صلعم یصلی الفجر فتشھد معہ نساءٌ من المومنات متلفعات فی مروطھن ثم یرجعن الی بیوتھن ما یعرفھن احدٌ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم فجر کی نماز پڑھتے تو آپ کے ساتھ مومن عورتیں حاضر ہوتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئیں پھر اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں۔ ان کو کوئی پہچانتا نہ تھا۔ (بخاری) مذکورہ بالا احادیث سے صاف ثابت ہے کہ عورتیں مردوں کی طرح شریک نماز ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ فجر کی نماز میں آتی تھیں۔ مگر آج کل یہ سنت نبوی مسلمانوں میں بالکل متروک ہے۔ اور پردہ کو ایک بت بنا لیا گیا ہے۔ جس کے سامنے سنت نبوی کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہی۔ مولانا حالی نے کیا خوب کہا ہے۔

رہا دین باقی نہ اسلام باقی　　اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اکثر مولوی صاحبان اس حدیث سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ عورتوں کے چہروں پر نقاب ہوتا تھا۔ اس لئے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ اب یہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ مسلم خواتین اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ جیسا کہ مسلم کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلعم لیصلی

الصبح فتنصرف النساء متلفعات بمروطهن ما يعرفن من الغلس۔ غلس کے معنی اندھیرے کے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر تاریکی نہ ہوتی تو پہچانی جاتیں۔ عن ابن عمر قال كانت امرأة لعمر تشهد صلوٰة الصبح والعشاء فی لجمعة فی المسجد فقيل لها لم تخرجين وقد تعلمين ان عمر يكره ذلك ويغار قالت لما يمنعه ان ينهانی قال يمنعه قول رسول الله صلعم لا تمنعوا اماء الله مساجد الله۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا حضرت عمرؓ کی ایک بیوی تھیں۔ صبح اور عشا کی نماز باجماعت مسجد میں شامل ہوتی تھیں تو کسی نے انہیں کہا کہ تم جانتی ہو کہ عمرؓ اسے ناپسند کرتے ہیں اور غیرت کرتے ہیں تو کیوں نکلتی ہو کہا انہیں مجھے منع کرنے سے کیا مانع ہے کہا انہیں نبی صلعم کا قول روکتا ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ (بخاری کتاب الجمعہ) اب یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ نے مسلم خواتین کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔ بالکل غلط ہے۔ بھلا جب وہ خود باوجود اتنے غیرت مند ہونے کے اپنی بیوی کو منع نہ کر سکے۔ تو پھر دوسری عورتوں کو کیوں کر منع کر سکتے تھے۔ اگر کسی حدیث کی رو سے مسلم خواتین کو مسجدوں میں جانے کی ممانعت ہوتی۔ تو پھر حضرت عمر فاروقؓ ضرور اس پر عمل کر کے اپنی بیوی کو مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے سے منع کر دیتے۔ اب اس کے خلاف اکثر مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ اپنی عورتوں کو سینما۔ نمائش اور زیارتوں کے دیکھنے کے لئے تو باہر لے جائیں گے۔ مگر نماز کے لئے مسجدوں میں نہیں لائیں گے۔

دوستو جو نماز کا طریقہ عورتوں کے لئے رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں رائج تھا۔ اسی کو جاری کرنا چاہیئے کیونکہ اسی میں مسلمانوں کی ترقی و بہبودی ہے۔ اللہ اور رسولؐ کے قانون اور طریقہ کو چھوڑ کر خود ساختہ قانون اور طریق پر چلنے سے سراسر تنزلی اور خواری ہے۔ اگر حامیان رسمی پردہ اپنی عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے منع نہ کرتے۔ تو اس سے ایک تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی مخالفت نہ ہوتی۔ دوسرے مسلم خواتین کی آزادی برقرار رہتی۔ اور بجائے زیارت گاہوں۔ سینما۔ نمائش اور کلبوں میں جانے کے مسجدوں میں آکر نمازیں پڑھتیں۔ اور وعظ اور نصیحت کی باتیں سنتیں۔ اور ان مردوں کو جو مسجدوں میں نہ آتے شرم و غیرت دلاتیں۔ اور تیسرے جب وہ اپنے بچوں کو ساتھ لاتیں۔ تو بچے ان کو نماز پڑھتے دیکھتے۔ تو وہ ماں کا نمونہ دیکھ کر نمازی اور نیک بن جاتے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہمارے بزرگ

سپکے نمازی اور صالح تھے۔ غرضیکہ عورتوں کی آزادی اور مساوات میں فائدہ ہی فائدہ تھا۔ اگر آزادی میں کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ تو پھر مردوں کو بھی آزادی نہ دی جاتی۔ اب اہل اسلام نے مسلم خواتین کو خداداد آزادی اور مساوات سے محروم کرکے کیا فائدہ اٹھایا؟ سوائے اس کے کہ ان کے دلوں میں اس بات کا یقین کامل ہو گیا۔ کہ ان کے لئے اسلام میں بجز قید کے کسی قسم کی آزادی اور مساوات کا نام ونشان نہیں۔ اس لئے انہوں نے یورپ کی عورتوں کی تقلید کرنی شروع کر دی۔ جو کہ موجودہ قید اور گھٹا ٹوپ کے مقابلے میں کئی درجے اچھی ہے۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھ لیجئے۔ کہ مسلم خواتین قرآن مجید۔ حدیث شریف اور فقہ کی رو سے آزادی حاصل کرنے میں ناکامیاب ٹھہریں۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ یہ تینوں چیزیں مذہبی راہ نماؤں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جو کہ عورتوں کی آزادی کے مخالف ہیں۔ مگر انگریزی کے پڑھنے۔ سینما کے دیکھنے اور ٹینس کے کھیلنے سے وہ آزادی کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ تینوں چیزیں ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جو کہ عورتوں کی آزادی کے حامی ہیں۔

البتہ اس میں کوئی شک نہیں۔ اگر مسلم خواتین قرآن کریم اور حدیث کے ماتحت اپنی آزادی اور مساوات حاصل کرتیں۔ تو وہ اپنے اندر وہی صفتیں پیدا کرتیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرنے والے کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ جس نمونہ کی تقلید کی جائے۔ تقلید کرنے والا اس کی صفات میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لے گا۔ مگر یہ تمام قصور مذہبی پیشواؤں اور لیڈران قوم کا ہے جنہوں نے قرآن پاک اور حدیث شریف کے ماتحت اسلامی آزادی اور مساوات کے الفاظ بھی مسلم خواتین کے کانوں تک نہ آنے دئے۔ بلکہ اپنی عورتوں کو بجائے مسلم خواتین کی راہ نمائی یعنی اسلامی آزادی اور مساوات کا نمونہ پیش کرنے کے اپنے گھروں میں بند اور باہر پارسل بنا کر رکھا۔ اور جو سلوک عورتوں کے ساتھ زمانۂ جاہلیت میں کیا جاتا تھا۔ اس میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ اس لئے بعض مسلم خواتین کو مجبوراً یورپین لیڈیز کی تقلید کرنی پڑی۔ جس میں وہ بے قصور ہیں۔ "مرتی کیا نہ کرتی"۔ علاوہ ازیں اکثر مردوں کے دلوں میں اس بات کا پختہ یقین ہو گیا ہے۔ کہ لیڈران قوم اور مذہبی راہ نماؤں میں اتنی قابلیت اور جرأت نہیں کہ قوم کی صحیح راہ نمائی کر سکیں۔ لہٰذا انہیں چھوڑ دیا جائے۔ جیسا کہ ترکوں نے ملانوں کو چھوڑ دیا۔ بلاشبہ قوم لائق لیڈروں کے ہاتھوں سے ہی بنتی ہے اور

نالائق لیڈروں کے ہاتھوں سے ہی تباہ ہوتی ہے۔

۶۔ روزہ رکھنے میں مساوات

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ " اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسا کہ ان لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم متقی بنو۔ چند دن۔ پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو۔ تو اور دنوں سے گنتی پوری کی جائے۔ اور جو اس میں مشقت پاتے ہیں وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔ پھر جو کوئی تکلف سے نیکی کرتا ہے۔ وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم مانو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا۔ لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی اور حق و باطل کو الگ کر دینے کی کھلی دلیلیں ہیں۔ پس جو کوئی تم میں سے اس مہینہ کو پائے۔ تو چاہئے کہ اس کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو۔ تو اور دنوں سے گنتی پوری کی جائے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا۔ اور کہ تم گنتی کو پورا کرو۔ اور اللہ کی بڑائی کرو۔ اس لئے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی۔ اور تاکہ تم شکر کرو۔" (۲۔ ۱۸۳ تا ۱۸۵)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کے لئے مساوی طور پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ اب رسمی پردہ کے حامی یہ کیوں نہیں کہتے کہ صرف مرد روزے رکھیں۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ روزہ رکھنے سے رسمی پردہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ اس لئے مسلم خواتین کو روزہ رکھنے سے منع نہیں کرتے۔ مگر قرآن مجید اور حدیث شریف کے جن حکموں پر باہر عمل کرنے سے عورتوں کے نقاب اور گھونگٹ پر زد پڑتی ہے۔ انہیں میں ان کو

مساوات دینے سے انکار کیا جاتا ہے۔ مثلاً مسجدوں میں اعتکاف کرنے۔ عیدگاہوں میں نماز پڑھنے مردوں کے ساتھ تکبیر کہنے۔ حالانکہ رسول اللہ کے زمانے میں مسلمات یہ کام بھی مردوں کے دوش بدوش کرتی تھیں ذیل کی احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) اور تھی میمونہ تکبیریں کہتی دن قربانی کے اور عورتیں تکبیریں کہتی تھیں پیچھے آبان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے تشریق کی راتوں میں ساتھ مردوں کے مسجد میں (بخاری)

(۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کریں گے۔ تو حضرت عائشہ نے بھی آپ سے اجازت مانگی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ (بخاری کتاب الصوم)

(۳) ام عطیہ سے روایت ہے۔ ہم کو رسول اللہ نے حکم دیا مستورات کے نکالنے کا عید کے روز آپ سے پوچھا گیا۔ حائضہ عورتوں کو بھی نکالیں۔ آپ نے فرمایا ان کو آنا چاہئے۔ بہتری کی جگہ میں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونا چاہئے۔ (ابی داؤد)

۷۔ حج کرنے میں مساوات

(۱) اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝ "بے شک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں میں سے ہیں۔ پس جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے اور جو کوئی شوق سے نیکی کرتا ہے۔ تو یقیناً اللہ قدردان اور جاننے والا ہے۔" (۲-۱۵۸)

(۲) وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط "اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔" (۲-۱۹۶)

(۳) وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط "اور لوگوں پر اللہ کے لئے اس گھر کا حج کرنا ہے اس پر جو اس تک راہ پا سکے۔" (۳-۹۶)

(۴) ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ "پھر چاہئے کہ اپنی میل کچیل دور کریں اور اپنی منتوں کو پورا کریں اور قدیم گھر کا طواف کریں۔" (۲۲-۲۹)

(۵) وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ

وَالْقَائِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ "اور جب ہم نے ابراہیم کے لئے خانہ (کعبہ) کی جگہ مقرر کر دی ۔ کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر"۔ (۲۲-۲۶)

(۶) لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ط "اگر اللہ نے چاہا تو تم ضرور مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہو گے ۔ اپنے سر منڈواتے اور بال کترواتے کچھ خوف نہ کرو گے"۔ (۴۸-۲۷)

مذکورہ بالا آیات میں ان مسلمین اور مسلمات پر جو اخراجات برداشت کر کے خانہ کعبہ تک جا سکیں۔ حج کرنا مساوی طور پر فرض کیا گیا ہے ۔ اسی طرح سے دونوں کے لئے صفا اور مروہ کا طواف کرنا بھی حج کے ارکان میں سے ہے۔ صفا اور مروہ وہ مقام ہیں۔ جہاں حضرت ہاجرہ حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے پانی کی تلاش میں دوڑتی تھیں۔ ان کے عظیم الشان صبر اور کوشش کا یہ ثمرہ اللہ نے دیا۔ کہ ان دونوں پہاڑوں کو الٰہی نشان قرار دیا۔ اب جیسے خانہ کعبہ کا جس کی بنیاد حضرت ابراہیم نے رکھی طواف کرنا ضروری ہے ۔ اسی طرح سے صفا اور مروہ کا بھی ۔ گویا ارکان حج میں سے ایک وہ ہے جس کی بنیاد حضرت ابراہیمؑ نے رکھی اور دوسرا وہ جس کی بنیاد ان کی زوجہ مطہرہ نے رکھی ۔ جو کہ مردوں اور عورتوں کی مساوات پر ایک اعلیٰ دلیل ہے ۔ جب حضرت ہاجرہ ان پہاڑیوں کے ارد گرد کھلے چہرے دوڑی تھیں۔ تو پھر کس واسطے مسلم خواتین بھی ارکان حج کو کھلے چہرے ادا نہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں حج میں چہرہ کھلا رکھنے کی ہدایت کی گئی ۔ اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے

وَلبست عائشة الثياب المعصفرة وهي محرمة وقالت لا تلثم ولا تتبرقع ولا تلبس

اور حضرت عائشہ نے کسم میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے ۔ اور وہ احرام باندھے ہوئے تھیں۔ اور فرماتی تھیں کہ عورت ہونٹ نہ چھپائے نہ برقعہ (چہرہ پر) ڈالے ۔ (بخاری کتاب المناسک)

حج کے دنوں میں بھی جب کہ لوگوں کا بڑا بھاری مجمع ہوتا ہے ۔ عورتوں کو چہرہ کھلا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ اگر قرآن حکیم میں چہرہ ڈھانکنے کا حکم ہوتا۔ تو پھر ایسا استدلال صریحاً کلام ربانی کے خلاف ٹھہرتا ۔ اور یہ حضرت عائشہؓ کی شان کے شایاں نہیں ۔ کہ وہ کلام الٰہی کے خلاف حکم دیں۔ اب اکثر احباب

یہ کہتے ہیں۔ کہ حج میں تو عورتیں چہرہ کھلا رکھیں۔ مگر دوسرے وقتوں میں نقاب ڈالیں۔ اب ایسے عقلمند صاحبان سے یہ دریافت کیا جاتا ہے۔ کہ اگر یہ نتیجہ درست ہے۔ تو پھر کیوں نہ قرآن پاک کے ان الفاظ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج (۲۔۱۹۷) سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ حج کے دنوں میں گالی گلوچ اور جھگڑا نہ ہو۔ مگر دوسرے وقتوں میں ہو۔ جو جواب اس کا دیا جائے وہی جواب حج میں چہرہ نہ ڈھانکنے کے متعلق سمجھ لیا جائے۔ حقیقتاً ایام حج میں چہرہ کھلا رکھنے والی روایت سے مسلمات کو یہ سکھایا گیا ہے۔ کہ جب آپ اتنے بڑے مجمع میں ایک دوسرے کے سامنے بے نقاب ہو کر بدنظری سے بچتی اور اپنی شرمگاہوں کی محافظت کرتی ہیں۔ تو اسی طرح سے ہر جگہ حفاظت کریں۔ اب اکثر مسلم خواتین کا اتنے بڑے عظیم الشان مجمع میں غیروں کے سامنے کھلے چہرے پھرنا اور اپنے وطن آکر منہ پر نقاب ڈالنا اور غیروں کے سامنے کھلے چہرے نہ آنا کوئی عقلمندی نہیں۔

حج کے ایام میں قربانی کے بعد ایمان داروں کو سر منڈانے اور بال کتروانے اور اپنی میل کچیل کو دور کر کے صاف ستھرا رہنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔ جیسا کہ آیت نمبر ۱۴ سے ثابت ہے۔ یہ احکام بھی مردوں اور عورتوں کے لئے مساوی ہیں۔ سوائے اس کے کہ مسلم خواتین اپنے بالوں کو کتروائیں۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی النساء الحلق انما علی النساء التقصیر روایت ہے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے نہیں ہے عورتوں کو سر منڈانا مگر بال کتروانا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ دارمی) اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ احرام کھولنے پر مسلم خواتین کے لئے سر کے بالوں کا کتروانا ایسا ہی واجب ہے۔ جیسا کہ مردوں کو سر منڈانا۔ یہ فرق اس واسطے رکھا گیا ہے۔ کہ عورتیں سر کے بالوں کو زینت سمجھتی ہیں۔ اور مرد نہیں سمجھتے۔ البتہ جو مرد اپنے سر کے بالوں کو زینت سمجھ کر رکھتے ہیں۔ ان کو بھی کتروانے کا ہی حکم ہے۔ گویا اس طرح سے مردوں اور عورتوں کے بال کتروانے میں بھی مساوات ہو جاتی ہے۔ جب مسلم خواتین کے لئے ایام حج میں سر کے بال کتروانا واجب ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ دوسرے وقتوں میں نہ کتروائیں؟ کیا مرد صرف ایام حج میں سر منڈاتے ہیں۔ اور دوسرے وقتوں میں نہیں منڈاتے؟ بلکہ جس کام کا کرنا حج کے دنوں میں واجب یا مستحب ہو

اگر وہی کام دوسرے وقتوں میں کیا جائے۔ تو زیادہ ثواب کا باعث ہوتا ہے۔ بلاشبہ بال کتروانے میں یہ حکمت ہے۔ کہ جب وہ کانوں کی لو سے نیچے بڑھ جاتے ہیں۔ تو تیل وغیرہ لگانے کی وجہ سے وہ کپڑوں کو خراب اور میلا کر دیتے ہیں۔ اور ان سے بدبو آنی شروع ہو جاتی ہے۔ گویا بالوں کا کتروانا صفائی میں داخل ہے۔

۸۔ زکوٰۃ دینے میں مساوات

(۱) وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ج "اور اس کی محبت کے لئے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو اور غلام آزاد کرنے میں مال دے۔" (۲-۱۷۷)

(۲) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ ان اچھی چیزوں سے خرچ کرو۔ جو تم کماتے ہو۔ اور اس سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے۔ اور ردی چیز (دینے کا) قصد نہ کرو۔ اس میں سے خرچ کرو گے۔ حالانکہ تم خود اس کو لینے والے نہیں۔ سوائے اس کے کہ اس کی قیمت کم کراؤ اور جان لو کہ اللہ غنی تعریف کیا گیا ہے۔" (۲-۲۶۷)

(۳) اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ط فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝ "زکوٰۃ صرف ناداروں کے لئے ہے۔ اور مسکینوں اور اس کے کارکنوں (کے لئے) اور جن کے دل مائل کرنا ہے۔ اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرض داروں (کے لئے) اور اللہ کی راہ میں اور مسافر (کے لئے) یہ اللہ کی طرف سے ضروری ٹھیرایا گیا ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے" (۹-۶۰)

(۴) قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً "کہدے میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں کہ وہ نماز کو قائم کریں اور اس سے جو ہم نے ان کو دیا ہے چھپے اور علانیہ خرچ کریں۔" (۱۴-۳۱)

(۵) وَآتِيْنَ الزَّكوٰةَ "اور زکوٰۃ دو"۔ (۳۳-۳۳)

(۶) اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ

صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور (جو) اللہ کے لئے اچھا مال الگ کرتے ہیں ان کے لئے بڑھایا جائے گا اور ان کے لئے عزت والا اجر ہے"۔ (۵۷-۱۸)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو زکوٰۃ اور خیرات دینے میں بھی مساوات دی گئی ہے اب اگر مسلم خواتین مردوں کی طرح باہر بھی کام کر کے جائز طور پر کچھ نہ کمائیں اور نہ اپنی کمائی سے زکوٰۃ دیں۔ تو پھر ان کو زکوٰۃ اور خیرات دینے کا مساوی حکم بے معنی ٹھہرتا ہے۔ کیوں کہ جب وہ کمائیں گی نہیں تو زکوٰۃ کیسے دیں۔ اب جن مسلم خواتین کی زندگی کا یہ پروگرام ہو کہ دن بھر میں کتنے پان کھائے اور کتنے گھنٹے پلنگ پر لیٹی رہیں یا بطور باورچن کے گھر کا کام یا بطور سپروائزر کے ماماؤں کے کام کی نگرانی کرتی رہیں۔ بھلا اب وہ زکوٰۃ اور خیرات کیا دیں۔ زکوٰۃ تو انہوں نے اپنی کمائی سے دینی ہے نہ کہ خاوند کی کمائی سے۔ یہ تمام مہربانی رسمی پردہ کی ہے۔ جس نے پردہ نشین عورتوں کو عضو معطل نکما اور آرام طلب بنا رکھا ہے۔ حالانکہ عورتوں کو بھی خدا نے کام کرنے کی غرض سے پیدا کیا ہے اس آیت کو ملاحظہ کیجئے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا "کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے" (۲۳-۱۱۵) آیت نمبر ۲ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں بھی چھپا کر اور علانیہ خرچ کریں۔ جس طرح سے مرد چھوٹے اور بڑے جلسوں میں جا کر اپنے چندوں کو دیتے یا اعلان کرتے ہیں۔ اسی طرح سے عورتیں بھی کریں۔ تاکہ دوسروں کو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہو۔ گویا اللہ نے نہ صرف روپیہ کے کمانے بلکہ اس کے خرچ کرنے میں بھی مساوات دی ہے۔ بعض احباب یہ کہتے ہیں کہ مسلم خواتین اس ترکہ سے جو ان کو ملے زکوٰۃ دیں۔ مگر لطف کی بات تو یہ ہے۔ کہ اکثر عورتوں کو ترکہ ملتا ہی نہیں۔ ایسے حضرات سے یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ کیا مرد بھی اسی ترکہ سے جو ان کو ملے زکوٰۃ دیں۔ اور اگر وہ کما کر بھی زکوٰۃ دیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اسی طرح سے عورتیں بھی کما کر زکوٰۃ۔ خیرات اور صدقہ نہ دیں۔ جبکہ دونوں کے لئے حکم مساوی ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جہاد بھی زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف یکساں طور پر تھا۔ اگر مسلم خواتین کو خود کما کر اپنی جائداد پیدا نہیں کرنی تھی۔ تو پھر خدا نے بیوی کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی جائداد سے شوہر کے لئے نصف حصہ کیوں مقرر کیا۔ یہ آیت ملاحظہ ہو۔ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ "اور تمہارے

لئے اس کا نصف ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑیں"۔(۴-۱۲)

دراصل عورتوں کے کمانے اور اپنی جائداد کے پیدا کرنے میں ایک حکمت تو یہ ہے۔ کہ وہ خود اپنی کمائی سے زکوٰۃ اور خیرات دے سکیں۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ وہ اپنی آزادی کو قائم رکھ سکیں۔ اور خواہ مخواہ بھی اپنے خاوندوں کی دست نگر اور لونڈیاں بن کر نہ رہیں۔ جس سے ان کی آزادی میں فرق آجائے۔ چنانچہ اکثر جاہل مرد اپنی عورتوں کو جوتی سے تشبیہ دیتے ہیں کہ درست آئی تو رکھ لی ورنہ چھوڑ دی۔ اگر وہی عورتیں تعلیم یافتہ ہوتیں۔ اور کوئی کام کر کے اپنی جائداد پیدا کر لیتیں۔ تو پھر وہ ہرگز ایسی دل آزار باتیں نہ سنتیں اور نہ اپنے آپ کو اتنا گرا کر رکھتیں۔ کیونکہ خاوند اور بیوی تو برابر کا جوڑا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک شاہد ہے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط " وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو"۔(۲-۱۸۷) اب مسلم خواتین کا اپنے مساوی حقوق کو مردوں کے سپرد کر دینا اور پھر ان کے رحم اور کرم پر زندگی بسر کرنا کوئی عقلمندی نہیں۔ بلکہ زمانۂ جاہلیت کی غلامی کا نشان ہے۔

اب رسمی پردہ کے اکثر حامیوں کا یہ کہنا کہ عورتیں گھروں سے باہر کام کرنے کے لئے پیدا نہیں کی گئیں سراسر غلط ہے۔ حقیقتاً ایسے کلمات وہی حضرات کہتے ہیں۔ جو کہ اپنی عورتوں کے مساوی حقوق اور آزادی کو دبا کر رکھتے ہیں۔ اور ان کو بطور مال یعنی ملکیت کے سمجھتے ہیں۔ اور یہ نہیں چاہتے کہ عورتیں کوئی جائز کام کر کے بھی اپنی جائداد پیدا کر سکیں۔ اس کا باعث یہ ہے ۔ کہ انہیں اس بات کا ڈر ہے۔ جب عورتوں نے اپنی روزی یا جائداد خود پیدا کر لی۔ تو پھر وہ مردوں سے اتنی دب کر نہیں رہیں گی۔ گویا غلامی سے آزاد ہو جائیں گی۔

تیسری حکمت یہ ہے۔ کہ جب کبھی خدا نخواستہ خاوند بیمار یا بے روزگار ہو جائے۔ یا خاوند طلاق دے دے۔ یا کوئی اور غیر متوقع حادثہ ہو جائے۔ تو عورت خود اپنے گھر کے اخراجات برداشت کر سکے یہی سبب ہے۔ کہ اس نے کام کر کے اپنی جائداد علیحدہ رکھنی ہے۔ تاکہ مشکل وقت پر کام آئے۔ ورنہ خاوند اس کے تمام اخراجات کا ذمہ دار ہے۔ کیونکہ وہی اس کی وفات کے بعد اس کی نصف جائداد کا وارث بنتا ہے دراصل عورتوں کو مہر دینے کی غرض بھی یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ اس روپیہ سے کوئی تجارت کر کے اپنی جائداد

ں۔ مگر افسوس اکثر مسلمان وہ بھی اپنے ذمہ بطور قرضہ کے رکھتے ہیں۔ اور جب کبھی بیوی نے طلب
ں کر بتلا دیا۔ کہ یہ تو قرض حسنہ (مہنا) ہے۔ ہوگا تو دیں گے ورنہ بخش دینا۔ چنانچہ مرتے وقت بخشوا
حالانکہ عورتوں کو مہر بلا بدل دینے کا حکم ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ
ور عورتوں کو ان کے مہر بلا بدل دو"۔ (۴۔۴)

نتی حکمت یہ ہے۔ کہ مرد اور عورت دونوں ہی کام کر کے دولتمند اور خوشحال رہیں۔ تاکہ قوم میں خدا کی صفات
اب کا ظہور رہو۔ اور لوگوں کے دلوں میں یہ بدظنی پیدا نہ ہو۔ کہ اسلام لوگوں کو مفلس بیکار اور نکما
م دیتا ہے۔ اب جو قوم اس تعلیم پر کاربند نہ ہوگی۔ وہ دوسری قوموں کی قرضدار ہی رہے گی۔ اور
ے کر اپنی جائداد کو تباہ کرے گی۔ اور مفلسی کی حالت سے کبھی نہیں نکلے گی۔

ب زکوٰۃ۔ صدقات اور خیرات کے لینے والوں میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ
سے ثابت ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ کمانے والوں میں دونوں شامل نہ ہوں۔ اسی طرح سے زکوٰۃ
ت کے وصول کرنے والوں میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ جیسا کہ العٰملین کے لفظ سے ثابت
۔ گویا زکوٰۃ اور چندہ کے جمع کرنے میں بھی مساوات رکھی گئی ہے۔

۹۔ گھر سے باہر کام کاج کرنے میں مساوات

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ
ن بَعْضٍ" ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع
۔ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے سے ہو"۔ (۳۔۱۹۴)

۱۱ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ
نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝
لی آرزو نہ کرو۔ جس سے اللہ نے تم کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کا حصہ ہے جو وہ
ر عورتوں کا حصہ ہے جو وہ کمائیں۔ اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو۔ اللہ ہر چیز کا جاننے
"۔ (۴۔۳۲)

(۳) وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ "اور یقیناً ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور تمہارے لئے اس کے اندر روزی کے سامان رکھے۔تم بہت کم شکریہ کرتے ہو" (۷۔۱۰)

(۴) قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ "کہ ہر ایک اپنے طریق پر عمل کرتا ہے" ۔ (۱۷۔۸۴)

(۵) وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى "اور کہ انسان کے لئے کچھ نہیں مگر وہی جو وہ کوشش کرتا ہے"۔ (۵۳۔۳۹)

(۶) فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ "پس جب نماز ہو چکے۔تو زمین میں پھیل جاؤ۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو" (۶۲۔۱۰)

(۷) اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى "بے شک تمہاری کوشش الگ الگ ہے"۔ (۹۲۔۴)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو باہر بھی ذریعہ معاش اختیار کرنے کے مساویانہ حقوق دئیے گئے ہیں۔کیونکہ دونوں کے لئے باہر بھی روزی کے سامان یکساں رکھے گئے ہیں۔جیسا کہ آیت نمبر ۳ سے ثابت ہے البتہ جستجو کرنا شرط ہے۔ اسی لئے آیت نمبر ۶ میں تلاش کرنے کا حکم دیا گیا۔چونکہ تلاش کرنا کوشش کرنے پر منحصر ہے۔اس لئے آیت نمبر ۵ میں کوشش کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔اب مسلم خواتین کو رسمی پردہ کی وجہ سے گھروں سے باہر کام کرنے کی اجازت نہ دینا گویا ان کو اللہ کے فضل و کرم یعنی تجارت اور علم اور دیگر کاروبار سے محروم رکھنا ہے۔اور جب عورتیں اللہ کے فضل سے محروم ہو گئیں۔ تو پھر مرد کیوں محروم نہ ہوں۔یہی وجہ ہے۔کہ بہت کم مسلمان تجارت میں حصہ لیتے ہیں۔بے شک انسان کی کوشش مختلف (الگ الگ) ہے۔ جیسا کہ آیت نمبر ۷ سے ظاہر ہے۔کیونکہ ہر ایک مرد اپنی اپنی استطاعت۔لیاقت اور مذاق کے مطابق باہر کام کرنا پسند کرتا ہے۔کوئی ملازمت۔کوئی تجارت۔کوئی زمینداری کوئی دستکاری کوئی مزدوری۔اسی طرح سے عورتیں بھی۔غرضیکہ ان آیات سے یہ سکھلایا گیا ہے۔کہ مرد اور عورت اپنی اپنی طاقت۔لیاقت عادت کے مطابق دنیا کے تمام کاموں میں حصہ لیں۔اگرچہ ان کاموں میں حصہ لیتے وقت ان کی حیثیتیں مختلف ہوں۔خواہ کوئی تھوڑا کام کرے یا زیادہ کوئی مشکل کام کرے یا آسان۔اب مذکورہ بالا آیات سے منہ پھیرنا درحقیقت اپنی روزی کو تنگ کرنا ہے۔جیسا کہ قرآن مجید ناطق ہے۔وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ

مَعِيْشَةً ضَنْكًا" اور جو کوئی میری نصیحت سے منہ پھیرے گا۔ تو اس کے لئے تنگی کی روزی ہے"۔ (۲۰-۱۲۴)

بھلا جس قوم کی نصف آبادی یعنی عورتیں بطور عضو معطل کے گھروں میں بے کار بیٹھی رہیں۔ اور مردوں میں سے بوڑھوں۔ بچوں اور بیماروں کو نکال کر ایک چوتھائی باہر کام کریں۔ اس پر رزق کی تنگی کیونکر نہ ہو۔ اور کس واسطے ایسی قوم اس قوم کے مقابلے میں جس کے مرد اور عورت دونوں باہر کام کریں۔ غریب اور مفلس نہ ہو۔ اہل جاپان اور اہل اسلام کا ہی مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے۔ کہ کس طرح سے اس وقت اکیلا جاپان تمام یورپ کو تجارت میں شکست دے رہا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ کارخانوں میں عورتیں بھی کام کرتی ہیں لہٰذا مزدوری سستی پڑتی ہے۔ مگر دنیا بھر کے مسلمان اپنے موجودہ تمدن کے ساتھ اس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے حالانکہ اہل جاپان کی آبادی ۶½ کروڑ اور اہل اسلام کی آبادی ۴۰ کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ عقلمند صاحبان کیلئے غور کرنے کا مقام ہے۔

مسلمانوں کی حالت کا اس وقت یہ فوٹو ہے۔ کہ ایک کمانے والا اور دس کھانے والے اور اگر خدانخواستہ کمانے والا بیمار ہو جائے۔ یا کوئی اور حادثہ ہو جائے۔ تو پھر گھر کے تمام لوگوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ حالانکہ آیت نمبر ۵ کے یہ الفاظ "پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو"۔ مردوں اور عورتوں کے لئے مساوی ہیں۔ تلاش کرنے کا حکم صاف بتاتا ہے۔ کہ وہ چیز گھر میں نہیں ہے۔ بلکہ باہر سے ملے گی۔ اگر وہ چیز گھروں میں ہی مل جاتی تو پھر مردوں کو بھی تلاش کرنے کا حکم دینا بے معنی ٹھہرتا۔ چنانچہ مشہور مثال ہے۔ کہ حرکت میں برکت ہے۔ اب جو شخص گھر سے باہر نکل کر کوئی کام نہ کرے تو وہ برکت اور فضل الٰہی سے کیونکر محروم نہ رہے۔ اللہ کا فضل تو کام کرنے والوں کو ملے گا نہ کہ بے کار رہنے والوں کو۔

اب اکثر مولوی صاحبان۔ لیڈران اور پیشوائے قوم کا تقسیم عمل کا بہانہ بنا کر یہ کہنا کہ مردوں اور عورتوں کا دائرہ عمل الگ الگ ہے۔ یعنی مرد تو باہر کام کریں اور عورتیں صرف گھروں میں سراسر نادانی ہے۔ اور اسی میں قوم کی تباہی ہو رہی ہے۔ حقیقتاً یہ تقسیم عمل کا اصول خدا کا مقرر کردہ نہیں۔ کیونکہ خدا کا قانون امیروں اور غریبوں کے لئے ایک سا ہوتا ہے۔ بھلا جب غریبوں کی عورتیں باہر کام کرتی ہیں۔ تو پھر امیروں

کی کیوں نہ کریں ۔ دراصل ایسے صاحبان ایک غلطی تو یہ کرتے ہیں ۔ کہ رسمی پردہ نشین عورتوں کی خاطر جن کی تعداد تھوڑی ہے ایسا قانون بناتے ہیں ۔ جس پر غریب مسلم خواتین کی کثیر تعداد کو عمل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ غریب عورتوں کی خاطر باہر بھی کام کرنے کا اصول بنایا جاتا ۔ اور پھر اس کو رسمی پردہ نشیں عورتوں پر حاوی کیا جاتا ۔ تاکہ وہ بھی اپنی لیاقت ۔ استعداد اور درجہ کے مطابق باہر کام کریں ۔ اور اس طرح سے امیر اور غریب عورتوں میں باہر کھلے چہرے جانے کی مساوات بھی ہو جاتی ۔ اور تمام کو شریف سمجھا جاتا ۔

دوسری غلطی یہ کرتے ہیں کہ رسمی پردہ نشیں عورتوں کو ان کے دائرہ عمل یعنی گھر کی ضرورتوں کے لئے بھی خود ان کو باہر نہیں جانے دیتے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پھر ان کا دائرہ عمل ٹوٹ کر بہت وسیع ہو جاتا ہے تیسری غلطی یہ کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے احکام سے سرکشی کر کے رسمی پردہ کی بنا پر تکبر کرتے ہیں ۔ گویا اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بناتے ہیں ۔ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا " انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور بڑی بھاری سرکشی اختیار کی " (۲۵-۲۱) دوستو یہ اصول رسمی پردہ کی بنا پر قائم کیا گیا ہے ۔ جس کی تہ میں صرف اتنی غرض ہے کہ رسمی پردہ کی تائید کر کے اپنی بڑائی کا نشان قائم رکھا جائے خواہ پردہ نشیں خواتین آزادی اور مساوات سے ہی محروم ہو جائیں ۔ بھلا جب رسمی پردہ ہی قرآن مجید اور حدیث شریف کے خلاف ہے ۔ تو پھر یہ اصول کیوں کر خلاف نہ ٹھہرے ۔ گویا یہ قانون حامیان رسمی پردہ کا خود ساختہ پرداختہ ہے ۔ جس سے مسلم خواتین کو دھوکا دے کر ان کے دائرۂ عمل کو تنگ کیا جاتا ہے ۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے ان کا دائرۂ عمل مسجد سے لے کر میدان جنگ تک اور علم حاصل کرنے کے متعلق گھر سے چین تک یعنی بہت وسیع مقرر کر رکھا ہے ۔

غور کیجئے ۔ اگر مسلم خواتین کا دائرۂ عمل ان کے گھر ہی ہوتے ۔ تو پھر رسول اللہ صلعم اپنی ازواج مطہرات کو ان کی ضرورتوں کے لئے باہر جانے کی اجازت کیوں دیتے ۔ کیا ان کو نعوذ باللہ اتنا بھی علم نہ تھا ۔ کہ عورتوں کا دائرۂ عمل تو ان کے گھر ہیں ۔ اب حامیانِ رسمی پردہ ہرمٹلر کے اس قول پر کہ عورتوں کے لئے ان کے گھر بہتر ہیں بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہیں ۔ حالانکہ ہرمٹلر نے یہ کبھی نہیں کہا ۔ کہ عورتیں اپنی ضرورتوں کے لئے باہر نہ نکلیں اور اگر وہ نکلیں تو چہرے ڈھانک کر ۔ مگر افسوس رسول اللہؐ کے اس قول پر کہ عورتوں کو ان کی ضرورتوں کے

لئے باہر جانے کی اجازت دی گئی۔ نہ تو عمل کرتے ہیں اور نہ کوئی خوشی کا اظہار اور نہ اس کی اشاعت۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ ہر مٹلر کے قول سے رسمی پردہ کی کچھ تائید ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ صلعم کے قول سے اس کی تردید۔ ذیل کی حدیث ملاحظہ کیجئے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ پردہ کا حکم اترنے کے بعد ام المومنین سودہؓ اپنی ضرورت کے لئے باہر نکلیں۔ وہ ایک بھاری بھرکم عورت تھیں۔ جو کوئی ان کو پہچانتا اس سے چھپ نہ سکتیں۔ پس حضرت عمر نے ان کو دیکھ لیا اور کہنے لگے۔ سودہؓ خدا کی قسم تم اب بھی ہم سے چھپی ہوئی نہیں ہو۔ اب دیکھو تم کیسے نکلی ہو۔ یہ سن کر سودہؓ لوٹ آئیں۔ اس وقت آنحضرتؐ میرے گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ایک ہڈی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ سودہؓ اندر آئیں اور کہنے لگیں۔ یا رسول اللہ میں ضرورت سے باہر نکلی تھی۔ لیکن عمرؓ نے ایسی گفتگو کی۔ یہ سنتے ہی آپ پر وحی آنا شروع ہوئی۔ پھر وحی کی حالت موقوف ہو گئی۔ اور ہڈی اسی طرح آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ نے ہاتھ سے اس کو رکھا نہیں تھا۔ فرمایا تم کو ضرورتوں کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی۔ (بخاری) عربی عبارت "اسلامی پردہ" کے صفحہ ۱۱۹ پر ملاحظہ کیجئے۔

اس حدیث سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ نے وحی کی بنیاد پر مسلم خواتین کا دائرۂ عمل ان کے گھروں کی چار دیواری کے اندر محدود نہیں رکھا۔ بلکہ ان کو باہر بھی کام کرنے کی اجازت دی۔ اور باوجود حضرت عمرؓ کے اعتراض کے پھر بھی عورتوں کی آزادی میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ اور دوسرے یہ کہ مسلم خواتین میں باہر بھی کام کرنے کی طاقت ہے۔ اگر ان میں ایسی قوت عمل نہ ہوتی۔ تو پھر ان کو گھروں سے باہر جانے کی اجازت دینا ہی بے معنی ٹھہرتا۔ اب مسلم خواتین کی اس خداداد قوت عمل سے مسلمانوں کا کوئی فائدہ نہ اٹھانا ان کی اپنی بدبختی اور بدنصیبی ہے۔ اگر عورتیں باہر کوئی کام نہ کریں۔ تو پھر ان کی اولاد کیونکر باہر کام کرنے کے قابل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جب ماں میں قوت عمل ہی نہیں۔ تو پھر اس کے بچے میں کیسے پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عام طور پر مسلمانوں میں قوت عمل مفقود ہو چکی ہے۔ اور تن پرستی چھائی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں اگر مسلم خواتین کا دائرۂ عمل صرف گھر کی چار دیواری کے اندر محدود کر دیا جائے۔ تو پھر ایک تو اللہ کا ان کو نظریں نیچی رکھنے اور چادریں اوڑھنے کے احکام دینا ہی بے معنی ٹھہرتا ہے۔ کیا وہ چادریں اوڑھ کر اپنے گھروں کے اندر نظریں نیچی رکھیں؟ اور دوسرے ان کا نصب العین سوائے باورچن اور درزن بننے کے اور کوئی نہیں رہتا۔ بھلا ایسی عورتیں

کی اولاد سوائے بیرا۔ خانساماں اور خدمت گار بننے کے اور کیا بنے ؟ جب ماں کے خیالات ہی وسیع اور اعلیٰ نہیں۔ تو پھر اس کی اولاد کے کیونکر ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں بیرے اور خانسامے اور خدمت گار کثرت سے مسلمان ہی ہیں۔ حقیقتاً مسلم خواتین کو ان کی ضرورتوں کے لئے باہر جانیکی اجازت دینا ہی ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ بھی مردوں کی طرح فطرتاً آزاد ہیں۔ حالاں کہ رسول اللہؐ اپنے گھر کا خود کام کرتے تھے۔ اور سودا سلف بھی خود لاتے تھے۔ مگر پھر بھی اپنی ازواج مطہرات کو ان کی ضرورتوں کے لئے باہر جانے سے نہیں روکتے تھے۔ اب جو رسمی پردہ کے حامی یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہم خود ان کی ضرورتوں کو پورا کر دیتے ہیں۔ وہ درحقیقت رسول اللہؐ کے نمونہ کی پیروی نہیں کرتے۔ ایسے حضرات کی عجیب ذہنیت ہے۔ کہ ایک طرف تو الرجال قوامون علی النساء کے ماتحت یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم عورتوں کے حاکم ہیں۔ مگر دوسری طرف اس حدیث کے ماتحت یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم خود ان تمام چیزوں کو جن کی عورتوں کو ضرورت ہو۔ باہر سے لاکر دیں گے۔ گویا ان کی آزادی کو چھین کر خود ان کے غلام بنتے ہیں۔ دوستو رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ عورتوں کی ضرورتوں کے لئے مرد باہر جایا کریں۔ بلکہ یہ سکھلایا ہے۔ کہ جیسے مرد اپنی ضرورتوں کے لئے باہر جاتے ہیں۔ اسی طرح سے عورتیں بھی جائیں۔ گویا اپنے اپنے کاموں اور ضرورتوں کے لئے باہر جانے کی مساوی آزادی دی گئی۔ مگر اب سوائے حامیانِ رسمی پردہ کے اور کوئی قوم یہ نہیں کہتی۔ کہ عورتیں گھروں میں دودھا اور چولھا لے کر بیٹھی رہیں۔ اکثر مولوی صاحبان لفظ "حاجت" کے معنی صرف رفع حاجت یعنی پاخانہ کے لئے باہر جانے کے لیتے ہیں۔ بھلا جس قوم کے لیڈر ایسے عقلمند ہوں۔ وہ قوم خاک ترقی کرے

اکثر رسمی پردہ کے حامی گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ کہتے ہیں۔ کہ مسلم خواتین کا خاص کام گھروں کے اندر بچوں کی تربیت کرنا ہے۔ ایسے صاحبان سے یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ رسمی پردہ نشین خواتین نے اتنے عرصہ سے پردہ میں رہ کر اپنے بچوں کی تربیت کرنے میں کونسا کمال دکھایا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ خود بھی غلامانہ زندگی بسر کرتی ہیں۔ اور ان کے بچے بھی۔ مہربانی کر کے ذرا ان بچوں کی تربیت کے ساتھ مقابلہ کیجئے۔ جن کی مائیں آزاد اور تعلیم یافتہ ہیں۔ ایسی عورتوں کی تربیت کردہ اولاد رسمی پردہ نشین عورتوں کی تربیت کردہ اولاد پر حکومت کر رہی ہے۔ بھلا جو عورت خود جاہل اور ناتربیت یافتہ ہو۔ اس کی اولاد کیونکر جاہل کندہ ناتراش

نہ ہو۔ مشہور مثال ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ حالاں کہ پردہ نشیں عورتوں کو آزاد عورتوں کے مقابلے پر اپنے بچوں کی تربیت کرنے کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ کیوں کہ وہ ہر وقت اپنے دائرۂ عمل یعنی گھروں میں رہتی ہیں۔ اور آزاد خواتین اپنے کاموں کیلئے باہر جاتی ہیں۔ اب ایسی عورتوں کے تربیت کردہ ایک فرد کرنیل لارنس نے عرب اور افغانستان میں وہ کام کرکے دکھایا۔ کہ تمام پردہ پرور ڈکشن اتنے ششدر اور حیران رہ گئے۔ کہ اس کی چالوں کو سمجھ ہی نہ سکے۔ بھلا سمجھیں کیوں کر جب دماغ ہی نہ ہو۔

یہ تمام قصور مذہبی اور قومی لیڈروں کا ہے۔ جنھوں نے مسلم خواتین کا دائرہ عمل صرف ان کے گھر ہی قرار دے دیئے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ کے زمانہ میں مسلم خواتین نماز۔ حج۔ جنگ اور اپنے دیگر کاموں کے لئے کھلے چہرے باہر جایا کرتی تھیں۔ (مفصل بحث کے لئے خاکسار کی کتاب "اسلامی پردہ" ملاحظہ کیجئے)

اگر مسلمانوں کی گذشتہ ترقی پر نظر ڈالی جائے۔ تو صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ مسلم خواتین نے مشکل سے مشکل اور آسان سے آسان کاموں میں بھی باہر مردوں کے ساتھ بدوش بدوش ہو کر قومی ترقی میں برابر کا حصہ لیا ہے۔ اور یہی مسلمانوں کی ترقی کا راز تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم کے ازواج مطہرات اور دیگر مسلمانوں کی عورتیں کھلے چہرے جنگوں میں جاتی تھیں۔ اور رجز یعنی لڑائی کے گیت گا گا کر مردوں کو لڑائی کا جوش دلاتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی اور ان کی تیمارداری کرتی تھیں۔ اور ان کو کھانا کھلاتی تھیں اور آڑے وقت دشمن کا مقابلہ کرتی تھیں۔ مسجدوں میں جاکر نمازیں پڑھا کرتی تھیں۔ خانہ کعبہ کا حج کیا کرتی تھیں۔ علم حاصل کرنے اور وعظ اور نصیحت کی باتیں سننے کے لئے باہر جایا کرتی تھیں۔ غرضیکہ کوئی ایسا قومی کام نہ تھا۔ جس میں عورتوں نے باہر مردوں کے ساتھ برابر کا حصہ نہ لیا ہو۔

۱۰۔ علم کے حاصل کرنے میں مساوات

(۱) اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۭ کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی ۙ اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی ۭ "اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا انسان کو۔ ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بزرگی والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا۔ جو وہ نہیں جانتا تھا۔ نہیں انسان سرکشی اختیار کرتا ہے۔ اس لئے

وہ اپنے تئیں بے نیاز سمجھتا ہے" (۹۶-۱تا۷) ۶۲

(۲) اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ "رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ انسان کو پیدا کیا۔ اسے بولنا سکھایا۔" (۵۵-۱تا۴)

(۳) نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ "دوات (گواہ ہے) اور قلم اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں"۔ (۶۸-۱و۲)

سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی۔ وہ مذکورہ بالا نمبر (۱) کی آیات ہیں جن میں آپ کو پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ جس سے نہ صرف آپکی امت کو بلکہ دنیا بھر کے لوگوں کو یہ بتلایا گیا۔ کہ وہ بھی سب سے پہلے علم ہی حاصل کریں۔ کیونکہ بغیر علم حاصل کرنے کے کوئی قوم دنیا میں کسی قسم کی ترقی نہیں کرسکتی۔ علم کے حاصل کرنے میں خواہ مرد ہو یا عورت دونوں یکساں ہیں۔ کیونکہ دونوں کو علم حاصل کرنے کے قویٰ مساوی دئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ قوے خدا نے دئے ہیں۔ اس لئے جب انسان علم حاصل کرے گا۔ تو اس کا یہی مطلب ہوگا۔ کہ خدا نے اس کو علم سکھایا۔ جیسا کہ قرآن پاک شاہد ہے۔ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ "اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا۔ اور ضرور لکھ دے" (۲-۲۸۲) اب جو لوگ اپنے قوے کو استعمال کر کے علم نہیں سیکھتے۔ وہ درحقیقت سرکشی کرتے ہیں۔ چونکہ ایسے لوگ علم کی پرواہ نہ کر کے جاہل رہتے ہیں۔ اس لئے ان کو اہل علم کی نہ صرف غلامی بلکہ ہر بات میں ان کی محتاجی کرنی پڑتی ہے۔ جیسا کہ واقعات زمانہ سے ثابت ہو رہا ہے۔ باوجود مذکورہ بالا ارشادات کے پھر بھی مسلمین اور مسلمات ہی علم کے حاصل کرنے میں تمام قوموں سے پیچھے ہیں۔ اگرچہ ان کو یہ بھی بتلایا گیا تھا۔ کہ سائنس دان کا بڑا درجہ ہوتا ہے۔ اور علم والے اور جاہل برابر نہیں ہوتے۔ ذیل کی آیات ملاحظہ ہوں۔ يُؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝ "وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے۔ اور جس کو حکمت دی جائے۔ تو اسے بہت بھلائی دی گئی"۔ (۲-۲۶۹) هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ "کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو جاہل ہیں برابر ہیں۔ صرف خالص عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں"۔ (۳۹-۹) اگر مسلمان اپنی اور حکمران قوم کی حالت پر غور کریں۔ تو انہیں آیات کی

صداقت اچھی طرح سے معلوم ہوجائے۔ کہ کس طرح سے چند سائنس دان اور علم والے اشخاص چھ ہزار کوس کے فاصلے پر پارلیمنٹ میں بیٹھ کر ایک اعلیٰ نظام کے ماتحت دنیا بھر کے کروڑہا جاہلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ فردوسی نے کیا خوب کہا ہے "توانا بود ہر کہ دانا بود"۔ مگر افسوس مسلمان پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ علم والوں کے ہی درجات بلند کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ "تاکہ اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے جو تم میں سے ایمان لائے اور وہ جنہیں علم دیا گیا۔ اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے"۔ (۵۸-۱۱)

دوستو علم تو ایک روشنی ہے جو کہ اندھیرے پر حکومت کرتی ہے۔ اسی طرح سے اہل علم جاہلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور اسی سے بزرگی ملتی ہے۔ مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو علم حاصل کرنے کی مساوات دے کر ان کے ساتھ ایک عظیم الشان وعدہ کیا گیا ہے۔ مگر افسوس مسلمان ہی اس وعدہ سے محروم ہیں۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے۔ کہ انہوں نے کئی صدیوں سے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ قرآن مجید کو بغیر سوچے سمجھے پڑھنے سے ہی دنیا کے تمام علوم آجاتے ہیں۔ حالانکہ اس غلط فہمی نے اہل اسلام کو دوسرے علوم کے حاصل کرنے سے محروم کر رکھا ہے۔ ایسے صاحبان اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ باوجود قرآن پاک پڑھنے کے پھر ان کے درجات بلند کیوں نہیں ہوتے۔ جبکہ وعدہ بھی خدا کا اور کتاب بھی اس کی۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ یہ وعدہ علم والوں کے ساتھ ہے نہ کہ جاہلوں سے۔ بھلا جو قوم اپنی آدھی آبادی یعنی عورتوں کو علم کے نزدیک نہ آنے دے بلکہ رسمی پردہ کی وجہ سے ان کو جاہل رکھے۔ وہ قوم کیونکر صاحب علم کہلا سکتی ہے اور خدا کے وعدہ کو پا سکتی ہے۔ کیونکہ عورتوں کو تو قوم کا جزو ہی نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ یہ وعدہ عورتوں کے ساتھ بھی ہے۔ مگر لطف کی بات تو یہ ہے۔ کہ اکثر مولوی صاحبان اور دیگر احباب یہ کہتے ہیں۔ کہ مسلم خواتین کو لکھنے پڑھنے سے بے بہرہ رکھو۔ کیونکہ جب وہ لکھ پڑھ جائیں گی۔ تو آزاد ہو جائیں گی۔ ایسے صاحبان کو چاہیئے کہ اپنے لڑکوں کو بھی پڑھنا لکھنا نہ سکھائیں کیونکہ علم حاصل کر کے وہ بھی آزاد ہو جاتے ہیں۔ جو وجہ لڑکیوں کے نہ پڑھنے لکھنے کے لئے پیش کی جاتی ہے۔ وہ وجہ تو لڑکوں میں بھی موجود ہے۔ پھر ان کو کیوں پڑھایا جائے۔ بلا شبہ مسلمانوں نے جتنی طاقت رسمی پردے پر خرچ کی ہے۔ اگر اس کا عشر عشیر بھی مسلم خواتین کی تعلیم و تربیت پر خرچ کرتے۔ تو ان میں ہرگز اتنی جہالت نہ ہوتی جتنی

کہ آجکل ہے حالانکہ جاہلوں سے خدا کی پناہ طلب کی گئی ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجَاھِلِیْنَ۔ "موسیٰ نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔" (۲-۶۷)

اب اگر مسلمانوں نے اپنی عورتوں کو اسلامی آزادی اور مساوات دے کر ان کو تعلیم یافتہ نہ بنایا۔ تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ ہر طرح کا میدان عمل جو عورتوں کے متعلق ہے۔ ہمسایہ قوموں کی عورتوں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔ پھر مسلمان ایسا ہی پچھتائیں گے۔ جیسا کہ اب اپنے لڑکوں کی تعلیم کے متعلق پچھتا رہے ہیں۔ مگر بعد ازاں نہ تو پچھتانے سے کچھ بنے گا۔ اور نہ آزادی اور مساوات کے دینے سے کچھ فائدہ ہوگا۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ خدا معلوم اکثر اہل اسلام اپنی عورتوں کے حق میں علم کے کیوں دشمن ہیں۔ حالانکہ علم حاصل کرنے میں بہ نسبت مرد کے عورت کو زیادہ فوقیت دینی چاہئے۔ کیونکہ بچے کی پہلی تربیت گاہ ماں کا گہوارہ ہی ہوتی ہے۔ مگر افسوس اکثر مسلمانوں کا اب یہ حال ہے کہ لڑکوں کو تو تعلیم دلائیں گے۔ مگر لڑکیوں کو جاہل رکھیں گے۔ چنانچہ ایک صدی کے بعد اب بھی چند مسلمانوں کو صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ عورتوں کو بھی انگریزی تعلیم دینی چاہیئے۔ حالانکہ اس قوم کی عورتوں کو بھی مردوں کی طرح علم کی زیادتی کے لئے دعائیں مانگنا اور اپنے گھروں سے باہر نکل کر بھی علم کا حاصل کرنا بتایا گیا تھا۔ ذیل کی آیات اور احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ "اور کہہ میرے رب مجھے علم میں بڑھا۔" (۲۰-۱۱۴)

(۲) وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً ط فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ۔ "اور مومنوں کو یہ بھی مناسب نہیں کہ سب کے سب نکل پڑیں تو کیوں نہ ان کی ہر ایک جماعت میں سے ایک گروہ نکلے۔ تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ اور اپنی قوم کو ڈرائیں۔ جب وہ ان کی طرف واپس جائیں۔ تاکہ وہ بھی بچیں۔" (۹-۱۲۲)

(۳) عن انس قال رسول اللّٰہ صلعم طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔ "انس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے علم کا طلب کرنا فرض ہے اوپر ہر مسلمان کے" (ابن ماجہ)

(۴) من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ حتی یرجع۔ "جو شخص علم کی تلاش میں نکلا وہ اپنی واپسی تک گویا اللہ کی راہ پر چلتا ہے" (ترمذی)

مذکورہ بالا آیات اور احادیث کی رو سے مسلمین اور مسلمات کو باہر جا کر بھی علم حاصل کرنے کے لئے مساوی حقوق دئے گئے ہیں۔ جب لڑکوں کے لئے ہر قسم کی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں۔ تو پھر لڑکیوں کے واسطے کیوں نہ کی جائیں؟ اس پر اکثر احباب یہ کہتے ہیں۔ کہ عورتوں کی عصمت خراب ہو جاتی ہے۔ مگر جب ایسے صاحبان سے یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ کیا لڑکوں کی عصمت خراب نہیں ہوتی؟ تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ لڑکوں کی بدکاری معلوم نہیں ہوتی۔ شاید ایسے حضرات کو یہ علم نہیں کہ لڑکیوں کی بدکاری کے ظاہر نہ ہونے کے بھی کئی طریقے ایجاد ہو چکے ہیں۔ دوستو بدکاری معلوم نہ ہو سکنے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کہ بدکاری کرنا جائز ہے۔ کاش ایسے احباب ہر دو کی برائی کو ایک جیسا ہی سمجھتے۔ اور مساوی عزت رکھتے۔ اور دونوں کو بدکاری سے بچنے کی مساوی تعلیم دیتے اور جو طریقہ لڑکے کی عصمت کی حفاظت کے لئے جائز سمجھتے۔ وہی لڑکی کی عصمت کی حفاظت کے لئے بھی استعمال کرتے۔ بھلا جاہل انسان اپنی عصمت کی کیا حفاظت کرے۔ علاوہ ازیں تعلیم اور تربیت دلانا تو والدین کا فرض ہے۔ اگر وہ اپنا فرض ادا نہ کریں۔ تو جہالت اور بدکاری کے وہ ذمہ دار ہوں گے نہ کہ ان کی اولاد۔ اور اگر لڑکا یا لڑکی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد بھی بدکاری کریں گے۔ تو اس کے جواب دِہ وہ خود ہوں گے نہ کہ ان کے والدین۔ بہر حال علم کا حاصل کرنا تو برا نہیں۔ کیونکہ علم تو برائی سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اب یہ کہنا کہ انگریزی تعلیم سے چال چلن خراب ہوتا ہے قطعاً غلط ہے۔ کیا عرب اور مصر وغیرہ کے عربی تعلیم یافتہ لوگوں میں سے کسی کا بھی چال چلن خراب نہیں؟ اگر مذہبی علم کے علاوہ اور کوئی علم حاصل نہ کرنا ہوتا۔ تو پھر رسول اللہ صلعم اپنی امت کو یہ کیوں فرماتے۔ اطلبوا العلم و لو کان بالصین "کہ علم حاصل کرو گرچہ چین میں ہو۔ اور کس واسطے علم الادیان اور علم الابدان کہہ کر علم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے۔ در اصل ان احادیث سے دوسری قوموں کا علم و ہنر بھی حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے نہ کہ صرف مذہبی علم۔ کیونکہ یہ تو اس وقت مسلمانوں کے شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں تھا۔ جس جگہ رسول اللہ صلعم پر قرآن مجید نازل ہوا۔ نہ کہ کافروں کے ملک چین میں۔ اگر صرف مذہبی علم کا ہی حاصل کرنا ہوتا۔ تو پھر رسول اللہ صلعم یہ فرماتے۔ کہ عرب میں آ کر سیکھو۔ جہاں قرآن نازل ہو رہا تھا۔ لفظ چین سے دوری مراد ہے۔ خواہ انگلینڈ ہو یا جرمنی۔ جس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ دوسری قوموں کے علوم و فنون کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ اہل جاپان نے کیا

دراصل علم کے حاصل کرنے میں مساوی حقوق دینے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ مرد اور عورت دونوں ہی یکساں طور پر تعلیم یافتہ ہو جائیں۔ تاکہ تمام کی تمام قوم مہذب ہو جائے۔ کیونکہ اگر کسی قوم کے صرف مرد ہی تعلیم یافتہ ہوں اور عورتیں جاہل۔ تو وہ قوم آدھی مہذب یعنی ہاف سویلائزڈ کہلائے گی۔ اور ان کے نکاح پر بھی یہ مثال صادق آئے گی جیسے "لٹھے کے ساتھ کھدر کا پیوند"۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ لڑکے اور لڑکی کے مضامین بھی مساوی ہوں۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ دونوں کی زندگی کا علمی پہلو جو مشترک ہو۔ اس کے لئے مشترک مضامین ہوں۔ اور جو عملی پہلو مختلف ہو۔ اس کے لئے مختلف۔ مثلاً عورت کے لئے لازمی ہے کہ بچے کی پرورش۔ تربیت۔ تعلیم۔ صحت۔ مہمان داری۔ گھر کی صفائی و آراستگی اور انتظام کے متعلق جو علوم ہوں۔ وہ خاص طور پر حاصل کرے۔

علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ جب مردوں اور عورتوں کو مسجدوں میں یکجا نماز پڑھنے اور مل کر حج کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ سکولوں اور کالجوں میں یکجا تعلیم حاصل کرنے کی مساوات نہ ہو۔ اس میں ایک فائدہ تو یہ ہے۔ کہ اخراجات کم ہوتے ہیں۔ نہ تو لڑکیوں کے لئے علیحدہ سکول اور کالج بنانے پڑیں۔ اور نہ ان کے لئے علیحدہ ٹیچر اور پروفیسر رکھنے پڑیں۔ چنانچہ کئی سکولوں۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسی پر عمل ہو رہا ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی ضرور اسی پر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کی مالی حالت دوسری قوموں کے مقابلے میں بہت کمزور ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے۔ کہ شروع ہی سے ایک دوسرے کو دیکھنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اس لئے بڑے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے سے جذبات نہیں بھڑکتے۔

۱۲۔ حکومت میں مساوات

(۱) ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ "پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں جانشیں بنایا۔ تاکہ ہم دیکھیں تم کیا کرتے ہو۔" (۱۰-۱۴)

(۲) هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ "وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں حاکم بنایا"۔ (۳۵-۳۹)

(۳) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ "اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ

وہ انہیں زمین میں حکمران بنا دے گا جیسا انہیں حکمران بنایا جو ان سے پہلے تھے۔" (۲۴-۵۵)

(۴) وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ "اور وہی ہے جس نے تم کو زمین کا حاکم بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا۔ تاکہ تم کو اس کے بارے میں آزمائے جو تم کو دیا ہے۔ تیرا رب جلدی بدی کی سزا دینے والا ہے۔" (۶-۱۶۶)

(۵) وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا "اور تمہیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنایا اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (۳۳-۲۷)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو حکومت میں بھی مساوات دی گئی ہے۔ چنانچہ مسلم خواتین بھی بعض ملکوں پر حکمران رہی ہیں۔ مثلاً چاند بی بی۔ رضیہ بیگم اور بیگم صاحبہ بھوپال۔ بہرحال اگر عورتیں حکمران نہ ہوں۔ تو پھر خدا کا ان کو حکمرانی میں مساوات دینا ہی بے معنی ٹھہرتا ہے۔ بے شبہ قرآن پاک سے ملکہ سبا کا بھی حکمران ہونا ثابت ہے۔ یہ آیت ملاحظہ ہو۔ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ "میں نے ایک عورت کو ان پر بادشاہی کرتے پایا۔ اور اسے ہر چیز دی گئی۔ اور اس کا بڑا تخت ہے۔" (۲۷-۲۳) علاوہ ازیں ملکہ الزبتھ اور ملکہ وکٹوریہ انگلستانی نے بھی بڑی شان و شوکت کے ساتھ بہت عرصہ تک ایک وسیع سلطنت پر حکومت کی ہے۔ جب غیر مسلم عورتیں حکمرانی کرنے کے قابل ہو سکتی ہیں۔ تو پھر مسلم خواتین کیوں نہیں ہو سکتیں۔

آیت نمبر (۱) کے ماتحت اکثر مسلمان حکمرانوں نے جو کچھ کیا سو کیا۔ مگر ان کا ایک نمایاں اور عظیم الشان کام جو کہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ اور وہ آج تک قائم ہے وہ رسمی پردہ ہے۔ یعنی مسلم خواتین کا گھروں میں قید اور باہر ڈولی میں بند ہو کر یا پارسل کی شکل میں جانا اور گھونگٹے کا لگانا جس کی وجہ سے ایک تو نہ صرف عورتیں بلکہ ان کی اولاد بھی جاہل رہی سو دوسرے ان کی کمزوری کی وجہ سے نسلیں بھی کمزور پیدا ہوئیں اس لئے وہ بوجہ علم اور جسم میں کمزور ہو جانے کے حکومت کرنے کے قابل نہ رہے۔ گویا ان کی حالت اس آیت

کے مصداق ہوگئی۔ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ "سو انہیں گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لئے کہاوت بنایا۔" (۴۳-۵۶) چونکہ اہل اسلام نے رسمی پردہ کی وجہ سے مسلم خواتین کی علمی اور جسمانی طاقت کمزور کر دی تھی جس کا اثر ان کی اولاد پر بھی پڑا۔ اس لئے اللہ نے بطور سزا کے ایک دوسری قوم کو جو کہ علمی اور جسمانی طاقت میں ان سے بڑھی ہوئی تھی، سات ہزار ہزار کوس سے لا کر ان پر مسلط کر دیا۔ کیونکہ یہ خدا کا قانون ہے۔ کہ وہ حکومت اسی قوم کو دیتا ہے جو علمی اور جسمانی طاقت میں بڑھی ہوئی ہو۔ ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔

(۱) اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ...... وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ط قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ط قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ط "جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں ..... اور ان کے نبی نے انہیں کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسے ہم پر بادشاہی کس طرح مل سکتی ہے۔ اور ہم اس کی نسبت بادشاہی کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور اسے مال کی فراخی نہیں دی گئی۔ (نبی نے) کہا اللہ نے اسے تم پر برگزیدہ کیا ہے۔ اور علم اور جسم میں اس کو بہت بڑھایا ہے۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے۔ اپنا ملک دیتا ہے۔" (۲-۲۴۶-۲۴۷)

(۲) وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً "اور یاد کرو جب اس نے تم کو نوح کی قوم کے بعد بادشاہ بنایا۔ اور تم کو پیدائش میں قوت میں بڑھایا۔" (۷-۶۹)

(۳) وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ "اور ہم نے انہیں (بنی اسرائیل کو) علم کی بنا پر برگزیدہ کیا۔" (۴۴-۳۲)

(۴) اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ "زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔" (۷-۱۲۸)

(۵) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ "اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا۔ کہ زمین کے وارث میرے صلاحیت والے بندے ہونگے" (۲۱-۱۰۵)

مذکورہ بالا آیات سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ علم ایک طاقت ہے۔ جس کے سامنے نہ صرف انسانوں کو بلکہ فرشتوں کو بھی سرنگوں ہونا پڑتا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدمؑ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جو شخص علم کے سامنے نہ جھکے وہی ذلیل ہوتا ہے۔ درحقیقت کوئی انسان دوسرے انسان کے سامنے نہیں جھکتا۔ بلکہ اس علم اور طاقت کے سامنے جھکتا ہے۔ جو وہ حاصل کرتا ہے جھکنے سے مراد تابعداری اور فرماں برداری کرنا ہے دوسرے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ علم جس کی وجہ سے کسی شخص کو یا کسی قوم کو فضیلت یا حکومت مل سکتی ہے۔ وہ علم عام ہے نہ کہ صرف مذہبی۔ اگر حکومت حاصل کرنے کے لئے خاص مذہبی علم اور تقویٰ ہی درکار ہوتا۔ تو پھر ایک نبی کی موجودگی میں طالوت کو بادشاہ نہ بنایا جاتا کیونکہ نبی مذہبی علم اور تقویٰ میں اس سے یقیناً بڑھا ہوا تھا۔ کاش اگر یہ نکتہ نام نہاد لیڈر اور پیشوائے قوم سمجھ لیتے۔ تو پھر قوم کو یہ کہہ کر کہ صرف مذہبی علم حاصل کرو۔ دوسرے علوم سے جاہل نہ رکھتے۔ اگر حکومت کا دیا جانا دولت پر منحصر ہوتا۔ تو پھر بھی دولتمندوں کو چھوڑ کر طالوت کو بادشاہ مقرر نہ کیا جاتا۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اللہ کے نزدیک بادشاہی کے لئے مذہبی علم اور دولت کے مقابلے میں دیگر علوم اور جسمانی طاقت یعنی ذہانت۔ عقل و سمجھ۔ دلیری۔ بہادری اور شجاعت کی زیادہ قدر ہے۔ تیسرے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ الارض سے عام ملک مراد ہیں۔ جیسا کہ آیت نمبر ۴ سے ظاہر ہوتا ہے۔ چوتھے اگر تمام آیت کو باہمی ملا کر پڑھا جائے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ صلاحیت جس کی بنا پر اللہ کسی شخص یا قوم کو حکومت اور عزت دینا چاہتا ہے وہ علم اور جسم کی ہے جن کی وجہ سے نہ صرف طالوت کو بلکہ شروع دنیا سے لے کر آج تک انہی قوموں کو حکومت دی گئی۔ جو کہ جسمانی طاقت میں مفتوح قوموں سے زیادہ بڑھی ہوئی تھیں۔ یا علمی طاقت میں زیادہ فضیلت رکھتی تھیں یا دونوں میں ہی۔ اب بعض مسلمانوں کا اپنے حکمرانوں کے حق میں ان اصولوں کو سچا تسلیم کرنا اور غیر مسلم حکمرانوں کے حق میں جھٹلانا ہرگز مقتضائے عقل نہیں۔

بلاشبہ جو قوم ان طاقتوں میں دوسری قوموں سے فائق ہو جاتی ہے۔ تو پھر وہ اس دعا کی مستحق ہو جاتی ہے قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ "کہہ اے ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے"۔ (۳-۲۵) اور جب اس کو بادشاہی مل جاتی ہے تو پھر اس پر یہ حالت صادق آتی ہے۔ "وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے"۔ (۳-۲۵) اور جو قوم رسمی پردہ یا کسی اور وجہ سے دوسری قوموں کے مقابلے

میں علم اور جسم میں کمزور ہو جاتی ہے۔ تو پھر وہ اس دعا کی مصداق ہو جاتی ہے۔ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ "(کہ اے اللہ ملک کے مالک) تو جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔" (۳-۲۵) اور جب اس سے حکومت چھن جاتی ہے۔ تو پھر اس پر یہ حالت وارد ہو جاتی ہے۔ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ "اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے" (۳-۲۵) فاتح قوم کا عزت پانا اور مفتوح قوم کا ذلیل ہونا کلام ربانی سے ثابت ہے۔ قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ "اس نے کہا بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔ اس کو برباد کر دیتے ہیں۔ اور اس کے عزت والے لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ اور اسی طرح کریں گے۔" (۲۷-۳۴) حقیقتاً کسی قوم کی انتہائی ذلت کا دن وہ ہوتا ہے جس دن اس کے ہاتھ سے حکومت چھن جاتی ہے۔ اللہ کا کسی قوم کو عزت یا ذلت دینا کسی اصول کے ماتحت ہوتا ہے۔ کیونکہ جو قوم اپنے کاموں کی وجہ سے جس حالت کے لئے اپنے آپ کو موزوں بنائے گی۔ اسی کے مطابق اللہ اس کو عزت یا ذلت دے گا۔ یہی خدا کا چاہنا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی ذہنیت کو نہ بدلیں۔" (۱۳-۱۱) البتہ اگر فاتح قوم کسی وجہ سے علمی اور جسمانی طاقت میں کمزور ہو جائے۔ اور مفتوح قوم ان باتوں میں بڑھ جائے۔ تو پھر اللہ کو یہ طاقت بھی ہے۔ کہ مفتوح قوم کو غالب کر دے۔ جیسا کہ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔ تو ہر چیز پر قادر ہے۔" (۳-۲۵)

اگر قرآن مجید کے الفاظ "عبادی الصالحون" کے معنی نیک بندوں کے لئے جائیں۔ تو اس سے بھی یہی مراد ہے۔ کہ اللہ ان لوگوں کو حکومت دے گا۔ جو نیکیوں میں بڑھے ہوئے اور بدیوں میں کمتر ہوں۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۖ "اور ہر ایک بزرگی والے پر اپنا فضل کرے گا۔" (۱۱-۳) بہر حال کسی قوم کا دوسری قوم پر حکومت کرنا ہی ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ نیکیوں میں بڑھی ہوئی اور بدیوں میں کم تر ہے ورنہ اس کو حکومت ہر گز نہ ملتی۔ کیونکہ بزرگی والا اسی شخص کو کہا جا سکتا ہے جس کی نیکیاں زیادہ اور بدیاں کم ہوں ورنہ جس کی بدیاں زیادہ ہوں اس کو بزرگی والا کہنا ہی نادانی ہے۔ علاوہ ازیں ان الفاظ سے ایک نکتہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاتح قوم میں ملکوں کو آباد کرنے اور خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کی زیادہ صلاحیت اور قابلیت ہوتی

ہے۔ اور مفتوح قوم میں کم۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یورپین قومیں ہر جگہ حکمران ہیں۔ کیونکہ وہ مفتوح قوم کے مقابلے میں علمی اور جسمانی طاقتوں میں بہت بڑھی ہوئی ہیں۔ اور جو قوم اپنی اولاد کو ان طاقتوں میں کمزور رکھے گی۔ وہی خسارہ میں رہے گی۔ جیساکہ قرآن پاک شاہد ہے۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ "بے شک وہ لوگ گھاٹے میں ہیں۔ جنہوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی اور جہالت سے قتل کر دیا۔ اور جو اللہ نے ان کو رزق دیا تھا۔ اس کو اللہ پر افترا کر کے حرام کر دیا۔ بے شک وہ گمراہ ہوئے۔ وہ ہدایت پانے والے نہیں" (۶-۱۴۱) اب اہل اسلام تو اپنی اولاد کو قتل نہیں کرتے۔ پھر وہ خسارہ میں کیوں ہیں۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ اولاد کو قتل کر دینے کے معنی صرف جان سے مار دینے کے نہیں ہوتے۔ بلکہ جاہل رکھنے اور کمزور کر دینے کے بھی ہوتے ہیں۔ جیساکہ اس حدیث سے ثابت ہے لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَاِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فَيُدَعْثِرُهُ عَنْ فَرَسِهٖ "اپنی اولاد کو اندر ہی اندر قتل نہ کرو۔ کیونکہ دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ ہم بستر ہونا اس بچے کو کمزوری کی وجہ سے (مقابلے کے وقت) گھوڑے سے گرا دیتا ہے" (ابوداؤد باب النکاح) اب علم کی طرح جسم بھی ایک طاقت ہے۔ جو مسلمان اپنی عورتوں کو رسمی پردہ یا کسی اور وجہ سے جاہل اور کمزور بناتے ہیں۔ وہ درحقیقت اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں۔ کیونکہ جب مائیں جاہل۔ کمزور اور بزدل ہوں تو پھر ان کی اولاد کیوں نہ ایسی ہو۔ بھلا اب وہ دشمن کا مقابلہ کیا کریں۔ یہ حال اس امت کا ہے۔ جس کے رسول نے بچے کو طاقتور بنانے کی اتنی تاکید کی ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ ہم بستر ہونا بھی روا نہ رکھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے دوسری عورتوں کو اجرت دے کر بچے کو دودھ پلانا جائز رکھا۔ مگر بچہ کی کمزوری کو گوارا نہ کیا۔ یہ آیت ملاحظہ کیجئے۔ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ "اور اگر تم چاہتے ہو۔ کہ اپنی اولاد کے لئے دودھ پلانے والی رکھ لو۔ تو تم پر کوئی گناہ نہیں" (۲-۲۳۳)

جب کبھی مسلمانوں سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ رسمی پردہ نے آپ کو اور آپ کی عورتوں کو بزدل بنا دیا ہے تو جھٹ بجائے رسمی پردہ کی اصلاح کرنے کے لڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ گویا دلیری کا ثبوت دیتے ہیں۔ مگر جب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اگر آپ ایسے ہی دلیر تھے۔ تو پھر مٹھی بھر سکھوں اور مرہٹوں سے اپنی حکومت کیوں نہ چھین سکے یا یورپین قوموں نے اتنی دور دراز سے اس وقت جبکہ چھ ماہ میں جہاز یورپ سے ہندوستان پہنچتا تھا۔

اگر تمہارا ملک کیوں چھین لیا۔ تو پھر مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اب اکثر مسلمانوں کا یہ کہنا کہ سکھوں کو ہم نے ہی حکومت دی تھی۔ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بے شک آپ ہی نے دی تھی۔ مگر پھر کمزوری کی وجہ سے واپس تو نہ لے سکے بہادری تو تب تھی کہ واپس بھی لیتے۔ حالانکہ ایک مسلمان کو دس غیر مسلموں پر غالب آنا چاہیئے۔

۱۲۔ جنگ و جہاد کرنے میں مساوات

(۱) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ "اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پیار نہیں کرتا" ۲۔ ۱

(۲) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ "تم پر جنگ کرنی ضروری ٹھہرائی گئی ہے۔ اور وہ تم کو ناگوار ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے لئے اچھی ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔ (۲-۲۱۶)

(۳) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ "اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور جان لو کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے" (۲-۲۴۴)

(۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُوا جَمِيعًا "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے بچاؤ کا (سامان) لے لیا کرو پھر گروہ گروہ ہو کر نکلو یا اکٹھے نکلو" (۴-۷۱)

(۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تمہارا کسی جماعت سے مقابلہ ہو۔ تو ثابت قدم رہو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ" (۸-۴۵)

(۶) وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ "اور جو کچھ طاقت اور گھوڑوں کے سرحدوں پر باندھ رکھنے سے تم سے ہو سکے ان کے لئے تیار رکھو۔ تم اسکے ساتھ اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ رکھو"۔ (۸-۶۰)

(۷) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ۝ الْآنَ

خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۚ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ " اے نبی مومنوں کو جنگ کی رغبت دے اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں۔ تو دو سو پر غالب آئیں گے۔ یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ سے کام نہیں لیتے اس وقت اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا۔ اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے۔ سو اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں دو سو پر غالب آئیں گے۔ اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں۔ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (۸۔۶۵۔۶۶)

۸۔ "وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ۚ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ " اور مشرکوں سے سب کے سب جنگ کرو۔ جس طرح سے وہ تم سے سب کے سب جنگ کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔" (۹۔۳۶)

مذکورہ بالا جنگ کے احکام میں بھی مسلمین اور مسلمات کو مساوات دی گئی ہے۔ چنانچہ نہ صرف روزہ رکھنے اور جہاد کرنے کے احکام کے الفاظ "کتب علیکم" مساوی ہیں، بلکہ رسول اللہ کے زمانہ کی جنگوں میں مسلم خواتین کے فرائض میں یہ بھی داخل تھا کہ زخمیوں کو میدان جنگ سے باہر لائیں۔ اور ان کی مرہم پٹی اور تیمارداری کریں اور ان کو کھانا کھلائیں۔ اور مجاہدین کی ہر قسم کی امداد کرنے کے علاوہ خاص حالتوں میں دشمنوں کا مقابلہ بھی کریں گویا میدان جنگ میں جانے کی مساوات دی گئی ہے۔ خواہ ان کے فرائض مختلف ہی ہوں۔ ذیل کی احادیث ملاحظہ ہوں

(۱) عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغزو بام سلیم و نسوۃ من الانصار لیستقین الماء ویداوین الجرحیٰ " انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلعم ام سلیم کو جہاد میں لے جاتے تھے اور انصار کی کئی عورتوں کو بھی جب حضرت اور صحابہ جہاد کرتے تو یہ عورتیں ان کو پانی پلاتیں۔ اور زخمیوں کی دوا کرتیں" (ابی داؤد) ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت غزوت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات اخلفهم فی رحالهم اصنع لهم الطعام واداوی الجرحیٰ واقوم المرضیٰ "ام عطیہؓ روایت کرتی ہیں۔ کہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ سات لڑائیوں میں رہی۔ ان کے پیچھے ڈیرے میں رہتی تھی۔ ان کے لئے کھانا تیار کرتی۔ زخمیوں کی دوا دارو اور بیماروں کی تیمارداری کرتی۔" (مسلم)

عن الربیع بنت معوذؓ قالت کنا نغزو امع النبی صلعم نسقی القوم ونخدمھم و نرد الجرحیٰ و القتلیٰ الی المدینۃ۔ ربیع بنت معوذؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلعم کے ساتھ جہاد کرتی تھیں۔ قوم کو پانی پلاتی تھیں اور ان کی خدمت کرتی تھیں۔ اور زخمیوں اور مقتولوں کو مدینہ واپس لاتی تھیں (بخاری)

اتخذت ام سلیم خنجراً ایام حنین فکان معھا فقال لھا النبی صلعم ما ھذا یا ام سلیم قالت اتخذ تہ ان دنیٰ منی احد من المشرکین بقرت بطنہ فجعل صلعم یضحک ام سُلیم کے پاس حنین کی لڑائی کے دن ایک خنجر تھا رسول اللہ صلعم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے یہ خنجر) اس واسطے رکھا ہے کہ مشرکین میں سے اگر کوئی میرے نزدیک آجائے تو اس کا پیٹ پھاڑ دوں۔ رسول اللہ صلعم ہنس پڑے۔ (مسلم و ابی داؤد) ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسلم خواتین نے نرس کا کام رسول اللہ صلعم کے زمانے میں شروع کیا تھا۔ مگر بعد ازاں مسلمانوں نے بجائے اس کو ترقی دینے کے چہرہ کے پردہ کی وجہ سے بند ہی کر دیا۔ اور مغربی خواتین نے اس کو اختیار کر لیا۔ اب ترقی کس قوم کی ہو؟

کان علیؓ یجی بترسہ فیہ ماء وفاطمہؓ تغسل عن وجہہ الدم فاخذ حصیر فاحرق فحشی بہ جرحہٗ حضرت علیؓ اپنی ڈھال میں پانی لاتے تھے اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ آپ (رسول اللہ) کے چہرے سے خون دھوتی تھیں۔ پھر چٹائی سے کر جلائی گئی اور اس سے آپ کا زخم بھر دیا (بخاری کتاب الوضو) یہ واقعہ جنگ احد کا ہے۔ جہاں رسول اللہ صلعم کا دانت مبارک شہید ہوا تھا۔

عن انس قال لما کان یوم احد انھزم الناس عن النبی صلعم قال ولقد رایت عائشۃ بنت ابوبکر و ام سلیم وانھما لمشمرتان اری خدم سوقھما تنقزان القرب۔ ۔ ۔ ۔ فتنقزغانھا فی افواہ القوم انسؓ سے روایت ہے کہ جب احد کی لڑائی ہوئی تو لوگ (تتر بتر ہو جانے کی وجہ سے) نبی صلعم سے دور ہو گئے۔ اور کہا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت ابی بکرؓ اور ام سُلیمؓ کو دیکھا کہ دونوں نے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا ہوا تھا۔ میں نے ان کی پنڈلیوں کی پازیبوں کو دیکھا۔ جلدی جلدی پانی کی مشکیں لاتی تھیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں۔ (بخاری کتاب الجہاد)

اب اکثر حامیان رسمی پردہ یہ کہتے ہیں۔ کہ جب لڑائی کا موقع آ گیا۔ تو ہماری عورتیں بھی یہ کام کریں گی۔

بھلا ایسے عقل مندوں سے کوئی پوچھے کہ جب عورتوں کو نرس کے کام کی کوئی ٹریننگ یعنی تعلیم ہی نہیں تو وہ کام خاک کریں گی۔ اگر عورتیں جنگوں میں مردوں کی کسی قسم کی مدد نہ کریں تو مردوں کو جنگ میں فتح پانا مشکل ہوجائے گا۔ جنگ میں کئی قسم کے کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ مثلاً جرنیل۔ کمانڈر۔ انجینئر۔ ڈاکٹر۔ توپچی۔ سپاہی سوار۔ باربردار۔ جاسوس۔ زخمیوں کو اُٹھانے والا۔ مقتولوں کو دفنانے والا وغیرہ۔ غرضیکہ جنگ میں ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ فرائض ہوتے ہیں۔ اب ان فرائض میں سے وہ بھی ہیں جن کو عورتیں آسانی سے سرانجام دے سکتی ہیں۔ جیساکہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ من جھز غازیاً فی سبیل اللہ تعالیٰ فقد غزا ومن خلف غازیاً فی اھلہ بخیر فقد غزا۔ الخمسۃ۔ جس شخص نے خدا کی راہ میں کسی غازی کو سامان بہم پہنچایا۔ یا اُس کے پیچھے اُس کے متعلقین کی اچھی طرح خبر گیری کی۔ اُس نے بھی گویا جہاد کیا۔ (مسلم)

مگر افسوس عرصہ سے قرآن پاک اور حدیث شریف کی اس تعلیم کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں نے "دائرہ عمل" کا بہانہ بناکر کہ مرد تو باہر کام کریں اور عورتیں گھروں میں مسلم خواتین کو جاہل رکھا۔ جس کی وجہ سے وہ جنگ میں کسی طرح کا حصہ لینے کے قابل ہی نہ رہیں۔ اور غیر مسلموں نے بغیر قرآن اور حدیث پڑھنے کے ہی اپنی عورتوں کو آزادی اور تعلیم دے کر جنگوں میں نرس کا کام کرنے کے علاوہ دفتروں میں بھی کئی قسم کے کام کرنے کے قابل بنادیا۔ چنانچہ آجکل اُن کی عورتیں ہوائی جہاز چلانے کا کام بھی خوب کررہی ہیں تاکہ جنگ کے وقتوں میں اپنی قوم کی مدد کرسکیں۔ چنانچہ رسول اللہؐ کے زمانے میں مسلم خواتین جنگ میں رجز یعنی گیت گاکر مردوں کو لڑائی کا جوش دلایا کرتی تھیں۔ تاکہ مسلمان دشمن کے مقابلے سے نہ بھاگیں۔ بہرحال عورتوں کا جنگ کے کاموں میں کسی نہ کسی حیثیت سے حصہ لینا ضروری ہے۔ کیونکہ اس طرح سے اُن میں دلیری شجاعت اور ہمت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اُن کے ہاں بچے بھی جنگجو پیدا ہوتے ہیں۔

آیت نمبر ۶ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھو۔ مگر افسوس مسلمان خود ہی اپنے دشمنوں سے اتنے خوف زدہ ہوگئے۔ کہ مجبوراً رسمی پردے کا قلعہ بنانا پڑا۔ جس نے مردوں اور عورتوں کو بزدل بنادیا۔ غور کیجیے۔ جس عورت کا یہ حال ہو۔ کہ غیر مرد کی شکل دیکھتے ہی اپنے گھر میں جھٹ چھپ جائے۔ یا چہرہ ڈھانک لے۔ وہ کیونکر بزدل نہ ہو۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ اس کے دل میں غیر مرد کا آنا

خوف بیٹھا ہے۔ کہ اس میں اتنی بھی ہمت نہیں۔ کہ غیر مرد کے سامنے کھلے چہرے آسکے۔ اسی طرح سے جس مرد کا یہ حال ہو کہ غیر مرد سے ڈر کر اپنی بیوی کو چھپا رکھے۔ بھلا وہ کیونکر بزدل نہ ہو۔ کیونکہ وہ غیر مرد سے اتنا ڈرتا ہے۔ کہ اس کو اتنی ہمت نہیں پڑتی۔ کہ اپنے ساتھ بھی اپنی بیوی کو کھلے چہرے باہر لاسکے۔ اب جس بچہ کے والدین ہی بزدل ہوں۔ وہ خود بُزدل کیوں نہ ہو۔ اب ایسی بُزدل قوم لڑائی کیا کرے سوائے اس کے کہ آزاد اور دلیر قوموں کے مقابلے پر غلام ہو کر رہے۔ جیسا کہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی حالت پر ذیل کی آیت صادق آتی ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَیْــٴًـا ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تمہیں کیا ہوا۔ کہ جب تم کو کہا جائے۔ کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے۔ سو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں تھوڑا ہی ہے۔ اگر تم نہ نکلو تو وہ تم کو دردناک[1] عذاب دیگا۔ اور تمہاری جگہ دوسرے لوگ لے آئے گا۔ اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (۹ آیت ۳۸)

وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ۝ "اور اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے سوائے کسی اور قوم کو بدل کرلے آئے گا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔" (۴۷ آیت ۳۸)

---

[1] درحقیقت دوسری قوموں کا مسلمانوں پر حکومت کرنا ایک عذاب الٰہی ہے جس کی غرض یہ ہے کہ مسلمان اپنی اصلاح کریں۔ جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ ۝ "تب ہم نے اُن کو تکلیف اور دکھ میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کریں۔" وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝ "اور ہم نے اُنہیں عذاب میں پکڑا تاکہ وہ رجوع کریں۔" برادران اسلام اس بات کو بخوبی ذہن نشین کر لیں۔ کہ جب تک آپ رسمی پردہ کی برائی کو چھوڑ کر اپنی عورتوں کو موجودہ قید سے رہائی نہ دیں گے اسی طرح سے دکھوں اور تکلیفوں میں ہی مبتلا رہیں گے۔ بقول شخصیکہ "چاہ کن را چاہ درپیش" جو کسی کی آزادی چھینتا ہے۔ اس کی آزادی بھی چھین جاتی ہے۔ جو کسی کو ناحق دکھ دیتا ہے۔ وہ بھی ایسے ہی دکھ میں مبتلا رہتا ہے۔ خدا جانے جب غریبوں کی عورتیں کھلے چہرے باہر پھرتی ہیں تو پھر دولتمندوں کی عورتوں کو اس طرح باہر پھرنے سے کیا دکھ پہنچتا ہے۔

مسلمانو! ان پیشگوئیوں پر غور کرو۔ کہ کس طرح سے آپ کے حق میں پوری ہو رہی ہیں۔ بے شبہ حکومت خدا کی ایک نعمت تھی جو مسلمانوں کو دی گئی تھی۔ اب غیر مسلم کس واسطے ان سے چھین کر لے گئے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ موجودہ تمدن کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنی علمی اور جسمانی حالتوں کو بدل لیا جس کے باعث وہ حکومت جیسی نعمت کے مستحق نہ رہے۔ گویا ان سے حکومت کرنے کی صلاحیت ہی جاتی رہی۔ اس لئے خدا نے بھی اپنی نعمت کو بدل دیا۔ جیسا کہ قرآن پاک شاہد ہے۔ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ اور جو اللہ کی نعمت کو بدل دے اس کے بعد کہ وہ اس کے پاس آ گئی تو اللہ سخت سزا دینے والا ہے (۲ آیت ۲۱۱) دراصل نعمت کا ہاتھ سے نکل جانا ہی عذاب الٰہی ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۔ "یہ اس لئے کہ اللہ کبھی کسی نعمت کو نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم پر کی ہو جب تک وہ خود اپنی حالتوں کو نہ بدلیں۔ (۸-۵۳)

بقول شخصیکہ۔ کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک ۔۔۔ وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک

اب جو لوگ انگریزوں پر ناجائز نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اُن کو مذکورہ بالا قرآن پاک کی پیشگوئی کے ان الفاظ "پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے" پر غور کرنا چاہئیے۔ کہ کس طرح سے اُن کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ آخر اُن میں کچھ تو خوبیاں ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ اتنی دور سے آ کر ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔ مگر اس نکتہ کو سمجھنے کے لئے ذرا دماغ چاہئیے۔

آخر مسلمانوں کی ایسی ناگفتہ بہ حالت کیوں ہوئی۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ آیت نمبر ۱ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ اپنی فوجی طاقت سے اپنے ملک کی سرحدوں کو مضبوط رکھو۔ اگر مسلمان اس حکم پر عمل کرتے تو آج اُن کی یہ حالت نہ ہوتی۔ مگر صد افسوس۔ مسلمانوں نے بجائے اپنے ملک کی سرحدوں کو فوجی طاقت سے مضبوط کرنے کے اپنی عورتوں کی سرحدوں کو رسمی پردے کی طاقت سے اتنا مضبوط کیا کہ اُن کو حتی الوسع گھروں سے باہر بھی نکلنے نہ دیا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اتنی کمزوریاں پیدا ہو گئیں۔ کہ جس کام کی محافظت کرنے کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ اس کی طرف نہ تو خود کوئی توجہ کی اور نہ اپنی عورتوں کو کرنے دی۔ ایک وقت میں دو کام نہیں ہو سکتے۔ یا تو ملک کی سرحدوں کی محافظت کرتے یا

عورتوں کی۔ اتنا بھی نہ سوچا کہ جب مشرک مردوں کی عورتیں جنگ میں حصہ لیتی ہیں تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ مسلم خواتین اُن کے مقابلے میں جنگ میں کوئی حصہ نہ لیں۔ جیسا کہ آیت نمبر ۸ میں بتلایا گیا ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو آلات حرب مشرکوں کی فوجیں استعمال کریں وہی تم بھی کرو۔ غرضیکہ عورتوں کی حفاظت سے فرصت نہ ملنے کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت ذیل کی آیات کے مصداق ہو گئی۔ مگر پھر بھی ایسے حضرات رسمی پردہ کی اصلاح نہیں کرتے۔ بلکہ اُسے اپنی بڑائی اور امارت کا نشان سمجھتے ہیں۔

(۱) وَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَجَٰهِدُوا۟ مَعَ رَسُولِهِ ٱسْتَـْٔذَنَكَ أُو۟لُوا۟ ٱلطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا۟ ذَرْنَا نَكُن مَّعَ ٱلْقَٰعِدِينَ ۝ رَضُوا۟ بِأَن يَكُونُوا۟ مَعَ ٱلْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۝ "اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے۔ کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جہاد کرو۔ تو اُن میں سے فراخی والے تجھ سے اجازت مانگتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ ہم بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ رہ جائیں۔ وہ اس بات پر راضی ہو گئے۔ کہ عورتوں کے ساتھ رہ جائیں۔ اور اُن کے دلوں پر مہر لگا دی۔ سو وہ سمجھتے ہیں۔ (۹ آیت ۸۶ - ۸۷)

(۲) إِنَّمَا ٱلسَّبِيلُ عَلَى ٱلَّذِينَ يَسْتَـْٔذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوا۟ بِأَن يَكُونُوا۟ مَعَ ٱلْخَوَالِفِ وَطَبَعَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ "الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو تجھ سے اجازت مانگتے ہیں۔ حالانکہ وہ دولتمند ہیں۔ راضی ہو گئے کہ عورتوں کے ساتھ رہیں۔ اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی سو وہ نہیں جانتے۔ (۹ آیت ۹۳)

(۳) وَيَسْتَـْٔذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ ٱلنَّبِىَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۚ وَمَا هِىَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝ اور اُن میں سے ایک فریق نبی سے اجازت مانگتا تھا۔ کہتے تھے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں وہ کھلے نہیں تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے تھے (۳۳ آیت ۱۳)

مذکورہ بالا آیات میں اُن مردوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو دولتمند تھے۔ اور ملک کی حفاظت کے لئے جنگ کرنے کے مقابلے میں عورتوں کی محافظت کے جھوٹے بہانے بنا کر اپنی عورتوں کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتے تھے۔ اس لئے اپنے ملک اور مذہب کی حفاظت کے لئے جنگ کرنے میں نہ تو خود کوئی حصہ

لیا اور نہ اپنی عورتوں کو لینے دیا۔ اس لئے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی یعنی نہ صرف اُن کی جنگ کرنے کی طاقت ہی سلب ہوگئی۔ بلکہ اُن میں ان باتوں کے سمجھنے کا مادہ ہی نہ رہا۔ کہ ملک اور مذہب کی حفاظت کرنا بہ نسبت عورتوں کی حفاظت کرنے کے کئی درجے ضروری ہے۔ اور عورتوں کا بھی حق ہے۔ کہ اپنے ملک اور مذہب کی حفاظت میں حصّہ لیں۔ اب جن قوموں کی عورتیں بھی اپنے ملک اور مذہب کی حفاظت میں حصّہ لے رہی ہیں۔ وہی حکمرانی کر رہی ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کے ان الفاظ سے۔ "راضی ہو گئے کہ عورتوں کے ساتھ رہیں" معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ عیش پرست اور آرام طلب لوگ تھے۔ ایسے لوگ حکمرانی کے قابل نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ حامیان رسمی پردہ کی حکومت بھی عیاشی کی وجہ سے اُن کے ہاتھوں سے نکل گئی۔ اب ایسے حضرات کا یہ کہنا کہ یورپین لوگوں میں عیاشی زیادہ ہے سراسر جہالت ہے اگر ان میں بدکاری زیادہ ہے تو پھر خدا نے نیکوں کو چھوڑ کر بدکاروں کو اتنی وسیع اور عظیم الشان سلطنت کیوں دے رکھی ہے۔ کیا خدا کا یہی انصاف ہے۔ ایسے حضرات اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ جس قوم کو غیر ملکوں کو فتح کرنے قانون بنانے رعایا پر قابو رکھنے ملازمت اور تجارت کرنے علم و سائنس کے سیکھنے طرح طرح کی ایجادیں نکالنے اور مشینیں بنانے اپنے مقبوضات کی حفاظت کرنے گویا خشکی۔ سمندر اور ہوا پر اپنا تسلّط جمانے کا فکر ہو اور یہ نصب العین ہو کہ تمام دنیا پر حکومت کرے۔ بھلا وہ عیاشی میں کیونکر مصروف رہ سکتی ہے۔ کیونکہ اس کی توجہ تو مختلف کاموں میں بٹی ہوئی ہے۔ البتہ جس قوم کا کوئی نصب العین نہیں سوائے اس کے کہ اپنی عورتوں کی عصمت کی محافظت کرے۔ وہی عیاشی میں پڑی رہے گی۔ کیونکہ اس کی توجہ دوسرے کاموں کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔ جو قوم جتنی توجہ دوسرے کاموں میں لگائے گی۔ اسی قدر عیاشی سے دور رہے گی۔ مگر حامیان رسمی پردہ کے ذہن میں یہ نکتہ کبھی نہیں بیٹھے گا +

(۱۲) شہادت میں مساوات

(۱) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُنہیں مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ مگر تم محسوس نہیں کرتے۔ (۲ آیت ۱۵۴)

(۲) وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا

يَجْمَعُوْنَ ۝ اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ۔ یا مر جاؤ۔ تو اللہ کی مغفرت اور رحمت یقیناً اس سے بہتر ہے۔ جو وہ جمع کرتے ہیں۔ (۳ آیت ۱۵۷)

(۳) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے۔ انہیں مردے خیال مت کرو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔" (۳ آیت ۱۶۸)

(۴) وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ اور جو اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر قتل کیا جائے۔ یا غالب آجائے۔ تو ہم اس کو جلد بڑا اجر دیں گے۔" (۴ آیت ۷۴)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو اللہ کی راہ میں شہادت پانے میں بھی مساوات دی گئی ہے۔ چنانچہ مسلم خواتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کے زمانہ کی جنگوں میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ مگر افسوس آج کل کے مروجہ پردہ نے اُنہیں قرآن مجید کے بہت سے احکام پر عمل کرنے سے محروم کر رکھا ہے۔ اب غیر قومیں جو اس تعلیم کو نہیں مانتیں وہ تو اپنی عورتوں سے محکمہ جنگ میں طرح طرح کے کام لے رہی ہیں۔ جیسا کہ آجکل جاپان۔ انگلینڈ اور جرمنی میں عورتیں جنگی جہازوں اور فوجوں میں بھی کام کر رہی ہیں۔ دراصل شہادت میں اسی واسطے مساوات رکھی گئی ہے۔ کہ ملک اور مذہب کی محافظت کرنا مردوں اور عورتوں پر یکساں طور پر فرض ہے۔ کتب علیکم القتال کے الفاظ پر غور کیجئے۔ اگر کلام ربانی پر غور کرنے کی ہمت نہ پڑے تو پھر دوسری قوموں سے سبق حاصل کیجئے۔ جو کہ اسلامی اصولوں کے ماتحت ترقی کر رہی ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہ روشنی تو اسلام سے لیتی ہیں۔ مگر اس کا انکار کرتی ہیں۔ جو ایک ناشکری قوم کا نشان ہے۔ مگر اہل اسلام باوجود روشنی پاس موجود ہونے کے پھر بھی اس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ جو کہ کفرانِ نعمت کا نشان ہے۔

(۱۴) مباہلہ میں مساوات

(۱) فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝

"پھر اگر کوئی اس کے بعد جو تیرے پاس علم آ چکا اس کے بارے میں تجھ سے جھگڑا کرے تو کہہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے لوگوں اور تمہارے لوگوں کو بلائیں پھر گڑگڑا کر دعا کریں۔ اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں" (۳ آیت ۶۰)

مذکورہ بالا آیت میں مسلم خواتین کو مباہلہ میں شامل ہونے کی مساوات دی گئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ کے زمانہ میں جس طرح وہ جنگ و جہاد میں حصہ لیتی تھیں اسی طرح سے روحانی جنگ یعنی مباہلہ میں بھی مردوں کے دوش بدوش نظر آتی ہیں چنانچہ عیسائیوں کے وفد نجران پر غور کیجیے۔ کہ کس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃؓ الزہرا اور امام حسنؓ و حسینؓ کو ہمراہ لے کر انہیں مباہلہ کے لئے للکارا تھا۔ مگر عیسائیوں کو ایسی مقدس ہستیوں کی صورتوں کو دیکھ کر ہی مباہلہ کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ جب مباہلہ کے لئے عورتوں کو اپنے گھروں سے باہر بے نقاب نکلنا جائز ہے۔ تو پھر مسجدوں میں نماز پڑھنے کی ممانعت کیوں ہو؟ جیسا کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو" (بخاری کتاب الجمعہ)

(۱۵) ہجرت کرنے میں مساوات

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے (۲۔ آیت ۲۱۸)

(۲) وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے وہ زمین میں بہتیری جگہ اور کشائش پائے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا اپنے گھر سے نکلے پھر اس کو موت آئے تو اس کا اجر ضرور اللہ کے ذمہ ہو چکا۔ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے (۴۔ آیت ۱۰۰)

(۳) وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ اور جن لوگوں نے اس کے بعد جو ان پر ظلم کیا گیا۔ اللہ کے لئے

ہجرت کی۔ہم ضرور انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے۔ اور آخرت کا بدلہ تو بڑا ہے۔ کاش وہ جانتے (۱۴۔ ۴۱)

(۴) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا۔

جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل ہو گئے یا مر گئے اللہ انہیں اچھا رزق دے گا (۲۲ آیت ۵۸)

(۵) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ ۖ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِھِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ ۖ لَا ھُنَّ حِلٌّ لَّھُمْ وَلَا ھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ ۔ " اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔جب مومن عورتیں تمہارے پاس ہجرت کرتی ہوئی آئیں ۔تو ان کا امتحان لے لیا کرو۔ اللہ اُن کے ایمان کو خوب جانتا ہے ۔پھر اگر تم اُنہیں مومنہ جانو۔ تو اُنہیں کافروں کی طرف مت لوٹاؤ۔ نہ وہ عورتیں ان کے لئے حلال ہیں ۔اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں۔ (۶۰ آیت ۱۰)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمات کو ہجرت کرنے میں بھی مساوات دی گئی ہے۔چنانچہ مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی ہجرت کی۔کیا مساوات کے مخالفین کسی ایک کام کا نام بھی بتلا سکتے ہیں جس میں مسلمات نے کسی نہ کسی حیثیت میں مردوں کے ساتھ حصہ نہ لیا ہو۔ بشرطیکہ حکم مساوی ہو۔علاوہ ازیں ہجرت تو ایسے مقام سے کرنے کا حکم ہے۔جس جگہ خدا کے احکام پر لوگوں کی مخالفت کی وجہ عمل کرنا ناممکن ہو۔ اب اکثر احباب یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس جگہ غیر مسلم کا زور ہے۔اس لئے عورتوں کو رسمی پردہ میں رکھا جاتا ہے ۔ایسے صاحبان سے یہ درخواست کی جاتی ہے۔کہ آپ کسی ایسے ملک میں ہجرت کر جائیں۔جس جگہ غیر مسلم کا زور نہ ہو۔کیونکہ غیر مسلموں کے خوف اور ڈر سے اپنی عورتوں کو آزادی نہ دینا گویا اُن کو اور اپنے آپ کو بھی بزدل بنانا ہے ۔اور بزدل قوم آزاد اور دلیر قوم کے مقابلے میں کسی بات میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔افسوس جب مسلمانوں کی اپنی حکومت تھی اس وقت بھی کفار کے خوف کی وجہ سے اپنی عورتوں کو چھپا کر رکھتے تھے ۔اور اب بھی یہی حال ہے ۔بھلا افغانستان میں تو غیر مسلم کا زور نہیں۔تو پھر وہاں رسمی پردہ کیوں کیا جاتا ہے ۔چنانچہ امان اللہ شاہ افغانستان کے تاج و تخت چھوڑنے اور اپنے ملک سے نکلنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ ملکہ ثریا بیگم نے چہرے پر نقاب ڈالنے کی رسم کو چھوڑ کر بے نقاب باہر جانا اختیار کر لیا تھا۔جس میں وہ سچی تھی۔درحقیقت امان اللہ کا عورتوں کی آزادی کے لئے اپنے

تاج وتخت کو چھوڑنا عورتوں کی فتح ہے۔

(۱۶) بیعت کرنے میں مساوات

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ "وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں، وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ پس جو کوئی یہ بیعت توڑتا ہے وہ اپنی جان کے نقصان کے لئے ہی توڑتا ہے۔ اور جو اُسے پورا کرتا ہے جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا ہے۔ تو وہ اُسے بڑا اجر دے گا۔ (۴۸۔ آیت ۱۰)

(۲) لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ۔ " یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے سو اُس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اُن پر تسکین نازل کی۔ (۴۸۔ آیت ۱۸)

(۳) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ "اے نبیؐ جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں تجھ سے بیعت کریں اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی۔ اور نہ زنا کریں گی۔ اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے کوئی بہتان باندھ لائیں گی اور نہ کسی اچھی بات میں تیری نافرمانی کریں گی۔ تو ان سے بیعت لے لے۔ اور اُن کے لئے اللہ سے بخشش مانگ۔ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۶۰ آیت ۱۲)

مذکورہ بالا آیات میں مسلم خواتین کو بیعت کرنے میں بھی مساوات دی گئی ہے۔ تاکہ بیعت کے ذریعہ اپنے عہدوں کو پورا کر کے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کریں۔ مسلم خواتین کا بیعت کرنا ہی ثابت کرتا ہے کہ وہ بھی مردوں کی طرح آزاد ہیں۔ اور اُن کو ناجائز کام کرنے کے موقع بھی ہیں۔ ورنہ اُن کو بیعت کے ذریعہ ایسا کام کرنے سے روکا نہ جاتا۔ کیونکہ جس شخص کو کوئی آزادی نہ ہو اور نہ اس کو برا کام کرنے

کا کوئی موقع ملے اس سے ایسی بیعت لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ دوستو اللہ اور رسول نے کسی کی آزادی

کو نہیں چھینا۔ البتہ بے حیائی کے کام کرنے کی مساوی طور پر ممانعت کی گئی ہے۔

(۱۷) اشاعت اسلام میں مساوات

(۱) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں۔ اور اچھے

کاموں کا حکم دیں۔ اور بُرے کاموں سے روکیں۔ اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (۳۔ آیت ۱۰۳)

(۲) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ "تم سب

سے اچھی جماعت ہو۔ جو لوگوں کی بھلائی کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو۔ اور برے

کاموں سے روکتے ہو۔ (۳۔ آیت ۱۰۹)

(۳) يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ " اے رسول جو کچھ تیرے رب سے تیری

طرف اُتارا گیا پہنچا دے"۔ (۵۔ آیت ۶۷)

(۴) اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ

اَحْسَنُ ؕ اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلا اور اُن کے ساتھ اس طریق پر

بحث کرو جو نہایت عمدہ ہو۔ (۱۶۔ آیت ۱۲۵)

(۵) فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ سو کافروں کی بات مت مان۔ اور

اس (قرآن) کے ساتھ ان سے (وہ) جہاد کر جو بڑا جہاد ہے"۔ (۲۵۔ آیت ۵۲)

(۶) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ اے لوگو جو ایمان

لائے ہو۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو۔ تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدم مضبوط کر دے گا (۴۷۔ ۷)

(۷) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ

اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ جس طرح عیسے ابن مریم نے حواریوں

سے کہا اللہ کے رستے میں کون میرے مددگار ہیں۔ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں (۶۱۔ ۱۴)

(۸) فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ؁ "سو قرآن کے ساتھ اسے نصیحت کر جو میرے وعدہ (عذاب) سے ڈرتا ہے (۵۰-۴۵)

(۹) اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؁ "یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تا کہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈراؤں اور اُسے جس کو وہ پہنچے" (۶- آیت ۱۹)

مذکورہ بالا آیات میں گرچہ مسلم خواتین کو اشاعت اسلام کرنے میں بھی مساوات دی گئی ہے۔ مگر افسوس مرد ہی کچھ نہیں کرتے تو عورتیں کیا کریں۔ چنانچہ روئے زمین کے مسلمانوں میں ایک بھی انجمن یا سوسائٹی نہیں جو کہ اپنے ملکوں سے باہر بھی غیر مسلموں میں تبلیغ کا کام کرے سوائے احمدیہ جماعت کے۔ مسلمان ان پر تو خوب دل کھول کر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ مگر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے کہ نہ تو وہ خود کوئی تبلیغ میں حصہ لیتے ہیں۔ اور نہ اپنی عورتوں کو کوئی حصہ لینے دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کا صاف ارشاد ہے۔ کہ اے ایمان والو اللہ کے دین کے مددگار ہو جاؤ جس طرح حضرت عیسےٰ کے کہنے پر ان کے حواری اللہ کے دین کے مددگار ہو گئے تھے۔" آخر اُن کے حواریوں میں اپنے دین کے پھیلانے کی کوئی خوبی تھی۔ جس کی مثال مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے اُنہیں اللہ کے دین کی اشاعت کرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ ہر ملک میں دیکھا جاتا ہے۔ کہ عیسائی عورتیں بھی اپنے دین کے پھیلانے کے لئے اتنی کوشش کرتی ہیں۔ کہ مسلمان مرد بھی اُنکا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ مسلم خواتین میں کوئی تبلیغی سپرٹ نہیں تو اُنکی اولادمیں کہاں سے آئے یہاں بھی رسمی پردے کا ڈھونگ ہے جو کہ اُنکو تبلیغ میں کوئی حصہ نہیں لینے دیتا حالانکہ مسلمین اور مسلمات کو اپنا دین پھیلانے کے لئے عیسائیوں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے تھا۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے لئے خدا کا حکم ہے۔ اور عیسائیوں کے لئے حضرت عیسےٰ کا حکم تھا۔ مگر افسوس مسلمانوں نے خدا کے حکموں کی ایک انسان کے حکم جیسی بھی پرواہ نہ کی اور عیسائیوں نے حضرت عیسےٰؑ کا حکم خدا کا سا حکم سمجھ کر اس قدر تعمیل کی کہ تمام دنیا میں اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے پھیل گئے۔ گرچہ احمدی حضرات بھی تبلیغ کا بڑا دم بھرتے ہیں۔ مگر افسوس وہ بھی اپنی عورتوں کو تبلیغ کرنے میں کوئی حصہ نہیں لینے دیتے کیونکہ تبلیغ کرنے میں عورتوں کے چہرے کا نقاب الٹ جاتا ہے۔ بھلا جس قوم کے صرف مرد تبلیغ کریں اور عورتیں گوشہ تنہائی میں بیٹھی رہیں۔ وہ کیونکر یہ دعوے کر سکتی ہے۔ کہ تبلیغ یعنی خدا کے احکام پہنچانے کا پورا حق ادا کر دیا۔ کیونکہ یہ تو ادھوری تبلیغ ہوئی۔ حالانکہ رسول اللہ کے اس ارشاد "میری طرف سے پہنچاؤ گو ایک ہی آیت ہو۔" (بخاری) سے صاف ظاہر

(۱۸) خدائی آزمائش میں مساوات

(۱) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝" اور ضرور ہم کسی قدر ڈر اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کریں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو۔ جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے۔ کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں۔ اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (۲۔ آیت ۱۵۵ و ۱۵۶)

(۲) لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ" ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور طریق مقرر کیا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی گروہ بنا دیتا لیکن (وہ چاہتا ہے) کہ جو کچھ تم کو دیا ہے۔ اُس میں تمہارے جوہر پرکھے سو نیکیوں کو آگے بڑھ کر لو" (۵۔ آیت ۴۸)

(۳) أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝" کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ یہ کہکر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور وہ مصائب میں نہ ڈالے جائیں۔ (۲۹۔ آیت ۲)

(۴) تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ" وہ ذات بابرکت ہے۔ جس کے ہاتھوں میں بادشاہت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے" ۶۷۔ آیت ۱ و ۲)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو آزمائے جانے میں بھی مساوات دی گئی ہے آیت نمبر ۳ میں صاف بتلایا گیا ہے۔ کہ صرف زبانی ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ جب تک ایمان دار دکھوں اور مصیبتوں میں پڑ کر اپنے ایمان پر ثابت قدم نہ رہیں۔ اب رسمی پردہ کے حامیوں کا اس غرض سے اپنی عورتوں کو گھروں میں مروجہ پردہ میں رکھنا کہ اُن کے باہر بے نقاب جانے سے فتنہ پڑتا ہے کوئی عقلمندی نہیں۔ کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے حضرات کا ایمان اتنا کمزور ہو چکا ہے۔ کہ وہ عورتوں کے چہرے کا فتنہ برداشت نہیں کر سکتے ....

اب جو قوم ایک خیالی فتنہ سے ڈر کر اتنی عاجز آجائے۔ کہ اپنی عورتوں کو رسمی پردہ میں رکھنے کے لئے مجبور ہو جائے۔ اس قوم نے دوسرے بڑے بڑے فتنوں کا کیا خاک مقابلہ کرنا ہے۔ خدا نے دنیا میں فتنے تو اسی واسطے رکھے تاکہ اُن کا مقابلہ کرکے کام کرنے کی ہمت اور طاقت بڑھے۔ کیونکہ دکھوں اور تکلیفوں میں پڑے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ بھلا ایسے عقلمندوں سے کوئی یہ پوچھے کہ اُن غیر مسلم عورتوں کے فتنہ سے جو کہ بے نقاب باہر پھرتی ہیں کیسے بچو گے۔ جب اُن کے فتنہ سے بچ سکتے ہو تو کیا پردہ نشین عورتوں کے چہرہ کے فتنہ سے نہیں بچ سکتے؟ اب مسلم اور غیر مسلم کا مقابلہ کرکے دیکھ لیجئے۔ کہ مسلمانوں میں اتنی بھی ہمت اور طاقت نہیں کہ عورتوں کے چہرے کی تاب لا سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسمی پردے کے باعث ان کا چال چلن اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ وہ ایسے فتنوں کا مقابلہ کرنے سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ نظریں نیچی رکھنے کے مساوی حکم کی علت غائی بھی یہی تھی۔ کہ مسلم خواتین بھی ان کے سامنے کھلے چہرے آئیں۔ تاکہ ان کا کریکٹر یعنی چال چلن مضبوط رہے۔ اور وہ ایسے فتنوں پر غالب آسکیں۔ اب ان کے بالمقابل غیر مسلموں کا یہ حال ہے۔ کہ آزادئ نسواں نے اُن کے چال چلن کو اتنا مضبوط کر دیا ہے کہ وہ ایسے فتنوں کا مقابلہ کرنے سے نہیں ڈرتے۔ بلکہ فتنوں پر غالب آکر دنیا بھر میں حکومت کر رہے ہیں۔ جب خدا نے مرد اور عورت کو یکساں طور پر فتنوں میں ڈالنا ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ عورتوں کو ہی فتنہ سمجھ کر گھروں میں بند رکھا جائے۔ بھلا ایسی حالت میں اُن کو فتنہ سے آزمانا چہ معنی دارد؟ درحقیقت ایسا کرنا خدا سے جنگ کرنا ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں تو اُن کو اچھے عمل کرنے کا بھی کوئی موقع نہیں۔ جو کہ زندگی کی اصل غرض ہے۔ علاوہ ازیں جس قوم کے مرد یہ کہہ کر کہ عورتوں کے چہروں سے فتنہ پڑتا ہے۔ شجاعت۔ ہمت سے محروم ہو کر بزدل ہو جائیں ہمیشہ دکھوں میں ہی رہیں گے۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ اُن میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ فتنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ جو کہ جہاد کی اصل غرض ہے۔ اب ایسے لوگ دنیا میں کار نمایاں کیا کریں۔ سوائے اس کے کہ اپنی عورتوں کو رسمی پردہ میں رکھیں۔ ایسے حضرات سے کوئی یہ پوچھے کہ کیا مردوں کے چہروں سے کوئی فتنہ نہیں پڑتا۔ حضرت لوطؑ کی قوم کی تباہی پر غور کیجئے۔ جب ان کے چہروں سے بھی فتنہ پڑتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ان کو بھی عورتوں کی طرح بند کرکے فتنہ سے بچایا جائے۔ بلاشبہ عورتوں کے چہروں کو فتنہ انگیز قرار دینا منافق کی پہچان ہے۔ ذیل کی آیت ملاحظہ ہو۔

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ " اور ان میں وہ بھی ہے جو کہتا ہے مجھے اجازت دیجئے اور مجھے دُکھ میں نہ ڈالیئے۔ دیکھو دُکھ میں تو یہ پڑ ہی گئے۔ (۹- آیت ۴۹)

اس آیت کی شان نزول میں یہ روایت ہے۔ کہ جنگ تبوک کے موقع پر بعض منافقوں نے یہ عذر بنا لیا کہ عیسائیوں کی عورتیں خوبصورت ہیں۔ ہم ان کے ساتھ جنگ کرنے جائیں گے۔ تو ان کی وجہ سے فتنہ میں پڑیں گے اسی طرح سے حامیان رسمی پردہ یہ کہتے ہیں اگر مسلم خواتین مسجدوں میں نماز پڑھنے آئیں گی۔ تو اُن کے کھلے چہروں سے ہم فتنہ میں پڑ جائیں گے۔ حالانکہ زمانۂ نبویؐ میں مسلم خواتین کھلے چہرے مسجدوں میں نمازیں پڑھتی تھیں۔ آیت نمبر ۲ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ تمام قوموں کو شریعت دی گئی ہے۔ تاکہ اس بات کو آزمایا جائے کہ نیکیوں کی دوڑ میں کون بڑھتا ہے۔ اب جو قوم اپنی آدھی آبادی کو رسمی پردہ کے ذریعہ بے کار اور جاہل بنا رکھے بھلا وہ نیکی کی دوڑ میں دوسری قوموں کے مقابلے میں خاک بڑھے۔ عیاں راچہ بیاں۔

(۱۹) باہمی امداد میں مساوات

(۱) وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ " اور نیکی اور تقوٰے پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اور اللہ کا تقوٰی کرو"

(۲) إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ " تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول ہیں۔ اور وہ جو ایمان لائے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔" (۵- آیت ۵۵)

(۳) وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ " اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں۔ اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اُن پر اللہ رحم کرے گا اللہ غالب حکمت والا ہے" (۹ آیت ۷۱)

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمین اور مسلمات کو مساوی طور پر نہ صرف ایک دوسرے کا مددگار

بلکہ رفیق قرار دیا ہے۔ اولیا کے معنی دوست اور کارساز کے بھی ہوتے ہیں۔ مگر افسوس رسمی پردہ نے صرف مسلمان مردوں اور عورتوں کا آپس میں باہمی رفاقت۔ دوستی۔ اور اتحاد کا تعلق ہی قطع کر دیا۔ بلکہ اُن میں بیگانگت اور اجنبیت پیدا کر دی ہے۔ جس کا اثر مسلمانوں کی سلطنتوں پر بھی پڑا۔ چنانچہ اب اکثر مسلم خواتین کا یہ حال ہے کہ مسلمان مرد کی شکل دیکھتے ہی نہ صرف اپنے چہرہ کو ڈھانک لیتی ہیں۔ بلکہ اندر چھپ جاتی ہیں اور مسلمان مردوں کا یہ حال ہے کہ وہ بھی رسمی پردہ کی وجہ سے اُن سے کوئی بات نہیں کر سکتے گویا موجودہ تمدن نے مسلم خواتین کو مردوں سے علیحدہ کر رکھا ہے۔ بھلا جب وہ ایک دوسرے کے سامنے ہی نہیں آتے۔ تو پھر وہ آپس میں اعانت۔ رفاقت اور اتحاد کیا کریں۔ حالانکہ اُن کو کافروں کی باہمی امداد اور اتحاد کی مثال دیکر بتلایا گیا تھا کہ اگر تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کروگے تو ملک میں امن قائم نہیں رہے گا۔ یعنی غیر مسلم زور پکڑ لیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ کَبِیْرٌ ۝ " اور جو کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم ایسا نہ کروگے تو ملک میں فتنہ اور فساد بھڑ کا رہیگا"

اگر مردوں اور عورتوں کو آپس میں ملکی۔ مذہبی اور قومی کاموں میں بھی ایک دوسرے کی اعانت اور رفاقت نہیں کرنی تھی۔ تو پھر خدا نے اُن کو باہمی رفاقت اور اتحاد کا تاکیدی حکم کیوں دیا۔ یہ حکم تو عام ہے نہ کہ خاص رشتہ داروں کے لئے۔ اگر اس حکم کے وقت جو کہ نائویں ہجری میں نازل ہوا مسلمانوں میں ایسا ہی پردہ تھا جیسا کہ آجکل ہندوستان میں تو پھر خدا کا باہمی امداد اور اتحاد کرنے کا حکم بیناہی بے معنی ٹھہرتا ہے درحقیقت دنیا میں کوئی قوم مرد اور عورت کے آپس میں باہمی سلوک۔ امداد۔ رفاقت اور اتحاد کے بغیر کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتی۔ غور کیجئے کہ جن قوموں کے مردوں اور عورتوں میں باہمی رفاقت اور تعاون ہے وہی دنیا میں ترقی کر رہی ہیں۔ اور اُن کی حالت پر یہ شعر صادق آتا ہے۔ ؎

مل جُل کر مکھیوں نے بنایا ہے شہد کو ۔۔۔ دیکھو تو کیا مٹھاس ہے اس اتفاق میں

اب مولوی صاحبان اور دیگر احباب کا یہ کہنا کہ مرد مردوں کے اور عورتیں عورتوں کی رفیق ہیں قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ سے ہمیشہ دو گروہوں کا آپس میں ایک دوسرے کا رفیق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ذیل کی آیت ملاحظہ کیجئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ "جو ایمان لائے اور اُنہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ جنہوں نے (انکو) پناہ دی اور مدد دی یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔" (۸-آیت ۷۲)

اب اس آیت کے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ کہ ہجرت کرنے والے آپس میں اور پناہ دینے والے آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ بلکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ ہجرت کرنے والے پناہ دینے والوں کے اور پناہ دینے والے ہجرت کرنے والوں کے دوست ہیں۔ اسی طرح سے مسلمان مردوں کو مسلم خواتین کا اور مسلم خواتین کو مسلمان مردوں کا رفیق۔ دوست اور معاون قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کا میل جول اس روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال کنّا نتقی الکلام الانبساط الیٰ نسائنا علی عہد النبی صلعم ھیبۃ ان فینا شیٔ فلما توفی النبی صلعم تکلمنا وانبسطنا۔ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کے عہد میں ہم عورتوں سے زیادہ بات چیت اور میل ملاپ کرنے سے بچتے تھے۔ اس ڈر سے کہ ہمارے متعلق کوئی حکم اُترے۔ سو جب نبی کی وفات ہوئی تو ہم نے (عورتوں سے) سے کھلے طور بات چیت کی اور میل جول کیا (بخاری کتاب النکاح) بلا شبہ تب ہی تو مسلمانوں نے ترقی کی تھی اور جب سے عورتوں سے میل ملاپ چھوڑ دیا تنزل میں گرتے گئے۔

حقیقتاً مذکورہ بالا آیات اور حدیث سے علاوہ ایک دوسرے کی امداد اور رفاقت کرنے کے آپس میں تبادلۂ خیالات کرنا سکھلایا گیا ہے۔ کیونکہ جب تک مختلف لوگ ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات نہ کریں۔ نہ تو اُن کی معلومات بڑھتی ہیں اور نہ زمانہ شناسی اور تجربہ کاری حاصل ہوتی ہے اور نہ اُن کے خیالات میں وسعت آتی ہے غور کیجئے کہ گھر کی چاردیواری میں سوائے تنگ نظری جہالت اور تپ دق کے رکھا ہی کیا ہے چنانچہ مردوں سے عورتوں کی تعداد کم ہونے کی ایک وجہ تپ دق بھی ہے جس سے رسمی پردہ نشین بہ سبب نہ پانے تازہ ہوا کے کثرت سے مرتی ہیں اس کے ثبوت کے لئے ڈاکٹری رپورٹیں پڑھ لیجئے۔ جب مرد باہر نکل کر بھی اپنی معلومات بڑھاتے ہیں تو

پھر کیا وجہ ہے کہ اسی طرح سے عورتیں بھی اپنی معلومات نہ بڑھائیں۔ یہی سبب ہے کہ اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایک دوسرے کا بہن بھائی قرار دیا ہے" اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ تحقیق مومن بھائی بھائی ہیں۔" (۴۹۔ آیت ۱۰) فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا تو تم اُس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے (۳۔ آیت ۱۰۲) جب مرد عورتوں کے بھائی ٹھہرے تو پھر عورتیں کیونکر اُن کی بہنیں نہ ٹھہریں۔ عیسائیوں نے تو محض اپنی عقل سے ہی آپس میں بہن بھائی کا سلسلہ قائم کر دیا۔ مگر اہل اسلام کو قرآن مجید پڑھ کر بھی سمجھ نہ آئی اور نہ آتی نظر آتی ہے۔ بلاشبہ گری ہوئی قوم کا یہ بھی ایک نشان ہے۔ کہ وہ ایک عمدہ اور اعلےٰ تعلیم سے بھی ایسا نتیجہ نکالتی ہے جو کہ اُس کے تنزل اور ادبار کا باعث ہوتا ہے۔

(۲۰) عصمت میں مساوات

(۱) وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ " اور زنا کے قریب مت جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی کی بات ہے اور وہ بری راہ ہے۔" (۱۷۔ آیت ۳۲)

(۲) اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ " زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد پس ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ اور اُن پر مہربانی تمہیں اللہ کے حکم کی تعمیل سے نہ روکے۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہو اور چاہیئے کہ اُن کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو۔" (۲۴۔ آیت ۲)

(۳) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ " ایمان دار مردوں سے کہہ دے اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ (۲۴۔ آیت ۳۰)

(۴) وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ " اور ایمان دار عورتوں سے کہہ دے اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔" (۲۴۔ آیت ۳۱)

(۵) وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاۗءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ " اور جو لوگ پاک دامن

عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو اُنہیں اسّی کوڑے لگاؤ۔ اور اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ اور وہی نافرمان ہیں (۲۴۔ آیت ۴)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کی عصمت کو مساوی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ نظریں نیچی رکھنے۔ شرمگاہوں کی حفاظت کرنے اور زنا سے بچنے کا مساوی حکم دے کر زنا کی سزا بھی مساوی مقرر کی گئی۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسلم خواتین کو بھی مردوں کی طرح مساوی آزادی دی گئی ہے۔ اکثر حامیان رسمی پردہ ان احکام کی مساوات کو نظر انداز کر کے مسلم خواتین کی عصمت کو اپنی عصمت سے زیادہ فضیلت دیتے ہیں مگر اس میں بھی مطلب سعدی دیگر است کا مضمون ہے۔ جو کہ دُوربین نگاہوں سے چھپ نہیں سکتا۔ دراصل بات یہ ہے۔ کہ مسلم خواتین کو اُن کی عصمت کی فضیلت کا بہانہ قرار دیکر غلام بنانا منظور ہے۔ اور کئی صدیوں سے یہی دھوکا دیکر رسمی پردہ قائم کیا گیا ہے۔ جس سے اُن کی آزادی اور مساوات کو سلب کیا گیا ہے۔ ورنہ دوسرے مساوی حکموں میں کس واسطے مسلم خواتین کو فضیلت نہ سہی مساوات بھی نہیں دی جاتی۔ یہ دھوکا دہی نہیں تو اور کیا ہے۔ حامیاں رسمی پردہ اس بات کو بخوبی ذہن نشین کرلیں۔ کہ اب جاہل عورتوں کو ایسے دھوکا دیکر رسمی پردہ میں رکھ سکتے ہیں۔ مگر نئی روشنی کی تعلیم یافتہ خواتین کو دھوکا دینا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ دن بدن رسمی پردہ کا نبھانا مشکل ہو رہا ہے کیونکہ تعلیمیافتہ خواتین ایسی قیدوں میں رہنا نہیں چاہتیں۔ اور اس امر میں وہ یقیناً راستی پر ہیں۔ بھلا جب خدا ایک۔ رسولؐ ایک۔ قرآن ایک۔ حکم ایک۔ الفاظ ایک۔ معنی ایک اور سزا ایک یعنی اتنی باتوں میں مساوات ہو تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ مرد تو ہر طرح کی آزادی سے باہر پھریں۔ اور مسلم خواتین بندی خانہ یعنی حبس بیجا میں رہیں۔ اور باہر پارسل یا چھولداری کی شکل میں جائیں۔ اور گھونگٹ لگائیں۔ اگر مسلم خواتین کی عصمت مردوں کی عصمت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ تو پھر اُن کے لئے سزا بھی زیادہ ہونی چاہئیے۔ بلاشبہ عورتوں کی عصمت کو فضیلت دینے والے صاحبان نہ صرف مسلم خواتین کو بلکہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ اکثر حضرات اپنی عصمت کو دو کوڑی کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ اور اپنے لئے نہ صرف ہر قسم کی آزادی کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ قوّت نہ ہونے پر بھی کئی قسم کے کشتے اور معجونیں اور مقویات کھا کر بھی دنیا بھر کی خرابیوں میں مبتلا رہتے

ہیں اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ اپنی عصمت خراب کرنے کے لئے روپیہ بھی خرچ کرتے ہیں۔ کاش ایسے حضرات اپنی عصمت کو بھی اپنی عورتوں کی عصمت کے برابر ہی سمجھتے۔ تو پھر ہرگز ایسی خرابیوں میں مبتلا نہ رہتے۔ چنانچہ اب اکثر جاہل مسلمانوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ خاوند جو غیر عورت سے بدکاری کرے تو وہ زنا نہیں مگر بیوی جو غیر مرد سے بدکاری کرے تو وہ زنا ہے۔

زنا کی سزا کے متعلق بعض مسلمان یہ کہتے ہیں کہ چونکہ سزا دینے میں عورت کو پہلے رکھا گیا ہے۔ اس لئے یہ زیادہ تصوروار ہے اور بعض صاحبان یہ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ مرد کو پہلے نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے۔ اس لئے یہ زیادہ قصوروار ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ زنا کی ابتدا مرد سے ہی شروع ہوتی ہے کیونکہ یہ روپیہ خرچ کرتا ہے اور اس کی انتہا عورت پر ختم ہوئی ہے عورت کو اس لئے سزا میں پہلے رکھا گیا ہے کیونکہ جب تک عورت کی مرضی نہ ہو مرد زنا نہیں کر سکتا۔ اور مرد کو اس لئے پہلے نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ زنا کے لئے پیشقدمی نہ کرے۔ چونکہ دونوں مل کر زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس لئے دونوں ہی برابر کے قصووار ہیں۔ اس لئے سزا بھی مساوی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ مردوں کی عصمت بھی عورتوں کی عصمت کے برابر ہے آیات نمبر ۱۳ و ۱۴) سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردوں نے اپنی نظریں عورتوں کے سامنے اور عورتوں نے اپنی نظریں مردوں کے سامنے نیچی رکھنی ہیں۔ تاکہ ایک دوسرے کے سامنے شرم وحیا سے رہیں گویا تاڑا تاڑی اور کوئی بدتہذیبی کی حرکت نہ کریں۔ جس سے یہ سکھلایا گیا ہے۔ کہ عورتوں کے سامنے آنے سے ہی مردوں کے اخلاق اچھے رہیں گے۔ گویا قرآن پاک نے دنیا کے سامنے ایسی تعلیم پیش کی ہے۔ جس پر عمل کرکے عورت اور مرد نہ صرف باہر کام کر سکتے ہیں۔ بلکہ برائی سے بھی بچ سکتے ہیں۔ مگر افسوس اکثر مسلمانوں نے اس پاک تعلیم کے خلاف جاہل لیڈروں کے کہنے پر دائرہ عمل کا بہانہ بنا کر اپنی عورتوں کو تو گھروں میں بند رکھا۔ اور باہر دوسری عورتوں کو تاڑا اور اُڑایا۔ جس سے ایک تو ان کا چال چلن خراب ہوگیا۔ اور دوسرے انہوں نے اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیا۔ کہ مسلم خواتین خود بخود اپنی عصمت کی محافظت نہیں کر سکتیں۔ جبتک ان کی آزادی پر طرح طرح

علاوہ ازیں اکثر حامیان رسمی پردہ باوجود عصمت کی حفاظت کے مساوی حکموں کے جتنی اپنی عورتوں کی نگرانی اور حفاظت کرتے ہیں اگر اس کا عشر عشیر بھی اپنی عصمت کی نگرانی اور حفاظت کرتے تو واللہ

ایسے حضرات فرشتہ بن جاتے اور اُن کی اخلاقی اور روحانی حالت ہرگز ایسی پست نہ ہوتی۔ اب ایسے مسلمانوں پر جو اپنی عصمت کی حفاظت تو کچھ نہیں کرتے مگر اپنی عورتوں کی عصمت کے خواہ مخواہ بھی چوکیدار بنتے ہیں۔ یہ مثال صادق آتی ہے۔ "جو کا ڈھیر اور گدھا رکھوالا"۔ جو شخص اپنی عصمت کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ وہ بیوی کی عصمت کی کیا حفاظت کریگا۔ آیت نمبر۳ میں ایسے مسلمین اور مسلمات پر جو کہ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں۔ مساوی ہی سزا مقرر کی گئی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود تہمت لگانے کے پھر بھی اللہ نے عورتوں کی آزادی میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ اگر بہتان کے خوف سے عورتوں کی آزادی کو چھینا جاتا تو پھر عورتوں کی آزادی ہرگز دنیا میں قائم نہ رہتی۔ اسی واسطے بہتان لگانے والوں کے لئے سزا مقرر کی گئی ہے تاکہ عورتیں آزادی سے محروم نہ ہونے پائیں۔ مگر حامیان رسمی پردہ پھر بھی اپنی عورتوں کو آزادی نہیں دیتے۔ علاوہ ازیں زنا سے بچنے اور زنا کی سزا کے متعلق جتنے احکام ہیں۔ ان سب میں مردوں اور عورتوں کا آپس میں اختلاط ثابت ہوتا ہے۔ اگر ان کا آپس میں کوئی اختلاط نہ ہو تو پھر ایک دوسرے کو نظریں نیچی رکھنے۔ اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے اور زنا کے نزدیک نہ جانے اور زنا کے ثبوت میں چار گواہ لانے کے مساوی احکام دینا ہی بے معنی ٹھہرتا۔ حالانکہ آیت نمبر۲ کے آخری الفاظ سے مسلمین اور مسلمات کا یہانتک اختلاط ثابت ہوتا ہے۔ کہ زنا کی سزا کا مشاہدہ کرنا بھی اُن کے لئے ضروری قرار دیا گیا تاکہ مرد اور عورت دونوں عبرت حاصل کریں۔ دراصل قرآن مجید نے اسی زنا کی سزا سَو دُرّے مقرر کی ہے جس کے ثبوت میں چار گواہ ہوں۔ اگر چار گواہوں کی حد بندی نہ کی جاتی۔ تو پھر ایک دوسرے کو زنا کی تہمت لگانا اور سزا دلوانا آسان ہو جاتا۔ اسی لئے زنا کا بہتان لگانے والوں کے لئے چار گواہ نہ لانے پر اسّی کوڑے سزا مقرر کی گئی ہے۔ تاکہ لوگوں کو کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی جرأت نہ ہو۔ اور جس زنا کے ثبوت میں چار گواہ نہ ہوں۔ گرچہ وہ بھی گناہ ہے۔ مگر اس کے لئے یہ سزا مقرر نہیں کی گئی۔ کیونکہ ایسے گناہ کی سزا بشرطیکہ انسان توبہ نہ کرے۔ خدا خود دے گا۔ جیساکہ کلام ربانی ناطق ہے۔ وَ لَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۙ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ۙ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا " اور نہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو کوئی ایسا کرے وہ گناہ کی سزا پائے گا۔ اس کے

لئے قیامت کے دن دوچند عذاب ہوگا۔ اور اس میں ذلیل ہوکر رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا۔ اور اچھے عمل کرتا رہا۔ تو ایسے لوگوں کی بُری زندگی کو اللہ نیک زندگی سے بدل دیتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (۲۵۔ آیت ۶۸) یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ط وَکَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا ہ" اے نبی کی عورتو جو کوئی تم میں سے کھلی بے حیائی کرے اُسے دوچند سزا دی جائے گی۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے (۳۳۔ آیت ۳۰) حقیقتاً بغیر عقد شرعی کے مرد اور عورت کا آپس میں جماع کرنے کا نام ہی زنا ہے۔ اور اسی کی سزا ہے۔ بشرطیکہ چار گواہ ہوں۔ ورنہ مردوں اور عورتوں کا آپس میں ملنا جلنا باتیں کرنا کھانا پینا کوئی گناہ نہیں۔ اور نہ ان باتوں کے لئے کوئی سزا مقرر ہے۔ ولاتقربوا الزنا کے حکم سے غیر عورتوں سے مجامعت کرنے کی ممانعت کی گئی ہے نہ کہ بات چیت کرنے کی۔ اگر ایسی باتیں کرنا بھی کسی قسم کا جرم ہوتا تو پھر اللہ اور اس کا رسول ایک دوسرے کو دیکھ کر شادی کرنے اور خرید فروخت کرنے کی اجازت نہ دیتے اور دوسرے ایسے شخصوں کو جنہوں نے سوائے جماع کے سب کچھ کر لیا تھا۔ بغیر سزا کے نہ چھوڑتے جبکہ وحی کا سلسلہ بھی جاری تھا اور مجرم اپنے گناہ کا اقرار بھی کرتا تھا۔ ذیل کی حدیث ملاحظہ ہو۔ عن عبدِ اللّٰهِ بْنِ مسعود قال جاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم فقالَ یا رسول اللّٰه انّی عالجت امرأةً فی اَقصی المدینة وانّی اصبت منها ما دون ان اَمَسّها فان هٰذا فاقضِ فیّ ما شئت فقال له عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللّٰهُ لَوْ سَتَرْتَ علی نفسك قَالَ وَلَمْ یَرُدَّ النبیّ صلی اللّٰه علیه وسلم علیه شَیْئًا وَقَامَ الرَّجُلُ فانطلق فاتبعَهُ النبیّ صلی اللّٰه علیه وسلم رَجلًا فَدَعَاهُ وَتَلٰی علیه هٰذِهِ الْاٰیَة وَاَقِمِ الصلوٰة طرفی النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللیل اِنَّ الحسناتِ یُذْهِبْنَ السیّاتِ ذٰلك ذکریٰ للذّاکرِیْنَ فقالَ رجل من القوم یا نبیّ اللّٰهِ هٰذا له خَاصَّةً فقال بل للناس کافّةً۔ روایت ہے عبداللہ بن مسعود سے کہ آیا ایک شخص طرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پس کہا اُس نے اے رسولِ خدا کے تحقیق میں نے گلے لگایا ایک عورت کو بیچ کنارے مدینہ کے اور تحقیق میں پہنچا ہوں اُس سے اُس چیز کو کہ کم ہو صحبت سے یعنی صحبت کا اتفاق نہیں ہوا اور سوائے اس کے بوس و کنار سب کچھ

ہوا پس حکم فرمایئے بیچ حق میرے کے جو مزاج میں آوے پس کہا واسطے اُس کے حضرت عمرؓ نے تحقیق ڈھانکا تھا تجھ کو اللہ نے اگر پردہ پوشی رکھتا تو اوپر ذات اپنی کے۔ کہا عبداللہ نے اور نہ جواب دیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کو کچھ اور کھڑا ہوا وہ شخص اور چلا پس بھیجا پیچھے اُس کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پس بلایا اُس کو اور پڑھی اُس پر یہ آیت" اور قائم رکھ نماز بیچ دونوں طرفوں دن کے اور چند ساعات رات کے تحقیق نیکیاں لے جاتی ہیں بُرائیاں۔ یہ ہے نصیحت واسطے نصیحت ماننے والوں کے پس کہا ایک شخص نے قوم میں سے اے نبیؐ اللہ یہ ہے واسطے اسی کے خاص یا سبھوں کے لئے فرمایا واسطے سب لوگوں کے۔ بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔

(۲۱) نکاح میں رضامندی کی مساوات

(۱) وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط " اور جب تم عورتوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو اُنہیں (اس بات سے) مت روکو کہ وہ اپنے جوڑوں سے نکاح کر لیں جب آپس میں پسندیدہ طور پر راضی ہو جائیں "۔ (۲-آیت ۲۳۲)

(۲) وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ " اور اگر تمہیں خوف ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے۔ تو (ایسی) عورتوں سے نکاح کر لو۔ جو تمہیں پسند ہوں "۔ (۴-آیت ۳)

(۳) وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ " اور وہ تم سے مضبوط عہد لے چکی ہیں (۴-آیت ۲۱)

(۴) وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ " اور جو (عورتیں) ان کے سوا ہیں۔ وہ تمہارے لئے حلال ہیں (اس طرح) کہ تم اپنے مالوں کے ساتھ (ان کو) چاہو۔ نکاح میں لا کر نہ شہوت رانی کرتے ہوئے سو تم نے ان میں سے جس کے ساتھ نفع اُٹھایا ہے۔ اُنہیں ان کے مقرر شدہ مہر

دے دو اور تم پر اس کے متعلق کوئی گناہ نہیں تم مقرر کرنے کے بعد آپس میں رضامند ہو جاؤ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔" (۴۔ آیت ۲۴)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر اور تبادلہ خیالات کر کے شادی کرنے کے مساوی حقوق دیئے گئے ہیں جن کی ایک غرض تو یہ ہے۔ کہ دونوں کی محبت آپس میں قائم رہے۔ دوسرے دونوں کی زندگی خوش گوار گذرے۔ تیسرے ان کی اولاد بھی خوبصورت پیدا ہو۔ چنانچہ جن قوموں میں آپس میں دیکھ کر اور پسند کر کے شادی کرنے کی رسم ہے۔ وہی خوبصورتی میں بڑھی ہوئی ہیں۔ درحقیقت خوبصورتی ایک اعلےٰ صفت ہے۔ جو کہ بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے خدا کو بھی پسند ہے۔ جیسا کہ مشہور قول ہے۔ اللہ جمیل ویحب الجمیل اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ بھلا جب خدا خود خوبصورتی کو پسند کرتا ہے تو پھر اس کے بندے کیوں نہ کریں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر مردوں نے خوبصورت عورتوں کو پسند کر لیا تو پھر بدصورت عورتیں کہاں جائیں۔ ایسے صاحبان کو شاید اتنا بھی علم نہیں۔ کہ عورتوں نے بھی مردوں کو پسند کرنا ہے۔ اس لئے جب خوبصورت عورتوں نے خوبصورت مردوں کو پسند کر لیا تو پھر لامحالا بدصورت عورتیں بدصورت مردوں کے حصہ میں آئیں گی۔ مگر لطف کی بات تو یہ ہے۔ کہ مرد خواہ کتنا ہی بدصورت ہو یہی چاہتا ہے کہ خوبصورت عورت ملے نکاح میں یہانتک مساوات دی گئی ہے۔ کہ بدکار بدکاروں سے اور نیک نیکوں سے نکاح کریں۔ جیسا کہ کلام ربانی سے ثابت ہے۔ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بدکار مرد سوائے بدکار یا مشرک عورت کے کسی سے نکاح نہیں کرتا اور بدکار عورت سوائے بدکار یا مشرک مرد کے کسی سے نکاح نہیں کرتی۔ اور یہ مومنوں پر حرام کیا گیا ہے (۲۴۔ آیت ۳) اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ "بدصورت عورتیں بدصورت مردوں کے لئے اور بدصورت مرد بدصورت عورتوں کے لئے اور خوبصورت عورتیں خوبصورت مردوں کے لئے اور خوبصورت مرد خوبصورت عورتوں کے لئے" (۲۴۔ آیت ۲۶) الخبیثت للخبیثین والطیبت للطیبین کے معنی بہت

---

[1] ان آیات سے اُن حامیان رسمی پردہ کو جو بڑے زور شور سے یہ کہتے ہیں "اگر ہم بدکاری کریں تو کیا ہماری عورتیں بھی کریں" یہ سکھلایا گیا ہے۔ کہ بدکاروں کا نیکوں کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ کیونکہ بدکاری اور نیکوکاری کا آپس میں کوئی بقیہ صفحہ ۹۸ پر

وسیع ہیں جس قسم کی خوبیوں اور صفتوں والی عورتیں ہوں اسی قسم کی خوبیوں اور صفتوں والے مردوں سے نکاح کریں تاکہ زندگی خوشگوار گذرے۔ غرضیکہ قرآن مجید نے نکاح کی مساوات کو اس کمال تک پہنچا دیا ہے کہ آزاد مرد آزاد عورت سے نکاح کرے۔ کیونکہ لونڈیوں سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ کسی بات میں بھی آزاد عورتوں کی اولاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷) جوڑ اور میل نہیں ہو سکتا۔ بدکاری دونوں کے لئے مساوی طور پر ناجائز ہے۔ دراصل ایسے الفاظ وہی صاحبان کہتے ہیں۔ جو کہ تقوٰے اور پرہیزگاری کے نام سے ناآشنا ہیں اور خود بدکاری سے باز نہیں آنا چاہتے۔ گویا اُن کے دلوں میں اللہ کا کوئی خوف نہیں رہا۔ کیا ایسے حضرات کو اُن کی عورتوں نے بدکاری کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اگر انہوں نے کوئی ایسی اجازت نہیں دی۔ تو پھر ایسے مردوں کا یہ پوچھنا "اگر ہم بدکاری کریں تو کیا ہماری عورتیں بھی بدکاری کریں" کونسی دانشمندی ہے۔ یہ کون کہتا ہے کہ تمہاری عورتیں بدکاری کریں۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ آپ خود بھی نیک بنیں۔ اور اپنی عورتوں کی خداداد آزادی کو بھی نہ چھینیں۔ بھلا جب مرد بدکاری کرے تو پھر اس کو اپنی عورت کو بدکاری سے روکنے یا اپنے نکاح میں رکھنے کا کیا حق ہے۔ حقیقتاً ایسے مردوں نے اپنی بدکاریوں پر اپنی عورتوں کی آزادی کو بھینٹ چڑھا رکھا ہے یعنی بدکاری تو خود کرتے ہیں۔ مگر سزا اپنی عورتوں کو دیتے ہیں۔ اب ایسے مردوں کا یہی علاج ہو سکتا ہے۔ کہ یا تو اپنی عورتوں کی بدکاری کو بھی برا نہ منائیں یا خود بدکاری سے باز آجائیں۔ یا اُن کو خلع کرنے کی اجازت دے دیں تاکہ وہ اپنے جیسے کسی نیک مرد سے نکاح کر لیں۔ تاکہ خدا کی قایم کردہ مساوات میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ کیونکہ یہ مساوات کبھی باطل نہیں ہو سکتی۔ اگر مرد آزاد رہ کر بدکاری کرے گا۔ تو عورت رسمی پردہ میں کرے گی۔ اس کا باعث یہ ہے کہ انسان بدکاری تو اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ نہ کہ کسی کی اجازت سے اور جب انسان بدکاری کرنا چاہتا ہے تو پھر اس کو کسی قسم کے پردہ کی رکاوٹ روک نہیں سکتی۔ بلکہ موجودہ پردہ میں تو آسانی سے بدکاری ہو سکتی ہے۔ اگر عورتیں یہ کہیں کہ ہم بدکاری کریں تو کیا ہمارے خاوند بھی کریں تو پھر ایسے صاحبان کیا جواب دیں گے۔ دوستو خود بدکاری کرنا تو اپنی عورتوں کو بدکاری کرنا کا چارٹر دینا ہے۔ کیونکہ خاوند کے چال چلن کا اثر اُس کی بیوی پر پڑتا ہے اگر مرد کو بدکاری کرنے کا حق ہے تو پھر اس کی بیوی کو کیوں نہیں۔ کاش ایسے صاحبان یہ کہتے کہ ہم خود بھی آزاد رہ کر نیک بنیں گے۔ اور اسی طرح سے اپنی عورتوں کو بھی آزادی دیکر نیک بنائیں گے تو پھر کوئی جھگڑا نہ رہتا بلاشبہ اگر خاوند نیک ہے تو بیوی بھی ضرور نیک ہے۔ علاوہ ازیں ایسے حضرات سے ایک(۱) سوال تو یہ کیا جاتا ہے کہ جائیز ۔ حلال اور طیب مال کو چھوڑ کر ناجائز اور حرام مال کی نہ صرف تلاش کرنا ہے بلکہ روپیہ خرچ کرکے اس سے گناہ کرنا کون سی عقلمندی ہے۔ اگر یہ کوئی اچھی بات ہے تو پھر اپنی بیبیوں کو اس "شرف" سے کیوں محروم رکھا جاتا ہے۔ جب خاوند (باقی صفحہ ۹۹ پر)

کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اسی واسطے آزاد عورت کے نہ ملنے پر مجبوری کی حالت میں گرچہ لونڈیوں سے نکاح کرنا جائز رکھا ہے مگر پھر بھی ترجیح اس بات کو دی گئی ہے۔ کہ حتی الوسع لونڈیوں سے نکاح نہ کیا جائے یہ آیت ملاحظہ ہو۔ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۸) ہی اپنی بیوی سے بے خبر اور فرائض زوجگی سے دست کش ہو تو پھر عورت آزاد ہے جو چاہے سو کرے اب مرد کا کیا حق ہے جو بیوی کو سمجھائے ۔ دوسرے[۲] یہ پوچھا جاتا ہے کہ جن عورتوں سے آپ بدفعلی کریں گے۔ آخر وہ بھی کسی کی ماں ۔ بہن ۔ بیٹی بیوی ہوگی اور اُن کی عصمت بھی ایسی ہوگی جیسی آپ کی عورتوں کی ۔ تو پھر آپ اپنی عورتوں کی عصمت کی کیوں غیرت کرتے ہیں۔ کیا اُن کی عصمت کسی اعلےٰ پیمانہ کی ہے۔ اور آپ کی اپنی اور اُن عورتوں کی جن سے آپ بدفعلی کریں عصمت ادنےٰ درجہ کی ہے۔ دوستو خود تو بدکاری کرنا اور پھر اپنی بُرائی کو بُرا بھی نہ سمجھنا مگر اپنی عورتوں کی برائی کو اتنا برا ماننا کہ غیر مردوں کا ان کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہ کرنا کوئی عقلمندی نہیں۔ ایسے صاحبان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر آپ دوسری عورتوں کی عصمت کو خراب کریں گے۔ تو کوئی تعجب نہیں کہ کوئی آپ کی عورتوں کی عصمت کو خراب کرنے کے لئے پردہ میں بھی کھڑا ہو جائے ۔ کیونکہ اللہ حقیقی انتقام لینے والا ہے۔ تیسرے[۳] یہ دریافت کیا جاتا ہے۔ کہ جب آپ اپنی عصمت کو جب چاہیں غیر عورتوں پر قربان کر دیتے ہیں اور اپنی بیبیوں کی پرواہ نہیں کرتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اسی طرح سے آپ کی بیبیاں بھی اپنی عصمت کو جب چاہیں غیر مردوں پر قربان نہ کریں اور آپ کی پرواہ نہ کریں آخر نفسانی جذبات کا مادہ تو عورتوں میں بھی موجود ہے۔ چوتھے[۴] یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کہ جب آپ غیر عورتوں سے محبت اور پیار کرکے اپنی بیویوں کے حقوق میں کمی کرتے ہیں ۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اسی طرح سے آپ کی بیبیاں بھی آپ کے حقوق میں کمی نہ کریں۔ بھلا اپنی عورتوں کے حقوق کو روندنا اور اُن سے اپنے حقوق کی پوری توقع رکھنا کہاں کا انصاف ہے۔ حضرات! قصاص میں زندگی ہے ۔ جیسا کہ قرآن پاک شاہد ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۔ اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو تاکہ تم بچتے رہو۔ (پ۲۔ آیت ۱۷۹) جب مردوں کو اپنی عورتوں کی بدکاری کا خوف ہوگا تو وہ خود بھی بدکاری سے بچیں گے۔ کیونکہ تقوےٰ حاصل کرنا دونوں کے لئے مساوی ہے۔ پانچواں[۵] یعنی آخری سوال یہ ہے کہ جو چیز آپ اپنے لئے روا سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی بیوی کے لئے روا کیوں نہیں سمجھتے۔ جیسے آپ غلطی کر سکتے ہیں اسی طرح سے وہ بھی غلطی کر سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ جب ایسے مرد بدکاری کی وجہ سے آتشک یا سوزاک (باقی صفحہ ۱۰۰ پر)

اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ "اور جو شخص تم میں سے یہ مقدور نہیں رکھتا کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے تو تمہاری ان مومن لونڈیوں سے نکاح کرلے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹) سے بیمار یا کمزور ہو جاتے ہیں۔ تو پھر اپنی عورتوں کے بھی قابل نہیں رہتے۔ اس لئے ان کو بھی بدکاری کرنی پڑتی ہے۔ گویا اُن کی بدکاری کے بھی خود ہی ذمہ وار بنتے ہیں۔ حقیقتاً ایسے لوگوں کے دلوں میں بوجہ گندے خیالات کے یہ چور بیٹھا ہوا ہے کہ جیسے ہم اپنی آزادی سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اسی طرح سے عورتیں بھی کریں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی آزادی میں طرح طرح کی ناجائز رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں۔ ایسے مردوں پر یہ مثال صادق آتی ہے "ایک تو چور دوسرے چتر" یعنی ایک تو اپنی عورتوں کے حقوق دبا کر رکھنا اور دوسرے خود بدکاری سے باز بھی نہ آنا۔ گویا ایسے صاحبان دو جرموں کے قصوروار ہوتے ہیں ایک تو اپنی عورتوں کے حقوق چھیننے کے اور دوسرے بدکاری کرنے کے۔ دراصل قرآن مجید کی اس آیت کو بھولے ہوئے ہیں: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ "کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور اپنے آپ کو بھولتے ہو۔ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو (۲۔ آیت ۴۴) بالفاظ دیگر یوں سمجھ لیجئے۔ کہ ایسے صاحبان اپنی آزادی کے لئے شریعت کی کوئی قید۔ بندش اور رکاوٹ نہیں سمجھتے۔ مگر اپنی عورتوں کی آزادی کے لئے دنیا بھر کی رکاوٹیں اور بندشیں سمجھتے ہیں۔ جو کہ صریحاً ظلم اور بے انصافی ہے۔ اگر ایسے صاحبان اپنے گریبان میں اپنا منہ ڈال کر اپنی کرتوتوں کو دیکھتے تو پھر اپنی عورتوں کے ساتھ ہرگز ایسا سلوک کرنا روا نہ رکھتے۔ کیونکہ نہ صرف اللہ کی حدیں بلکہ اُن کے توڑنے کی سزا بھی مساوی ہے ذیل کی آیات ملاحظہ ہوں۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ "یہ اللہ کی حدیں ہیں پس ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں (۲۲۹/۲) وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ "اور جو اللہ کی اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی حدبندیوں سے آگے نکلتا ہے اُسے آگ میں داخل کرے گا۔ وہ اس میں رہے گا۔ اور اس کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے" (۴۔ آیت ۱۴) باوجود مساوی پابندی ہونے کے اب یہ کہنا کہ عورت ہی بدکاری کی ذمہ دار ہے۔ سراسر نادانی ہے۔ دوستو چونکہ بدکاری دونوں کے ملنے سے ہی (باقی صفحہ ۱۰۱ پر)

جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم آپس میں ایک ہی ہو سو انہیں ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح میں لاؤ اور ان کو دستور کے موافق ان کے مہر دے دو۔ پاک دامن ہوں۔ نہ کھلی بدکاری کرنے والی اور نہ درپردہ آشنا رکھنے والی پھر جب وہ نکاح میں لائی جائیں تو اگر بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان کے لئے آزاد عورتوں کی سزا سے آدھی ہے یہ تم میں سے اس کے لئے ہے جسے ہلاکت میں پڑنے کا خوف ہو اور اگر تم صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے (۴۔ آیت ۲۵)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۰) ہوتی ہے اس لئے بدکاری کے دونوں ہی مساوی طور پر ذمہ وار ہیں۔ بھلا جس قوم کے مرد بدکار ہوں اُس قوم کی عورتیں کیوں بدکار نہ ہوں۔ دراصل بات یہ ہے کہ عورتوں کو بدنام کرنے کا شیوہ زمانہ جاہلیت سے ہی چلا آتا ہے۔ چنانچہ مردوں کی نظر اپنی برائیوں پر خواہ وہ ہمالیہ پہاڑ جیسی بڑی ہوں ہرگز نہیں پڑتی مگر عورتوں کی برائی کو خواہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہو نہ صرف ایک پہاڑ سمجھتے ہیں بلکہ اس کے مشتہر کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ بقول شخصیکہ ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام   وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

یہ ہے وہ جعلی غیرت جس کے لئے کئی مسلمان سزا پا رہے ہیں۔ اور اسلام بدنام ہو رہا ہے۔ بلاشبہ ایسی تہذیب صفحۂ عالم سے مٹا دینے کے قابل ہے جس کی رُو سے مرد کو اجازت ہے کہ وہ جہاں چاہے جائے اور جس عورت سے چاہے دل لگائے اور جتنی چاہے بدکاری کرے اُسے بُرا کہنے والا کوئی نہ ہو۔ اس کے خلاف اگر عورت کی نگاہ کہیں غلطی سے بھی کسی غیر مرد پہ پڑ جائے۔ تو پھر اس کو ملعون کیا جائے اور اس کو ننگِ خاندان سمجھا جائے۔ اور اس کو بے عزت خیال کیا جائے۔

اکثر حضرات جو خود بدکاری سے باز نہیں آتے اپنی عورتوں کو بدکاری سے روکنے کی یہ مثال دیتے ہیں کہ اگر ہم خود کوئی بدکاری کریں تو کیا اپنے لڑکوں کو بھی برے کاموں سے نہ روکیں۔ بے شک آپ منع کریں۔ مگر یہ مثال بیوی اور بچے کے روکنے پر ہرگز صادق نہیں آتی۔ کیونکہ ان کے اپنے خاوندوں پر مساوی حقوق ہوتے ہیں۔ اور اولاد کے ماں باپ پر مساوی حقوق نہیں ہوتے۔ دوستو جس طریقہ سے آپ خود نیک بنیں اسی طریقہ سے اپنی بیویوں کو بھی نیک بنائیں۔ کیونکہ دونوں کو ایک ہی مادہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور دونوں میں نفسانی خواہشات اور جذبات بھی یکساں طور پر ہیں۔ حضرات اپنی عورتوں کو محض اس گمان پر کہ یہ بھی بدکاری کریں گی آزادی اور مساوات سے محروم کرنا کوئی عقلمندی نہیں ممکن ہے کہ عورتیں آزاد ہو کر نیکی میں مردوں سے زیادہ بڑھ جائیں۔ کیونکہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا حاصل کرنا دونوں کے لئے مساوی طور پر ضروری ہے۔ (باقی صفحہ ۱۰۲ پر)

جب آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے پر اتنا زور دیا گیا ہے۔ تو اب کیا وجہ ہے کہ اُن مسلم خواتین سے جو کہ رسمی پردہ کے باعث اپنی آزادی کو اس حد تک کھو چکی ہیں۔ کہ اُن کو باہر بھی کھلے چہرے جانے کا اختیار نہیں۔ نکاح کیا جائے۔ اب بعض مسلمانوں کا رسمی پردہ نشین مسلم خواتین کو چھوڑ کر غیر مسلم عورتوں کے ساتھ جو کہ مردوں کی طرح مساوی آزاد ہیں نکاح کرنا اس خیال سے بھی اچھا ہے۔ کہ موجودہ تمدن کو ہی بدل دیا جائے۔ بھلا جب آزاد عورتیں آسانی سے مل سکتی ہیں۔ تو پھر دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ آزاد مرد اور آزاد عورتیں اپنی مرضی سے جس کے ساتھ چاہیں بشرطیکہ نکاح جائز ہو شادی کر سکتے ہیں۔ البتہ والدین کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ یعنی انتخاب (Selection)[له] تو نکاح کا بالغ لڑکا اور بالغ لڑکی خود کریں اور منظوری (Approval) والدین کی ہو نہ کہ موجودہ رسم کی طرح کہ انتخاب بھی والدین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵) علاوہ ازیں جب مرد اپنے اعمال کے جواب دہ ہیں اور عورتیں اپنے عملوں کی جواب دہ ہیں تو کیا وجہ ہے۔ کہ ایک دوسرے کی آزادی اور مساوات حقوق میں رخنہ اندازی کی جائے ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔ قُل لَّا تُسْـَٔلُونَ عَمَّآ أَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ "کہہ تم سے اس کے متعلق باز پرس نہ ہوگی جو ہم نے جرم کیا ہو۔ اور ہم سے اس کے متعلق پرسش نہ ہوگی جو تم کرتے ہو" (۳۴ - آیت ۲۵) وَمَن يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُۥ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ "جو شخص گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ اپنی جان پر ہی اس کا وبال لیتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے" (۴۔ آیت ۱۱۱) وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ "اور کوئی جی (بدی) نہیں کماتا مگر اُس کا وبال اُسی پر ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا (۶۔ آیت ۱۶۵)

له اگر والدین بھی اپنی لڑکی کا نکاح بغیر اس کی رضامندی اور رائے کے کر دیں تو وہ نکاح ہرگز پختہ نہ ہوگا۔ کیونکہ لڑکی کو ایسے نکاح کے فسخ کرنے کا پورا اختیار رہے۔ ذیل کی احادیث ملاحظہ ہوں

(۱) أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ "ایک کنواری لڑکی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میرے باپ نے میرا نکاح کر دیا۔ حالانکہ وہ مجھے ناپسند تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دے دیا" (ابو داؤد) (حدیث نمبر ۲، صفحہ ۱۰۷ کے نیچے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں)

ہی کریں۔ اور منظور بھی وہی کریں۔ جس سے دونوں کی آزادی سلب ہو جاتی ہے۔ دراصل آزاد مرد کی طرح آزاد عورتوں کو بھی اپنے نکاح کا اختیار ہے۔ مگر لونڈیوں کو نہیں گویا آزاد عورتوں اور لونڈیوں میں یہ بھی ایک فرق ہے۔ جو کہ اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر افسوس مسلم خواتین کے لئے "آزاد عورت" کا لقب جو خدا نے اُن کو دیا تھا۔ رسمی پردے کی وجہ سے وہ بھی اُن سے جاتا رہا۔ کیا آزاد عورت اسی کو کہا جا سکتا ہے جو گھر کی چار دیواری میں بند رہے۔ یا سر سے پاؤں تک ویل پیک اَپ ہو کر یا بند گاڑیوں میں قیدیوں کی طرح یا گھونگھٹ لگا کر باہر جائے۔ اور جس کو اپنے نکاح کا اتنا بھی اختیار نہ ہو۔ کہ اُس مرد کو جو اس کا شوہر بننے والا ہے قبل از نکاح دیکھ سکے اور اس سے تبادلہ خیالات کر کے اس کو پسند یا نہ پسند کر سکے۔

اکثر حضرات یہ کہتے ہیں کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر شادی کرنے سے نہ صرف بے غیرتی بلکہ بے حیائی پھیلتی ہے۔ اگر ایسے صاحبان کا یہ خیال درست ہے تو پھر اللہ اور اس کے رسول نے دیکھ کر شادی کرنے کا حکم کیوں دیا۔ کیا ایسا حکم دیتے وقت (نعوذ باللہ) انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ اس سے تو بے حیائی اور بے غیرتی پھیلے گی۔ مگر ایسے حضرات کی سمجھ میں یہ بات جھٹ آ گئی۔ گویا ایسے صاحبان (نعوذ باللہ) اللہ اور اس کے رسول سے بڑھ کر عقلمند اور ذہین ہیں۔ جبکہ فطرت کے بنانے والے اور جاننے والے نے دیکھ کر پسند کر کے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ تو اب اس کے خلاف عمل کرنا یا کرانا پرلے درجہ کی جہالت ہے۔ مشہور مثال ہے "شرع میں شرم کیا۔ جس نے کی شرم اُس کے پھوٹے کرم" اب یا تو (نعوذ باللہ) قرآن پاک کا حکم باطل ہے۔ یا ایسے صاحبان کا یہ خیال۔

بے شبہ مردوں اور عورتوں کو نکاح کرنے میں باہمی رضامندی کی مساوات دی گئی ہے۔ بھلا جب مرد کی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ میری بیوی خوبصورت نیک سیرت اور تعلیم یافتہ ہو تو کیا وجہ ہے کہ عورت کی یہ خواہش نہ ہو کہ میرا خاوند خوبصورت نیک سیرت اور تعلیم یافتہ ہو۔ جبکہ دونوں کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور

(بقیہ حدیث نمبر ۲ صفحہ ۱۰۱) حضرت خنسا بنت خدام انصاریہؓ کہتی ہیں کہ میرے والد نے میرا نکاح کسی شخص سے کر دیا اس سے قبل میری ایک مرتبہ شادی ہو چکی تھی کنواری نہ تھی اور اس نکاح سے میں خوش نہ تھی۔ حضور کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ نے اس نکاح کو ناجائز قرار دیا اور لوٹا دیا۔ (بخاری کتاب النکاح)

دونوں میں جذبہ محبت بھی مساوی رکھا گیا ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ۔ اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ اُن سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحم پیدا کیا۔ (ر ۳۰۔ آیت ۲۱) اب عورتوں کی جائز خواہشوں کو بھی دبا کر رکھنا سراسر بے انصافی ہے۔ آیت نمبر ۲ میں مردوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے۔ کہ عورتوں کو پسند کر کے نکاح میں لائیں اب پسند کرنا ایک تو اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب نکاح کرنے والے نکاح کی غرض کو سمجھیں۔ بھلا جو لوگ نکاح کی غرض و غایت کو سمجھتے ہی نہیں وہ ایک دوسرے کو پسند کیا کریں لہذا انکا نکاح کرنا ایک عبث فعل ہے اس لئے صغر سنی کی شادی قطعاً قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور سارا ایک عین قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق ہے دوسرے پسند کرنا اُسی وقت ہو سکتا ہے جب نکاح کرنے والا خود اس عورت کو جو اس کی بیوی بننے والی ہو۔ پسند کرے۔ نہ کہ اُس کا ایجنٹ اب مسلمانوں کا اپنی ہونے والی بیویوں کو بذریعہ نمائندہ کے پسند کرنا نہ صرف قرآن و حدیث بلکہ عقل کے بھی خلاف ہے۔ اکثر ایسی حالتوں میں ایجنٹ بھی مرد نہیں ہوتے۔ بلکہ عورتیں ہوتی ہیں — عورت کو عورت کیا پسند کرے یہ تو عین فطرت کے خلاف ہے کیونکہ وہاں تو ایسی آنکھیں ہی نہیں جنہوں نے ایک دوسرے کو پسند کرنا ہے۔ علاوہ ازیں سنی ہوئی بات تو دیکھی ہوئی بات کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ مشہور ہے "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" خود پسند کرنا عین فطرت کے مطابق ہے۔ کیونکہ جنہوں نے ایک دوسرے کو عمر بھر کے لئے اپنا ساتھی اور رفیق بنانا ہے۔ وہ خود پسند کریں۔ نہ کہ ایجنٹ۔ اب مسلمانوں کا ایجنٹوں کے ذریعے سن کر بغیر دیکھے شادی کرنا بطور جوا یعنی Gambling اور لاٹری کے ہے۔ گویا ایجنٹ مردوں اور فوٹو گرافروں کو تو دیکھنا بھالنا جائز مگر نکاح کرنے والوں کو ناجائز۔ لڑکی کا فوٹو دکھا دینا تو جائز مگر لڑکی دکھانا ناجائز — ایسے صاحبان جہالت میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں۔ کہ اُن کو اتنا بھی نہیں سوجھتا کہ بذریعہ نمائندہ کے عورتوں کو پسند کرنے کا طریقہ قرآن اور حدیث کی تعلیم کے نزدیک ہے۔ یا خود پسند کرنے کا۔ دراصل یہاں بھی خود ساختہ رسمی پردے کا ڈھونگ ہے۔ جو کہ دیکھ کر شادی کرنے میں سد راہ ہے۔ جب تک رسمی پردہ قائم ہے مسلمانوں کو دیکھ کر شادی کرنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ چنانچہ اب مسلمانوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ اسلام کی اس تعلیم کو جو اللہ اور اس کے رسول نے اُن کو دی

تھی۔ صرف پسند ہی نہیں کرتے بلکہ اس پر عمل کرنا اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں گویا اُن کی حالت اس آیت کے متعلق ہے۔ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ: یہ اس لئے کہ وہ اس بات کی پیروی کرتے ہیں جو اللہ کو غضب دلاتی ہے اور اس کی رضا کو ناپسند کرتے ہیں سو اُس نے اُن کے عمل بیکار کر دیئے۔ (۴۷۔ آیت ۲۸)

خدا جانے ایک دوسرے کو دیکھے بغیر نکاح کے لئے رضامند ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اکثر حضرات یہ کہتے ہیں کہ دیکھ کر شادی کرنا منع نہیں مگر دور سے یا چھپ کر (چوروں کی طرح) لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھ لیں، اب اس طریقہ سے ایک دوسرے کو دیکھنے سے کیا خاک پتہ چلے؟ ممکن ہے کہ دونوں میں سے کوئی گونگا۔ کانا یا ہکلا ہو۔ آخر نزدیک ہو کر آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر تبادلہ خیالات کیوں نہ کر لیں؟ تاکہ ایک دوسرے کی طبیعت اور مزاج کا اندازہ لگا لیں۔ علاوہ ازیں جب ایک غیر مرد نے ایک غیر عورت کا چہرہ دیکھ لیا تو پھر چہرے کا پردہ نہ رہا۔ تو اس پر اکثر احباب یہ کہتے ہیں۔ کہ مجبوری کی حالت میں دکھایا گیا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر سے علاج کرانا۔ مگر یہ مثال شادی پر ہرگز صادق نہیں آتی۔ کیونکہ کوئی انسان کسی مرد کو اپنی بیٹی دکھا کر اس کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے کہ لڑکے کو لڑکی پسند نہ آئے یا لڑکی لڑکے کو ناپسند کر دے۔ اسی طرح سے کئی بار مختلف لوگوں سے ملاقاتیں کرنی پڑیں۔ تو کیا ایسی صورت میں بھی چہرے کا پردہ رہ سکتا ہے؟ حقیقتاً ایک دوسرے کو دیکھنے اور ملاقات کرنے سے ہی دوستی اور محبت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جب بہشتوں میں بھی نوجوان محبت کرنے والیاں اور ہم عمر عورتیں ملیں گی جیسا کہ قرآن پاک شاہد ہے۔ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ پس انہیں نوجوان بنایا ہے محبت والیاں اور ہم عمر برکت والوں کے لئے (۵۶۔ آیت ۳۶) تو کیا وجہ ہے۔ کہ اسی دنیا میں ہی محبت کرنے والیاں اور ہم عمر عورتیں حاصل نہ کی جائیں۔ جو کہ برکت والوں کا نشان ہے۔ علاوہ ازیں جب رسول اللہ خود مسلم خواتین کو دیکھ کر شادی کرتے تھے۔ تو پھر اُمتی اس سنت پر کیوں عمل نہ کریں اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ "اس کے بعد تیرے لئے (اور) عورتیں نکاح میں لانا جائز نہیں۔ اور نہ یہ کہ تو

اُن کی جگہ دوسری بیویاں بدل لے خواہ اُن کا حسن تجھے اچھا لگے " (۳۳- آیت ۵۲) اس حکم سے گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ نکاح کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ مگر اس سے یہ بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے۔ کہ آپ اس حکم سے قبل عورتوں کا حسن یعنی صورت اور سیرت کو پسند کر کے شادی کرتے تھے۔ ورنہ خدا کو یہ کہنے کی "خواہ اُن کا حسن تجھے اچھا لگے" کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسی واسطے رسول اللہؐ نے یہ فرمایا کہ دیکھ کر محبت کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو تاکہ زندگی خوشگوار گذرے۔ ذیل کی احادیث ملاحظہ ہوں

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال خطبت امرأۃ فقال لی رسول اللہ صلعم ھل نظرت الیھا قلت لا قال فانظر الیھا فانہ احریٰ ان یودم بینکما۔ مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں میں نے ایک عورت سے بیاہ کرنے کا ارادہ کیا رسول اللہؐ نے مجھ سے پوچھا کیا تو نے اُسے دیکھ لیا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اسے دیکھ لے کیونکہ دیکھنا بہت اچھا ہے۔ اس سے تم دونوں میں محبت ہو جائے گی۔ (ترمذی نسائی)

عن جابر بن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ خطب احدکم المرأۃ فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوہ الیٰ نکاحھا فلیفعل۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی تم میں سے کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے تو جہاں تک ہو سکے اُسے دیکھ لے تاکہ اس سے نکاح کرنے کی رغبت ہو۔ سو دیکھ لے (ابو داؤد)

عن معقل بن یسارؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تزوّجوا الودود۔ روایت ہے معقل بن یسار سے کہ کہا اس نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرو محبت کرنے والی سے (ابو داؤد)

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لم تر للمتحابین مثل النکاح۔ روایت ہے ابن عباس سے کہ کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہ دیکھی۔ افسوس ایسی تعلیم کی موجودگی میں بھی اکثر مسلمانوں کو دیکھ کر اور تبادلۂ خیالات کر کے نکاح کرنے کا فلسفہ ہی آج تک معلوم نہ ہو سکا۔ اور معلوم بھی کیوں کر ہوتا جب کہ قرآنی تعلیم پر غور کرنا ہی نہ ٹھہرا۔ مگر غیر مسلموں کو ایسی تعلیم کے بغیر ہی دیکھ کر شادی کرنے کا فلسفہ معلوم ہو گیا

نکاح کے متعلق اکثر مسلمانوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ سوائے اپنے کنبے اور خاندان کے دوسری جگہ شادی

نہ کی جائے۔ حالانکہ اس میں بہت سی خرابیاں پڑی ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک بڑی قباحت تو یہ ہے کہ دوسرے خاندانوں میں تبادلہ نکاح نہ ہونے کی وجہ سے خاندان کا خون ہی بگڑ جاتا ہے۔ اور خیالات میں بھی کوئی وسعت نہیں آتی اسی واسطے اللہ نے حکم دیا "ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں"۔ گویا ذات پات کی قید کو توڑ دیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی غرض سے اپنی پھوپھی کی بیٹی حضرت زینبؓ کا نکاح اپنے غلام زیدؓ سے کرایا تھا۔

(۲۲) طلاق میں طرفین کی مساوات

(۱) وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ "اور جب تم عورتوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو یا انہیں اچھی طرح سے رکھو یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دو اور ان کو دکھ دینے کے لئے نہ روک رکھو تاکہ تم زیادتی کرو اور جو ایسا کرتا ہے وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور اللہ کی باتوں سے ہنسی نہ کرو"۔ (۲۔ آیت ۲۳۱)

(۲) فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ پس اگر تمہیں (فیصلہ کرنے والوں کو) یہ خوف ہو کہ وہ دونوں (خاوند اور بیوی) اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر ان پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو عورت فدیہ میں دے دے یہ اللہ کی حدیں ہیں پس ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں (۲۔ آیت ۲۲۹)

مذکورہ بالا آیات میں گرچہ مسلمین اور مسلمات کو آپس میں طبیعتوں کے نہ ملنے کی وجہ سے ایک دوسرے کو چھوڑنے کے لئے یکساں حقوق دیئے گئے ہیں مگر اس پر بھی اکثر مسلمان اپنی عورتوں پر اتنا ظلم کرتے ہیں۔ کہ محض بدگمانی پر ہی نہ صرف اُن کے ناک کان کاٹ دیتے ہیں بلکہ جان سے مار دیتے ہیں (مگر افسوس جب خود کسی جرم کے مرتکب ہوتے ہیں تو پھر اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اُن کی بیویاں بھی اُن کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں) چنانچہ اس قسم کے کئی واقعات اور مقدمات ہو چکے ہیں۔ اور آئے دن ہوتے ہی رہتے ہیں اگر ایسے مردوں کو یہ معلوم ہوتا کہ طلاق کی اصل غرض کیا ہے تو پھر اپنی عورتوں سے ہرگز ایسا سلوک روا نہ رکھتے

بلکہ عورت کے ساتھ اُن کو چھوڑ دیتے جیسا کہ مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہے۔ حالانکہ اللہ نے اس کے متعلق بھی عورتوں کو مساوی حقوق دیئے ہیں۔ جن کی غرض یہ ہے کہ مردوں کے دلوں میں بھی اس بات کا خوف رہے کہ بدکاری کرنے پر اُن سے بھی کوئی جواب طلب کرکے سرزنش کرنے والا ہے تاکہ وہ بھی برائی سے بچتے رہیں ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجیے۔

مرد کے حق میں

(۱) وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ج فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ج اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝ اور جن عورتوں کی سرکشی کا تمہیں ڈر ہو۔ تو اُن کو وعظ کرو۔ اور خوابگاہوں میں اُن کو الگ کردو اور اُن کو مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف کوئی راہ تلاش نہ کرو۔ اللہ بلند بہت بڑا ہے۔ اور اگر تم کو دونوں (میاں بیوی) میں باہم دشمنی کا ڈر ہو تو ایک فیصلہ کرنے والا اس (مرد) کے لوگوں میں سے اور ایک فیصلہ کرنے والا اس (عورت) کے لوگوں میں سے مقرر کرو اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے

عورت کے حق میں

(۱) وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ط وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ط وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ط وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝ "اور اگر ایک عورت کو اپنے خاوند کی سرکشی یا بے رغبتی کا ڈر ہو تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح اچھی چیز ہے اور طبیعتوں میں بخل ہوتا ہی ہے اور اگر تم احسان کرو اور تقویٰ کرو تو اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔ اور تم

اللہ ان میں موافقت کردے گا۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (۴ آیت ۳۴ و ۳۵)

کس جرم پر عورتوں کے مارنے کا حکم ہے اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے "تمہارا عورتوں پر یہ حق ہے کہ تمہارے گھر میں کسی دوسرے کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو انکو مارو مگر صرف ایسا جس کا اثر نہ ہو" (مسلم) مگر اس قول سے یہ بھی تو ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص گھروں میں آئیں جنکو ان کے خاوند پسند کریں۔

طاقت نہیں رکھتے کہ عورتوں میں عدل کرسکو۔ خواہ کتنا ہی چاہو پس بالکل بھی نہ جھک جاؤ یہاں تک کہ اُسے اَدھر میں لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو اور اگر تم اصلاح کرلو اور تقوے کرو تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی کشایش سے غنی کردے گا۔ اور اللہ وسعت والا حکمت والا ہے (۴ آیت ۱۲۸ تا ۱۳۰)

مذکورہ بالا آیت نمبر ۱ میں خاوندوں کو اپنی بیویوں کی سرکشی (ایک جرم) کا ڈر ہونے کی وجہ سے اُن کو نصیحت کرنے۔ خوابگاہوں سے علیحدہ کرنے اور اُن کو مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور پھر صلح کرلینے کا طریقہ بتلا کر فیصلہ کرنے والوں کی تقرری میں بھی مساوات رکھی گئی ہے۔ اسی طرح سے آیت نمبر ۲ میں بیویوں کو بھی اپنے خاوندوں کی سرکشی یا بے رغبتی (دو جرموں) میں سے ایک کا بھی ڈر ہونے کی وجہ سے آپس میں صلح کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلاشبہ جب جرم مساوی ہے تو پھر سزا مساوی کیوں نہ ہو۔ اسی واسطے آیت نمبر ۱) کے ماتحت رسول اللہ نے ہلکی سزا دینے کا حکم دیا تاکہ عورتیں بھی ایسی سزا دے سکیں کیا وجہ ہے کہ جب خاوند دوسری عورتوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول رہیں۔ اور اس طرح سے اپنی بیویوں کے حقوق پائمال کریں اور اُن سے بے رغبتی برتیں تو وہ اُن کو نہ سمجھائیں اور نہ اپنی خوابگاہوں سے علیحدہ کریں اور نہ اُن کو ماریں ورنہ صلح کیسی۔ کیونکہ صلح تو ہمیشہ لڑائی جھگڑا کے بعد کی جاتی ہے۔ اب صلح کرنے کا جو طریقہ خاوندوں کے لئے آیت نمبر ۱) میں بتلایا گیا ہے کیا سبب ہے کہ وہی طریقہ بیویاں بھی اپنے حق میں استعمال نہ کریں گرچہ آیت نمبر ۲) میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جب صلح کرنے کا طریقہ مساوی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ میاں بیوی کے آپس میں ایک دوسرے کو سمجھانے کا طریقہ مساوی نہ ہو اسی طرح سے آیت نمبر ۱) میں اس بات کا ذکر نہیں کیا گیا کہ صلح نہ ہونے پر دونوں علیحدہ ہو جائیں مگر آیت نمبر ۲) میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر جرم مساوی ہونے کی حالت میں بھی سزا کو مساوی نہ مانا جائے۔ تو پھر آیت نمبر ۱) کا یہ مطلب

ہوسکتا ہے چونکہ مرد طاقتور ہیں ممکن ہے کہ سمجھانے اور مارنے سے بیویوں کی اصلاح کر لیں اور آیت نمبر (۲) کا یہ مطلب ہوسکتا ہے چونکہ عورتیں کمزور ہیں اس لئے سمجھانے اور مارنے سے اپنے خاوندوں کی اصلاح نہیں کر سکتیں لہٰذا خلع کر کے جدا ہو جائیں آخر کمزور کو تو ہجرت ہی کرنی پڑے گی۔ دوستو بیویوں کو نہ تو اچھی طرح سے رکھنا اور نہ اُن کو خلع کرنے کا حق دینا صریحاً ظلم اور بے انصافی ہے اور ظالم کی جڑ کٹ جاتی ہے قرآن مجید خود شاہد ہے " فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا " یوں اس قوم کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا" (۶-آیت ۴۵) اگر آیات نمبر (۱) اور (۲) کو باہم ملا کر پڑھا جائے تو اُن سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نہ تو خاوند اور نہ بیوی ایک دوسرے کو خود بخود طلاق یا خلع کر سکتے ہیں جب تک کہ اُن کے اپنے اپنے فیصلہ کرنے والے موجود نہ ہوں اور اُن کے بیانات سُن نہ لیں پھر یا تو صلح کرا دیں یا جدا۔ اور علیحدہ ہونے پر بھی دونوں کو اللہ کی کشائش کا یکساں وعدہ دیا گیا ہے۔ جو کہ مردوں اور عورتوں کی مساوات پر ایک اعلےٰ دلیل ہے اب بعض مسلمانوں کا اپنی بیویوں کو عدالت یا فیصلہ کرنے والوں یعنی پنچوں کی عدم موجودگی میں بغیر کوئی قصور بتائے اور ثبوت دیئے خود بخود طلاق دینا سراسر بے انصافی ہے۔ بھلا جب نکاح بغیر نکاح پڑھانے والے اور گواہوں کے نہیں ہوسکتا تو پھر طلاق بغیر فیصلہ کرنے والوں اور گواہوں کے کیسے ہوسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ آیت نمبر (۱) میں بیویوں کی سرکشی کے خوف کی وجہ سے خاوند کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ اپنی بیویوں کو خود بخود طلاق دے دیں جس میں یہ حکمت رکھی گئی ہے کہ ایسے معاملہ کو دونوں فریقین کے ثالثوں کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ دونوں کا بیان سن کر صلح یا طلاق اور خلع کا فیصلہ کریں کیونکہ جس طریقہ سے مرد کو طلاق دینے کا حق ہے اُسی طریقہ سے عورت کو خلع کرنے کا حق ہے صرف اتنا فرق ہے۔ کہ اگر مرد طلاق دے تو پھر اُسے واپس نہیں لینا پڑتا یہ آیت ملاحظہ کیجئے۔ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

"اور اگر تم ایک بی بی کی جگہ دوسری بی بی سے نکاح کرنا چاہو اور تم اُسے سونے کا ڈھیر دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ نہ لو کیا تم اُسے بہتان سے اور کھلے گناہ کے ساتھ لو گے؟ اور تم اُسے کس طرح لے سکتے ہو حالانکہ

تم میں سے ایک دوسرے تک پہنچ چکا ہے اور وہ تم سے مضبوط عہد لے چکی ہیں۔ (۴۔ آیت ۲۰ و ۲۱)
اور اگر عورت خلع کرے تو اُس کو مہر کا کچھ حصہ واپس کرنا پڑتا ہے۔ اس آیت پر غور کیجیے۔ فَإِنْ خِفْتُمْ
أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا
تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ پس اگر تمہیں (فیصلہ کرنے
والوں کو) یہ ڈر ہو کہ وہ دونوں (خاوند بیوی) اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر اُن پر اس میں
کچھ گناہ نہیں جو عورت فدیہ میں دے دے یہ اللہ کی حدیں ہیں پس ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی
حدوں سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں (۲۔ آیت ۲۲۹) اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر
عدالت۔ قاضی یا پنچوں کو خاوند بیوی کے بیانات سے یہ معلوم ہو جائے کہ دونوں کا نباہ مشکل ہے اور
عورت اس قدر تنگ ہے کہ نہ صرف خاوند کو بلکہ مہر بھی چھوڑنے کو تیار ہے تو اس صورت میں بھی عورت
خلع کر کے خاوند سے علیحدہ ہو سکتی ہے جیسا کہ جمیلہؓ خاتون کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے دراصل عورت کو
خلع کرنے کا حق نہ صرف اُس صورت میں ہے کہ وہ خاوند کے اخلاق پر کوئی عیب لگا سکے مثلاً وہ فاسق
فاجر یا زانی ہو بلکہ محض ناموافقت طبع یعنی خاوند کو نہ چاہنے کی وجہ سے بھی خلع ہو سکتا ہے۔ آخر عورت
بھی دل رکھتی ہے۔ اس کی جائز خواہشوں کو بھی دبا کر رکھنا کوئی دانشمندی نہیں۔ ذیل کی حدیث ملاحظہ کیجیے

عن ابن عباسؓ ان امرأة ثابت بن قيس اتت النبى صلى الله عليه وسلم فقالت
يا رسول الله ثابت بن قيس ما اعتب عليه فى خلق ولا دين ولكنى اكره الكفر فى
الاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتردين عليه حديقته قالت
نعم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقبل الحديقة وطلقها تطليقة۔

"ابن عباس سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض
کیا یا رسول اللہ ثابت بن قیس پر اخلاق اور دین کی وجہ سے میں عیب نہیں لگاتی لیکن میں اسلام میں کفر
کو بُرا جانتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس کا باغ اسے واپس دیتی ہو کہا ہاں تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ثابت سے) فرمایا باغ قبول کر اور اسے طلاق دے دے (بخاری کتاب الطلاق)

اس حدیث سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت جمیلہؓ ایمان کی حالت میں اس بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ مجبوراً ایسے خاوند کی بیوی ہو کر رہیں جس کو وہ چاہتی نہیں اگرچہ اُن کو اپنے خاوند کے دین اور عادت کے متعلق کوئی اعتراض نہیں تھا۔ مگر آخر شکل اور طبیعت بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔ بلاشبہ زمانہ جاہلیت یعنی کفر کی حالت میں عورتوں کو بدشکل ناموافق طبع مردوں کے ساتھ بھی مجبوراً رہنا پڑتا تھا۔ کیونکہ ان کو خلع کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ مگر اسلام نے عورت کو ایسے خاوند سے بھی خلع کرنے کا حق دے دیا۔ کیونکہ اس کی بھی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ اس کا خاوند خوبصورت اور اس کی طبیعت کے موافق ہو۔ ورنہ اس عورت کا ایسے خاوند سے جس کا دین اور عادت دونوں اچھے تھے خلع کرانا چہ معنی دارد۔ اب جو مسلم خواتین ناپسند خاوندوں کے ساتھ رہتی ہیں وہ حقیقتاً زمانہ جاہلیت کی رسم پر کاربند ہیں۔ گویا ایمان میں کفر کو پسند کرتی ہیں۔ اب مسلم خواتین کا ایسے حقوق سے فائدہ نہ اٹھانا جہالت پر مبنی ہے۔ اور دوسرے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جمیلہؓ خاتون ایسے سلوک کو جو کہ عورتوں کے ساتھ زمانہ جاہلیت یعنی کفر کی حالت میں کیا جاتا تھا۔ ایمان لانے کی حالت میں ناپسند کرتی تھیں یہی وجہ ہے کہ اُن کو خلع کرنا پڑا۔ مگر بُرے سلوک کو پسند نہ کیا۔ مگر افسوس ان عورتوں کی حالت پر جن کے ساتھ آجکل بھی وہی سلوک کیا جاتا ہے۔ جو کہ زمانہ جاہلیت میں کیا جاتا تھا۔ مگر وہ خلع کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتیں۔ درحقیقت طلاق نام ہے اس بیزاری کا جس کا اظہار بیوی کو چھوڑنے کے لئے خاوند کی طرف سے کیا جائے۔ اور خلع نام ہے اس بیزاری کا جس کا اظہار خاوند کو چھوڑنے کے لئے بیوی کی طرف سے کیا جائے۔ افسوس مرد اس میں بھی بے انصافی سے کام لیتے ہیں۔ خود تو بیوی کو کسی قصور پر طلاق دینے کیلئے جھٹ تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر بیوی کو خلع کرنے کا حق نہیں دیتے آخر یہ بے انصافی کب تک رہے گی۔ دوستو اب وہ دن دور نہیں جبکہ مسلم خواتین دوبارہ اپنے ان حقوق کو حاصل کریں گی بے شبہ شادی کی بنیاد باہمی سلوک اور محبت پر ہے جس شادی میں محبت نہیں وہ شادی نہیں بلکہ وہ جیتے جی دوزخ ہے۔ مسئلہ طلاق اور خلع کی غرض بھی یہی ہے کہ اگر مرد کو اپنی بیوی کی طرف سے کوئی نفرت ہو تو وہ طلاق دے دے۔ اور اگر بیوی کو اپنے خاوند کی طرف سے کوئی کراہت ہو تو وہ خاوند کو چھوڑ دے۔ عورت کو خلع کرنے کا حق اس لئے دیا گیا ہے۔ کہ وہ ظالم مرد کے بیرحمانہ اور بے انصافانہ برتاؤ سے چھٹکارا حاصل کر کے چین اور آرام کی زندگی بسر کرے کیونکہ مرد کو کوئی حق حاصل نہیں

کہ وہ عورت کی ناراضگی و نفرت اور کراہت کے باوجود اُسے جبراً اپنے نکاح میں رکھے۔ اور اس کو جائداد غیر منقولہ سمجھے۔ افسوس ہے کہ شریعت نے جو حقوق خلع کے عورت کو عطا کئے ہیں اُن کو بھی پائمال کیا جا رہا ہے۔

خلع کے بارے میں ایک عام غلط فہمی جو کہ پڑھے لکھے لوگوں میں بھی پھیلی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ خلع بھی مرد کی مرضی یا اجازت کے بغیر انجام نہیں پا سکتا۔ بالفاظ دیگر عورت اس حق کو بھی آزادی کے ساتھ استعمال کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ یہ خیال بالکل باطل ہے کیونکہ ایسی صورت میں تو عورتوں کو خلع کرنے کا حق دینا ہی فضول ہے۔ بلاشبہ مولوی صاحبان نے مسلم خواتین کی آزادی چھیننے کا یہ ڈھونگ بنا رکھا ہے۔ ورنہ قرآن اور حدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ کتنا ظلم ہے کہ مرد جس وقت چاہے ایک بے قصور اور ناکردہ گناہ عورت کو طلاق دینے پر قادر ہو لیکن عورت کو اس کے جائز حقوق سے بھی محروم کرنے پر مُصر ہو۔ دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس نے آکر عورتوں کو پستی سے بلندی تک پہنچا دیا۔ اور عورتوں کے حقوق کے تحفظ کا دعوےٰ کیا۔ لیکن غضب ہے۔ کہ اُسی مذہب کے پیرو کار محض اپنی دینوی اغراض کے لئے دینی احکام سے منہ پھیرتے ہیں دوستو عورتوں کو ان کی مرضی کے خلاف اپنے نکاح میں رکھنا گویا ان کا وارث بننا ہے۔ جو کہ اس آیت کے خلاف ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا "اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے جائز نہیں کہ عورتوں کو زبردستی ورثہ میں لو" (۴۔ آیت ۱۹) چونکہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو خلع کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ اسی واسطے یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ تاکہ عورتوں کو زبردستی ورثہ میں نہ لیا جائے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے طریقہ عمل سے یہ بتلا دیا۔ کہ عورتوں کو ان کی مرضی کے خلاف مت رکھو۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ "اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کر دوں" (۳۳۔ آیت ۲۸) رسول اللہ تو اپنی ازواج مطہرات کو رہنے یا جانے کا اختیار دے دیں۔ مگر افسوس اُمتی نہ دیں۔ دوستو! ایسے خاوند کے لئے یہ ایک شرم کا مقام ہے کہ بیوی تو اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی مگر وہ اُسے زبردستی رکھتا ہے۔ اکثر مسلم خواتین باوجود ہر قسم کی تکالیف میں رہنے کے پھر بھی

اپنے خاوندوں سے اس واسطے خلع نہیں کرتیں۔ کیونکہ اُن کی شرافت پر حرف آتا ہے۔ درحقیقت ایسی جعلی شرافت بھی مسلم خواتین کی آزادی اور مساوات میں سدِّراہ ہے ۔ جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دینے سے نہیں شرماتا۔ تو بیوی خلع کرنے سے کیوں شرمائے۔ مشہور مثال ہے "شرع میں شرم کیا جس نے کی شرم اُس کے پھوٹے کرم" بلاشبہ اپنے حقوق کو جھوٹی شرافت کی وجہ سے چھوڑ دینا اپنے آپ کو غلام بنانا ہے۔ اللہ اور رسول کے بخشے ہوئے حقوق سے منہ پھیرنا بدنصیبی کی علامت ہے۔ بھلا یہ کونسی عقلمندی ہے کہ عورت تو شرافت کی وجہ سے زندگی بھر دوزخ میں جلتی رہے۔ اور "شرافت" کے دیوتا کا نام لے کر اس کو ایسے دوزخ سے نکلنے سے روکا جائے۔ اور مرد ہمیشہ شرافت کے گھوڑے پر سوار رہے۔ اگر شرافت کے یہ معنی ہیں۔ کہ مظلوم کبھی فریاد نہ کرے تو یہ شرافت عذاب ہے۔ مظلومیت کی بھی کوئی حد ہے۔ اللہ اور رسول جنہوں نے خلع کو جائز ٹھہرایا ۔ وہ شرافت کے نکات ان لوگوں سے زیادہ سمجھتے تھے ۔ جو "شرافت" کے پردے میں ایک غریب عورت کو زندگی بھر مظلوم بنا رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اگر مردوں کے دلوں میں اللہ کا کوئی خوف ہوتا تو پھر اللہ اور رسولؐ کے دیئے ہوئے حقوق کو دوبارہ کیوں چھین لیتے؟ دراصل رسمی پردہ کے بنائے جانے کی غرض بھی یہی ہے کہ عورتوں کو جائز حقوق سے بھی محروم کر دیا جائے ۔ اگر مسلم خواتین اپنے دست بازو سے یہ حقوق حاصل کرتیں۔ تو پھر مردوں کی کیا مجال تھی کہ چھین سکتے۔

حضرات! جس عورت کو اس کا خاوند اس کی مرضی کے خلاف زبردستی اپنے نکاح میں رکھتا ہے ۔ اس کی حیثیت تو ایسے غلام کی سی ہے جو کہ خود بخود اپنی مرضی سے اپنے آقا سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ چونکہ مسلمانوں میں عام طور پر دیکھ کر شادی نہیں کی جاتی یہی وجہ ہے ایسی شادیوں میں چنداں محبت بھی نہیں ہوتی اس لئے اکثر خاوند اپنی بیویوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے جس کی وجہ سے اُن کو یہ خوف رہتا ہے۔ کہ اگر عورتوں کو آزادی دی گئی تو پھر وہ دوسرے مردوں کا حسن سلوک دیکھ کر اپنے خاوند سے خلع کر لیں گی۔ لہٰذا اسی میں بہتری ہے کہ عورتوں کو آزادی ہی نہ دی جائے تاکہ خلع نہ کر سکیں "نہ بانس رہے نہ بانسری بجے"۔ مگر ایسے صاحبان بوجہ کوتاہ نظری کے اس بات کو نہیں سمجھتے۔ کہ ایسا کرنے سے وہ دو جرموں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ایک تو عورتوں سے بدسلوکی کرنے کے اور دوم اُن کی آزادی اور حقوق چھیننے کے۔ اور اگر اُن کا سلوک اچھا ہے تو پھر بیویوں کو آزادی دینے

میں کیا مضائقہ ہے۔ وہ خلع تو نہیں کریں گی۔ بھلا دنیا میں وہ کونسا ایسا بیوقوف شخص ہو سکتا ہے۔ جو آرام کو چھوڑ کر خواہ مخواہ بھی تکالیف میں پڑے۔ اور اگر بیوی تکلیف میں ہے۔ تو پھر اُسے ہر حال میں خلع کرنے کا حق ہے۔ کیونکہ اللہ کا صاف ارشاد ہے یہ آیت ملاحظہ فرمایئے۔ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ "تو یا انہیں اچھی طرح سے رکھو یا حُسنِ سلوک کے ساتھ رخصت کر دو" (۲۔ آیت ۲۳۱) لطف کی بات تو یہ ہے کہ جیسے مرد کو حتی الوسع طلاق دینے سے روکا گیا ہے اسی طرح سے عورت کو بھی خلع کرنے سے گویا اس میں بھی مساوات دی گئی ہے۔ ذیل کی احادیث کو ملاحظہ کیجیے۔

مَا أَحَلَّ اللّٰهُ شَيْئًا أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ وَفِي أُخْرَى أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ :۔ "حلال چیزوں میں سے کوئی چیز خدا کے نزدیک ایسی بُری نہیں جیسی طلاق"۔ (ابو داؤد)

إِمْرَأَةٌ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقَهَا مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ :۔ "جو عورت بے وجہ اپنے خاوند سے طلاق مانگے۔ اسے جنت کی ہوا تک نہیں لگے گی۔ (ابو داؤد و الترمذی)

(۲۳) بیوہ مرد اور عورت کے نکاح میں مساوات

(۱) وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ج فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ط" اور تم میں سے جو مر جائیں اور وہ عورتیں چھوڑ جائیں وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں۔ پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں۔ تو اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے حق میں پسندیدہ طریق پر کریں ۲/۲۳۴

(۲) وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِينَ :۔ اور جو تم میں سے رانڈ اور رنڈوے ہوں ان کے نکاح کر دو۔ (۲۴۔ آیت ۳۲)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو بیوہ ہو جانے پر عقدِ ثانی کرنے کے مساوی حقوق دیئے گئے ہیں۔ مگر اکثر مسلمان مرد اس معاملہ میں بھی بے انصافی سے کام لیتے ہیں۔ خود تو بیوی کے فوت ہو جانے کے بعد خواہ بوڑھے ہی ہوں۔ جھٹ پٹ وسمہ اور خضاب لگا کر گویا جوان بن کر نکاح کر لیں گے مگر اپنی لڑکیوں۔ بہنوں اور بہوؤں کے بیوہ ہو جانے پر خواہ وہ جوان ہی کیوں نہ ہوں۔ اُن کو دوبارہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ اس سے ناک کٹتی ہے۔ یہ ہے جعلی غیرت۔ جس نے اسلام کو بدنام کر رکھا ہے۔ اگر ایسی عورتیں اپنے نکاح

کے متعلق اپنی زبان سے کچھ کہہ بھی بیٹھیں۔ تو پھر اُن کو بے شرم اور بے حیا کے الفاظ سے پکارا جاتا ہے اور اس طرح سے اُن کے جائز جذبات اور خواہشات کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر ایسے صاحبان کو اتنا بھی علم ہوتا کہ جس طرح سے بیوہ مرد۔ بیوی کو چاہتے ہیں۔ اسی طرح بیوہ عورتیں بھی خاوند کو چاہتی ہیں۔ کیونکہ دونوں کی نفسانی خواہشات مساوی ہیں۔ تو پھر یہ ظلم روا نہ رکھتے۔ یہ تمام قصور رسمی پردے کا ہے۔ جس کی وجہ سے عورتوں پر اتنا ظلم ہو رہا ہے۔ اگر اسلامی پردہ قائم کرکے عورتوں کو آزادی دی جائے۔ تو پھر مردوں کو عورتوں پر ظلم کرنے کا کوئی موقع نہیں ملے گا۔ بلکہ عورتیں خود اپنی حسب منشا مردوں کے ساتھ اپنا نکاح کر لیں گی۔ جیسا کہ آیت نمبر ۱۱ سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں بیوہ عورت کے نکاح کے متعلق یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمایئے۔ یَا عَلِیُّ ثَلٰثًا لَا تُؤَخِّرِ الصَّلٰوۃَ اِذَا دَخَلَ وَقْتُھَا وَالْجَنَازَۃَ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمَ اِذَا وَجَدْتَ لَھَا کُفُوًا (الترمذی) "اے علی تین باتوں میں توقف مت کرو۔ نماز (کے ادا کرنے) میں جب اس کا وقت ہو جائے۔ جنازہ (پڑھنے) میں جب تیار ہو اور بیوہ کے نکاح (کرنے) میں جب اُس کا جوڑ مل جائے"

(۲۴) قانونِ سزا میں مساوات

(۱) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ؕ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ مقتولوں کے بارے میں تم پر قصاص مقرر کیا گیا (قاتل) آزاد ہو تو آزاد (ہی مارا جائے) اور غلام ہو تو غلام اور عورت ہو تو عورت (۲۔ آیت ۱۷۸)

(۲) وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا جَزَآءًۢ بِمَا کَسَبَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ "اور چور مرد اور چور عورت سو اُن دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ اس کی سزا (ہے) جو اُنہوں نے کمایا۔ اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے" (۵ آیت ۳۸)

(۳) اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اُن کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ اور ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں صرف یہی ہے۔ کہ وہ قتل کئے جائیں

یا صلیب پر ملکے جائیں۔ یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف اطراف سے کاٹے جائیں یا اُن کو قید کیا جائے۔ یہ اُنکے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے (۵۔ آیت ۳۳)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کے جرموں کے مساوی ہونے پر سزا بھی مساوی رکھی گئی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں میں بھی قتل۔ چوری اور دیگر جرایم کرنے کی طاقت ہے اگر عورتوں میں جرائم کے کرنے کی طاقت نہ ہوتی تو پھر سزا مساوی نہ ہوتی۔ اکثر اہل اسلام عورت کو بہ نسبت مرد کے کمزور ہونے کے مساوی حقوق کے قابل ہی نہیں سمجھتے اگر ایسے حضرات اس بات پر غور کرتے کہ باوجود مرد سے کمزور ہونے کے پھر بھی عورت کے لئے سزا مساوی کیوں رکھی گئی ہے تو پھر ایسا نتیجہ نکالنے کی جرأت نہ کرتے۔ دونوں جیسے مساوی جرم کے ماتحت سزا مساوی ہے۔ اسی طرح سے مساوی احکام کے ماتحت مساوی حقوق ہیں۔ جن کے متعلق طاقت اور کمزور ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مرد کی طاقت اس کی شجاعت اور دلیری پر دلالت کرتی ہے اور عورت کی کمزوری اس کی نزاکت اور ملائمت پر شہادت دیتی ہے۔ گویا یہ اوصاف اپنی اپنی جگہ دونوں میں بطور خوبصورتی کے رکھے گئے ہیں نہ کہ مساوی حقوق کو باطل کرنے کے لئے٭ علاوہ ازیں مساوی سزا کے احکام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح مساوی آزاد ہیں اگر مسلم خواتین کو گھروں سے نکلنے اور باہر ایسے جرم کرنے کے موقع نہ ہوتے۔ تو پھر اُن کے لئے مساوی قانون بنانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ حدیث بھی ملاحظہ کیجئے۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمُخْتَفِیَ وَالْمُخْتَفِیَۃَ یَعْنِیْ نَبَّاشَ الْقُبُوْرِ۔ (مالک) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لعنت کی چور مرد اور چور عورت پر جو قبریں کھود کر کفن نکالتے ہیں" (مالک)

(۲۵) ماپ تول میں مساوات

(۱) وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ (اور ردی چیز کو اچھی چیز سے نہ بدلو۔ (۴۔ آیت ۲)

(۲) فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ (سو ماپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو (۷۔ آیت ۸۵)

(۳) وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا

٭ البتہ مردوں نے جو اپنی عورتوں کو خود کمزور بنا رکھا ہے وہ ضرور مساوات حقوق میں سدِ راہ ہے۔

"اور جب تم ماپو تو ماپ کو پورا کرو اور سیدھی ترازو سے تولو۔ یہ بہتر ہے۔ اور انجام کار بہت خوبی کی بات ہے" (پ ۱۵)

(۷) اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ "ماپ پورا دیا کرو۔ اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو۔ اور ٹھیک ترازو سے تولا کرو۔ اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دو۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو" ۲۶۔ آیت ۱۸۱ تا ۱۸۳)

(۵) اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝
"تاکہ تم میزان میں سرکشی نہ کرو۔ اور وزن کو انصاف سے قائم کرو۔ اور تول میں کمی نہ کرو" (۵۵ آیت ۸ و ۹)
مذکورہ بالا احکامات میں مسلمین اور مسلمات کو ماپ تول کے کرنے میں بھی مساوات دی گئی ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ صرف ترازو وغیرہ سے ہی ماپ تول پورا کریں۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تمام حقوق اور معاملات میں عدل اور انصاف کو قائم رکھیں۔ مگر افسوس اکثر مسلمان مرد اپنے حقوق کے لئے باٹ اور رکھتے ہیں۔ اور مسلم خواتین کے حقوق کیلئے اور۔ جو کہ صریحاً اس آیت کے خلاف ہے۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ "(حقوق میں) کمی کرنے والوں کے لئے تباہی ہے۔ جو جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں۔ تو پورا کر لیتے ہیں۔ اور جب انہیں ماپ یا تول کر دیتے ہیں۔ تو کم دیتے ہیں۔ کیا وہ خیال نہیں کرتے کہ وہ اُٹھائے جائیں گے" (۸۳۔ آیت ۱ تا ۴)

علاوہ ازیں ماپ تول کے مساوی احکام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ عورتوں کو بھی تجارت میں حصہ لینا ہے۔ اب اگر مسلم خواتین تجارت میں کوئی حصہ نہ لیں تو پھر یہ مساوی احکام بھی ان کے حق میں بے کار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ تجارت کیا کرتی تھیں۔

(۲۶) کھیتی باڑی کا کام کرنے میں مساوات

(۱) وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ هِيَ عَصَايَ ج اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۝ "اور اے موسیٰ یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے۔ اس نے

کہا یہ میرا عصا ہے میں اس پر سہارا لگاتا ہوں اور اس سے میں اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں۔ اور اس میں میرے لئے اور بھی فائدے ہیں (ر ۲۔ آیت ۱۷ و ۱۸)

(۲) وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۚ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاۤءُ ۚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۔ اور ان کے سوائے دو عورتوں کو پایا۔ جو اپنی بکریوں کو) روک رہی تھیں (موسیٰؑ نے) کہا۔ تمہارا کیا معاملہ ہے انہوں نے کہا ہم پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ چرواہے (اپنے جانوروں کو) نہ لے جائیں اور ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے (ر ۲۸۔ آیت ۲۳)

مذکورہ بالا آیات سے کھیتی باڑی کا کام کرنے کی بھی مساوات ثابت ہوتی ہے۔ نہ صرف آجکل بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی عورتیں کھیتوں میں زمینداری کا کام کرتی تھیں۔ اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے۔ اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہا مجھ سے زبیر نے نکاح کیا اور زمین میں اُن کا کوئی مال نہ تھا اور نہ کوئی غلام اور نہ کوئی دوسری چیز سوائے پانی لانے والے اونٹ اور اُن کے گھوڑے کے پس میں اُن کے گھوڑے کو چرالاتی تھی۔ اور پانی بھر کر لاتی تھی۔ اور اُن کا ڈول سیتی تھی۔ اور آٹا گوندھتی تھی البتہ میں روٹی اچھی نہیں پکا سکتی تھی ہمارے پڑوس میں انصار کی چند عورتیں تھیں۔ وہ پکا دیا کرتی تھیں اور یہ صاف اور سچی عورتیں تھیں اور میں زبیرؓ کی اُس زمین سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دی تھی اپنے سر پر گٹھلیاں لاد کر لایا کرتی تھیں۔ اور وہ زمین مجھ سے ثلث فرسخ پر واقع تھی۔ چنانچہ ایک روز میں آ رہی تھی اور گٹھلیاں میرے سر پر تھیں۔ پس مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مل گئے اور آپ کی ہمراہ انصار کے چند آدمی تھے۔ آپ نے مجھے بلا کر اخ اخ (اونٹ بٹھلانے کے لئے) فرمایا تاکہ مجھے اس پر اپنے پیچھے سوار کر لیں مجھے اس میں شرم آئی کہ مردوں کے ساتھ چلوں اور میں نے حضرت زبیر اور اُس کی غیرت کا حال یاد کیا اور یہ تمام صحابہ میں بہت غیرت مند تھے تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پہچان گئے کہ مجھے شرم آتی ہے پس آپ چلے گئے۔ اُس کے بعد میں حضرت زبیر کے پاس آئی اور میں نے اُن سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے ایسے وقت مل گئے کہ میرے سر پر گٹھلیاں تھیں۔ اور آپ کی ہمراہی میں آپ کے چند صحابہؓ تھے۔ پس آپ نے میرے سوار ہونے کو اونٹ بٹھلایا لیکن مجھے آپ سے حیا آئی اور تمہاری غیرت میں

جانتی ہی تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ تیرا گٹھلیوں کو لاد کر لانا مجھ پر تیرے اُن کے ساتھ سوار ہو جانے سے زیادہ سخت ہے۔ اسما نے کہا کہ پھر (میرے باپ) ابوبکرؓ نے ایک خادم بھیجدیا جو گھوڑے کی خدمت انجام دینے میں مجھے کافی ہوا۔ پس گویا اُس نے مجھے آزاد کر دیا۔ (بخاری کتاب النکاح)

(۲۷) پارلیمنٹ۔ کونسل اور جلسوں میں جانے کی مساوات

(۱) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ مومن وہی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب کسی بات کے لئے جہاں جمع ہونے کی ضرورت ہو اسکے ساتھ جمع ہوتے ہیں تو جاتے نہیں جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لیں۔ (۲۴۔ آیت ۶۲)

(۲) وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اور جو لوگ اپنے رب کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور اُن کے کام آپس میں مشورے سے ہوتے ہیں۔ اور اس سے جو ہم نے اُنہیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ (۴۲۔ آیت ۳۸)

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تمہیں کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل کر بیٹھو تو کھل جایا کرو تاکہ اللہ تمہیں فراخی دے اور جب کہا جائے اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو۔ تا اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے جو تم میں سے ایمان لائے اور وہ جنہیں علم دیا گیا اور اللہ اُس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔ (۵۸۔ آیت ۱۱)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو ہر قسم کے قومی۔ مذہبی کونسلوں اور جلسوں میں جانے کی مساوات دی گئی ہے۔ کسی بات کے لئے جمع ہونے کی غرض بھی یہی ہوتی ہے۔ کہ آپس میں تبادلۂ خیالات کر کے قومی اور مذہبی ترقی کے متعلق صلاح اور مشورہ سے کام کیا جائے۔ اب غیر قومیں تو اُنہیں اصولوں پر کام کر رہی ہیں چنانچہ اُن کی عورتیں بھی کونسلوں اور جلسوں میں جاتی ہیں۔ مگر اہل اسلام ہی ایسی مفید تعلیم سے کوسوں دُور ہیں۔

(۲۸) پردہ میں مساوات

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى

اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اپنے گھروں کے سوائے (دوسرے) گھروں میں داخل نہ ہو۔ جب تک اجازت نہ لے لو۔ اُن کے رہنے والوں پر سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ پھر اگر اُن میں کسی کو نہ پاؤ۔ تو اس میں داخل نہ ہو۔ جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تمہیں کہا جائے۔ کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ۔ وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اور جو تم کرتے ہو۔ اللہ اُسے جانتا ہے" (۲۴-آیت ۲۷ و ۲۸)

مذکورہ بالا احکام مسلمین اور مسلمات دونوں کے لئے مساوی ہیں۔ کہ غیروں کے گھروں میں بغیر اجازت نہ جائیں۔ اب ان احکام سے بعض حامیانِ رسمی پردہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ چونکہ مسلم خواتین کی آزادی کی جگہ صرف اُن کے گھر ہیں۔ اس لئے مردوں کو بغیر اجازت کے جانے سے منع کیا گیا ہے۔ ایسے عقلمندوں سے کوئی یہ پوچھے۔ کہ جس گھر میں صرف مرد ہی رہتے ہوں۔ اور وہاں بھی کوئی شخص بغیر اجازت کے نہ جائے تو کیا وہ گھر مردوں کی آزادی کی جگہ قرار دیا جائے گا۔ دراصل اُن احکام سے مردوں اور عورتوں کے گھر کی پرائیویسی یعنی نجی حالات نجی گفتگو اور مقامات ستر کا پردہ قرار دیا گیا ہے۔ جس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ ذیل کی آیات ملاحظہ ہوں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ " اے لوگو جو ایمان لائے ہو جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں۔ اور وہ جو تم میں سے بلوغ کو نہیں پہنچے چاہیے کہ تین دفعہ تم سے (اندر آنے کی) اجازت لے لیا کریں نمازِ فجر سے پہلے اور جب تم (گرمی کی) دوپہر کو اپنے کپڑے اُتار دیتے ہو اور نمازِ عشا کے بعد تین وقت تمہارے پردے کے ہیں اُن کے بعد نہ تم پر اور

نہ اُن پر کوئی گناہ ہے۔ تم ایک دوسرے کے پاس پھرتے پھراتے ہی رہتے ہو۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے حکم کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور جب تم میں سے لڑکے بلوغ کو پہنچ جائیں تو چاہئے کہ وہ (اندر آنے کی) اجازت لے لیا کریں جس طرح وہ اجازت لیتے رہے جو ان سے پہلے ہیں۔" (۲۴۔ آیت ۵۸ و ۵۹) وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ "اور جب تم اُن سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے دلوں اور اُن کے دلوں کے لئے بہت پاک ہے۔" (۳۳۔ آیت ۵۳) گویا پاکیزگی میں بھی مساوات دی گئی ہے۔ چونکہ اس حکم کے دیئے جانے کی جو اصل غرض ہے۔ وہ تو اکثر حامیان رسمی پردہ کی سمجھ میں آج تک نہیں آئی اور نہ آئے گی۔ اس لئے وہ آیت حجاب کے صرف یہ معنی لیتے ہیں۔ کہ مسلم خواتین اپنے گھروں میں رہیں اور غیر مردوں کے سامنے کھلے چہرے نہ آئیں۔ حالانکہ اس آیت کی رُو سے گھر والوں کے نجی حالات یعنی پرائیویسی کا پردہ قرار دیا گیا ہے۔ جس کے دیکھنے یا سننے سے کسی قسم کی بدگمانی پیدا نہ ہو۔ جیسا کہ اس آیت کے شروع کے الفاظ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو نبی کے گھر میں داخل نہ ہو۔ سوائے اس کے تمہیں اجازت دی جائے۔" (۳۳۔ آیت ۵۳) سے ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً گھر والے کوئی ایسی گفتگو یا کوئی ایسا کام کر رہے ہیں۔ جو کہ کسی غیر شخص کے سامنے کرنا نہیں چاہتے یا ایسے لباس میں ہیں۔ کہ غیروں کے سامنے آنا نہیں چاہتے۔ مگر ایک شخص بغیر اجازت کے جھٹ اندر چلا گیا۔ تو انہوں نے وہ گفتگو یا کام فوراً بند کر دیا۔ تو اب طرفین کے دلوں میں بدظنی پیدا ہو گی۔ گھر والوں میں تو یہ بدظنی پیدا ہو گی۔ کہ اس شخص نے اس گفتگو کو سن لیا ہے۔ اور اس کام کو ایسی حالت میں کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔ لہٰذا یہ شخص کوئی چور یا جاسوس ہے۔ جو کہ گھروں کے حالات کو ٹٹولتا پھرتا ہے۔ اور اُس شخص کے دل میں یہ بدظنی پیدا ہو گی۔ کہ مجھے قابل اعتبار نہیں سمجھا گیا۔ اس لئے انہوں نے میرے آنے پر ایسی گفتگو اور ایسا کام کرنا بند کر دیا ہے۔ بلاشبہ بغیر اجازت کے کسی کے گھر جانے سے ایک دوسرے کے دلوں میں بہت سی بدگمانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس سے دلوں میں پاکیزگی نہیں رہتی۔ چونکہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمان (بد) کرنے سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے اور نہ ایک دوسرے کے بھید ٹٹولو (۴۹۔ آیت ۱۲) اس لئے غیر شخصوں کو خواہ مرد ہوں یا عورتیں دونوں کو یہ حکم دیا گیا۔ کہ پردہ یعنی گھر کے باہر سے چیزیں طلب کریں۔ تاکہ گھر والوں کے نجی حالات دیکھنے سے کسی قسم کی بدظنی پیدا نہ ہو۔ بلکہ دلوں میں پاکیزگی رہے۔ اگر عورتوں کے چہرے دیکھنے سے ہی بدظنی پیدا ہوتی تو پھر مردوں کو بھی چہرے ڈھانکنے کا حکم دیا جاتا۔ تاکہ مردوں کے چہرے دیکھنے سے عورتوں کے دلوں میں بدظنی پیدا نہ ہو۔ چونکہ اللہ نے بدظنی کی طرح ایک دوسرے کے چہروں کو دیکھنا کوئی گناہ قرار نہیں دیا۔ اس لئے عورتوں کے بھی چہرے کا پردہ نہیں رکھا۔

علاوہ ازیں اس حکم میں عورتوں کے لئے ایسے شخصوں سے جو گھر کے باہر سے چیزیں طلب کریں اپنے مقامات ستر ڈھانک کر خود گھروں سے نکل کر اُن سے بات چیت کرنے کی ممانعت نہیں کی گئی۔ کیونکہ غیر شخصوں کو تو گھر کے نجی حالات یعنی پرائیویسی کی وجہ سے اندر آنے سے منع کیا گیا ہے۔ مگر عورتوں کے لئے کوئی ایسا امر مانع نہیں۔ کہ وہ اپنے گھروں سے باہر بے نقاب نہ نکلیں۔ مگر یہ نکتہ حامیانِ رسمی پردہ کی سمجھ میں کبھی نہیں بیٹھے گا۔ اگر اس حکم کا یہ مطلب ہوتا کہ مسلم خواتین اپنے گھروں سے کھلے چہرے باہر نہ نکلیں تو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو جن کی شان میں یہ آیت حجاب نازل ہوئی۔ اُن کی ضرورتوں کے لئے باہر جانے کی اجازت کیوں دیتے؟ صفحہ ۵۹) اور چہرے اور ہاتھ کو پردہ سے کیوں مستثنےٰ قرار دیتے (صفحہ ۱۲۷) ملاحظہ کیجئے۔ دراصل اس آیت کے متعلق ایک غلط فہمی جو مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے آجتک یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ حکم ازواج مطہرات کو ہے حالانکہ یہ حکم اُن کو نہیں دیا گیا۔ بلکہ اُن لوگوں کو دیا گیا ہے۔ جنہوں نے اُن سے پردہ یعنی گھر کے باہر سے چیزیں طلب کرتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے۔ کہ یہ حکم چیزیں مانگنے والوں کے لئے ہے نہ کہ دینے والوں کے لئے مگر مسلمان اس نکتہ پر کبھی غور نہیں کرتے۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس آیت میں چہرے ڈھانکنے کا کوئی حکم نہیں نہ باہر والوں کے لئے نہ گھر والوں کے لئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مردوں کی بجائے عورتوں سے چیزیں

طلب کرنے کے لئے کیوں کہا گیا ہے۔ تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ عورتیں ہی گھروں کی تمام چیزوں کے رکھ رکھاؤ سے واقف ہوتی ہیں اس لئے ان کو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں چیز کہاں پڑی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ عورتوں کا غیر شخصوں سے باتیں کرنا بھی جائز ہے۔ آخر سائل کو کچھ تو جواب دینا ہی پڑے گا۔ سائل کو جواب نہ دینا تو بد تہذیبی کا نشان ہے۔ آیت حجاب کی رُو سے گھر کے نجی حالات یعنی پرائیویسی اور مقامات ستر کا پردہ غیر مردوں اور غیر عورتوں سے یکساں طور پر قرار دیا گیا ہے مگر اب اکثر رسمی پردہ کے حامیوں کی یہ ذہنیت ہے۔ کہ جب غیر عورتیں اُن کی بیبیوں کا چہرہ دیکھ لیں یا باتیں کر لیں تو کوئی غصہ نہیں آتا۔ مگر جب غیر مرد اُن کا چہرہ دیکھ لیں یا اُن سے باتیں کر لیں تو پھر غصہ سے بھر کر لال پیلے ہو جاتے ہیں ۴ یہ ہے جعلی غیرت جو کہ قرآن مجید کے نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔ کیونکہ ایسے مردوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ پردہ صرف غیر مردوں سے ہے۔ حالانکہ غیر عورتوں سے بھی اتنا ہی پردہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت کی رُو سے غیر مردوں اور غیر عورتوں کو یکساں طور پر پردہ کے پیچھے یعنی گھروں کے باہر سے چیزیں طلب کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ اور اپنے مردوں اور اپنی عورتوں کو بغیر کسی روک ٹوک کے اندر آ کر چیزیں طلب کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ آخر اپنے شخصوں اور غیر شخصوں میں کچھ تو فرق ہونا چاہیئے۔ چنانچہ وہ فرق یہی ہے کہ غیروں کے سامنے خواہ مرد ہوں یا عورتیں مقامات ستر چادر سے ڈھانک کر رکھے جائیں۔ اور اپنوں کے سامنے کھلے۔ یعنی چادر سے ڈھانکنے کی ضرورت نہیں۔ ذیل کی آیات ملاحظہ ہوں

۴ کیا غیر مرد کی بیوی غیر عورت نہیں ہوتی!

(۱) لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ج " ان پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں۔ اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اس کے جن کے اُن کے داہنے ہاتھ مالک ہیں"۔ ر ۳۳۔ آیت ۵۵)

(۲) وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ ....

...... اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ " اور اپنے (مقامات ستر) کی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے .... یا اپنی

عورتوں کے یا اُن کے جن کے اُن کے داہنے ہاتھ مالک ہیں۔" (۲۴۔ آیت ۳۱)

حقیقتاً مسلم خواتین نے اپنے جسم کا جتنا حصہ غیر عورتوں کے سامنے کھلا رکھنا ہے اتنا ہی غیر مردوں کے سامنے بھی۔ مگر یہ ایک معمولی سی بات مذہبی اور قومی لیڈروں کی سمجھ سے بالاتر ہے حالانکہ اپنی عورتوں سے مراد یا تو اُن مردوں کی عورتیں ہیں جن کا مذکورہ بالا آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔ یا اپنی برادری کی یا ایماندار یعنی اپنے مذہب کی بہرحال اپنی عورتوں کے بالمقابل غیر عورتیں ضرور ہیں۔ اب بعض مولوی صاحبان کا "نِسَآئِهِنَّ" کا ترجمہ "اپنی (جنس کی) عورتیں" کرکے یہ کہنا کہ تمام عورتیں ایک ہی جنس کی ہیں۔ لہٰذا کافر اور مشرک عورتوں سے بھی کوئی پردہ نہیں قطعاً قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ حکم تو مسلم خواتین کے حق میں ہے لہٰذا اس کی اپنی جنس تو وہی ہے جو کہ مسلم ہوں بفرض محال اگر تمام عورتیں ایک ہی جنس کی ہیں تو پھر کافر اور مشرک عورتوں سے نکاح کیوں حرام ٹھہرایا گیا چونکہ حامیان رسمی پردہ کے لئے "اپنی عورتوں" کے الفاظ کی وجہ سے پردہ کے مسئلہ کو حل کرنا بہت مشکل تھا لہٰذا اُنہوں نے یہ تشریح کردی کہ فاحشہ عورتوں کو گھروں میں نہ آنے دیا جائے۔ اور نہ اُن کے سامنے زینت ظاہر کی جائے مگر ایسے عقلمندوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ "اپنی عورتوں" کے بالمقابل غیر عورتیں ہیں یا فاحشہ اگر قرآن پاک کا یہ حکم ہوتا کہ صالح عورتیں بغیر اجازت کے گھروں کے اندر آکر چیزیں طلب کریں۔ اور اُن کے سامنے اپنی زینت ظاہر کرو تو بے شک اس حالت میں صالح عورتوں کے بالمقابل فاحشہ عورتیں ہی مراد لی جاتیں۔ مگر قرآن کریم نے جیسے مقامات ستر کا پردہ غیر مرد سے رکھا ہے ویسے ہی غیر عورت سے اور اگر "اپنی عورتوں" سے اپنی ہم خیال عورتیں سمجھی جائیں تو پھر اُن عورتوں سے بھی جو کہ ہم خیال نہیں اتنا ہی پردہ ہوگا جتنا کہ اُن مردوں سے جو کہ ہم خیال نہیں۔ بہرحال جن لوگوں نے پردہ کے باہر سے چیزیں طلب کرنی ہیں اُن میں غیر مرد اور غیر عورت دونوں شامل ہیں۔ جیسا کہ دوسروں کے گھروں میں اجازت لے کر داخل ہونے کے لئے۔ اگر غیر عورتوں کے سامنے چہرہ کھلا رکھا جائے تو پھر غیر مردوں کے سامنے کس واسطے بے نقاب نہ پھرا جائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عورت کا عورت سے کیا پردہ تو پھر خدا نے "نِسَآئِهِنَّ" کے الفاظ کہہ کر "اپنی عورتوں" کو غیر عورتوں سے مستثنٰے کیوں کیا اور اس کا فلسفہ کیا تھا۔ جبکہ نِسَآء کا لفظ ہی کافی تھا درحقیقت غیر عورتوں سے پردہ قائم کرکے حامیان رسمی پردہ کی جبلی غیرت کا علاج کیا گیا ہے اب جو مرد

اپنی عورتوں کے چہرے کا پردہ صرف غیر مردوں سے کراتے ہیں اور غیر عورتوں کے سامنے نہیں کراتے۔
وہ دراصل اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بناتے ہیں۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ "تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک حصے کا انکار کرتے ہو تو اس کی سزا جو تم میں سے ایسا کرتا ہے سوائے اس کے کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو۔ اور قیامت کے دن زیادہ سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو" (۲۔آیت ۸۵)

بلاشبہ جیسے مقامات ستر کا پردہ غیر مرد سے رکھا ہے ویسے ہی غیر عورت سے۔ اس حدیث کو ملاحظہ کیجیے۔ عن ابی سعید الخدری عن النبیؐ قال لا ینظر الرجل الی عورة الرجل ولا المرأة الی عورة المرأة " ابو سعید خدری سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد دوسرے مرد کے ستر کو نہ دیکھے۔ اور نہ عورت دوسری عورت کے ستر کو دیکھے" (ابی داؤد)

(۲۹) عقل سے کام لینے میں مساوات

(۱) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ "کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے" (۴/۸۲)

(۲) اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ "اللہ کے نزدیک سب جانداروں سے بدتر وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے" (۸۔آیت ۲۲)

(۳) وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ " اور وہ پلیدی کو انہیں پر ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے" (۱۰۔آیت ۱۰۰)

(۴) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ "ہم نے یہ قرآن عربی اتارا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو" (۱۲۔آیت ۲)

(۵) لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ "ہم نے تمہاری طرف

کتاب اُتاری جس میں تمہاری بڑائی ہے تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے" (۲۱۔ آیت ۱۰)

(۴) کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

"یہ کتاب جو ہم نے تیری طرف اُتاری ہے برکت دی گئی ہے تاکہ وہ اس کی آیتوں پر غور کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں" (۳۸۔ آیت ۲۹)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو کلام ربانی میں غور کرنے اور عقل سے کام لینے کے لئے مساوات دی گئی ہے مگر اکثر مذہبی راہ نماؤں نے مسلمان مردوں کو تو یہ کہہ کر کہ عقل کو مذہب میں کوئی دخل نہیں اور مسلم خواتین کو یہ کہہ کر کہ تم ناقص العقل ہو قرآن مجید کے احکام پر غور کرنے ہی نہ دیا۔ حالانکہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بناتے ہیں"۔ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ "اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم دوزخ والوں میں نہ ہوتے" (۶۷۔ آیت ۱۰) گویا عقل اور سمجھ سے کام نہ لینا اپنے آپ کو دوزخی بنانا ہے اور جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں۔ اُن کے لئے اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

"سو میرے بندوں کو خوشخبری دو وہ جو بات کو سنتے ہیں پھر اس کی اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی خالص عقل والے ہیں" (۳۹۔ آیت ۱۸) حقیقتاً انسان اور حیوان میں سوچنے کا ہی فرق رکھا گیا ہے اب جو شخص انسان کہلا کر بھی عقل سے کام نہ لے اور ترقی کی راہ پر قدم نہ مارے بھلا وہ کیونکر حیوانوں سے بدتر اور ذلیل نہ ہو جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ "یا کیا تو خیال کرتا ہے کہ اُن میں سے اکثر سنتے ہیں یا عقل سے کام لیتے ہیں وہ صرف چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ وہ رستہ سے اور بھی دور بھٹکے ہوئے ہیں" (۲۵۔ آیت ۴۴) اگر خدانخواستہ مسلم خواتین ناقص العقل ہوتیں تو پھر اُنہیں بھی ایک تو کلام الٰہی میں غور و فکر کرنے اور عقل سے کام لینے میں مساوات نہ دی جاتی اور دوئم اللہ کی آیتوں پر اندھے اور بہرے ہو کر گرنے کی ممانعت نہ کی جاتی

اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا ۝ "اور وہ کہ جب انہیں ان کے رب کے حکموں سے نصیحت کی جاتی ہے تو اُن پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے" (۲۵-آیت ۷۳)

(۳۰) قرآن مجید کی اتباع میں مساوات

(۱) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا "اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو (۳- آیت ۱۰۲)

(۲) وَهٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَکٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اور یہ کتاب جس کو ہم نے اُتارا ہے۔ برکت دی گئی ہے۔ سو اس کی پیروی کرو۔ اور تقوےٰ کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (۶- ۱۵۶)

(۳) اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ "اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب سے تمہاری طرف اُتارا گیا۔ اور اس کو چھوڑ کر اور دوستوں کی پیروی نہ کرو (۷۔آیت ۳)

(۴) وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ۝ "اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں ہم کبھی اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ (۷۔ آیت ۱۷۰)

(۵) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝" اور ہم قرآن سے وہ کچھ اُتارتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کو صرف نقصان میں بڑھاتا ہے" (۱۷-آیت ۸۲)

(۶) وَاِنَّهٗ لَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اور بے شک وہ (قرآن) مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے (۲۷-آیت ۷۷)

(۷) وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ اور مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں فرمانبرداروں سے رہوں اور کہ میں قرآن کی پیروی کروں" (۲۷۔آیت ۹۲)

(۸) اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ "کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تیری طرف کتاب اُتاری ہے جو اُن پر پڑھی جاتی ہے یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ (۲۹/ آیت ۵۱)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو قرآن مجید پر عمل کرنے کی مساوات دی گئی ہے کیونکہ یہ مومنوں کے لئے ہدایت، شفا اور رحمت ہے اور اسی پر عمل کرنے سے خدا کا فضل ہوتا ہے۔ اب اگر مومن لوگ اس نسخہ کیمیا کا استعمال نہ کریں تو اُن کو شفا کیسے نصیب ہو کیونکہ ہدایت اور شفا تو اُسی کو نصیب ہوگی جو اس نسخہ کی دوائی پئے گا۔ اور جو شخص اس نسخہ کے علاوہ کسی اور نسخہ کی دوائی استعمال کرے گا۔ وہ اپنی جان پر ظلم کرکے نقصان اور خسارہ میں رہے گا۔ جیسا کہ آیت نمبر (۵) سے ثابت ہوتا ہے علاوہ ازیں اکثر مولوی صاحبان بڑے زور شور سے یہ کہتے ہیں کہ اہل یورپ کی تمام موجودہ مشکلات کا حل قرآن پاک میں موجود ہے ایسے حضرات سے کوئی یہ پوچھے کہ کیا مسلمانوں کی موجودہ پستی اور مشکلات کا حل قرآن پاک میں نہیں؟ اب مسلمانوں کا خود تو ہر قسم کی مشکلات میں مبتلا رہنا اور یورپ کو ایسی تبلیغ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ وہ آسانی سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے خود تو اپنی بیماریوں اور مشکلات کا حل قرآن پاک سے کرلو۔ کیونکہ آپ مومن ہیں پھر اس کے بعد ہم جیسے کافروں اور مشرکوں کی بیماریوں کا علاج کرلینا۔ آیت نمبر (۲) میں صاف بتلایا گیا ہے کہ اللہ نے جو اُتارا ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی پیروی نہ کرو۔ مگر اب اکثر مسلمانوں کا طرز عمل یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کی تقلید پر اتنا زور دیتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے احکام کی بھی پرواہ نہیں کرتے خواہ ان کے اقوال اللہ اور رسول کے اقوال کے خلاف ہی ہوں پھر بھی چھوڑنے کا نام نہیں لیتے۔ گویا اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ اللہ کی کتاب اُن کے لئے کافی نہیں جو کہ آیت نمبر (۸) کے خلاف ہے بلاشبہ ایسے لوگوں کی حالت پر ذیل کی آیات خوب چسپاں ہوتی ہیں۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ "اور رسولؐ نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کریم کو چھوڑی ہوئی چیز (کی طرح) قرار دیا۔ (۲۵/ آیت ۳۰) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ اور اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جسے اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جائے پھر وہ اُن سے منہ پھیرلے ہم مجرموں کو سزا دینے والے ہیں (۳۲/ آیت ۲۲)

آیت نمبر (۳) کے متعلق بعض مسلمانوں کو یہ غلط فہمی لگی ہے کہ سوائے قرآن مجید کے اور کسی کی پیروی نہ کی جائے حتیٰ کہ رسول کی بھی۔ حالانکہ اس آیت میں اَولیاء کا لفظ آیا ہے نہ کہ رسول کا کیونکہ رسول کی پیروی کو اللہ کی پیروی قرار دیا گیا ہے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۚ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۝ "جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ یقیناً اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جو پھر جائے تو ہم نے تجھے اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا" (۴۔ آیت ۸۰) اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول کی تابعداری صرف انہی معنوں میں اللہ کی تابعداری کہلائے گی جبکہ رسول کا قول اللہ کے قول کے خلاف نہ ہو اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی ایسی حدیث پر عمل کیا جائے جو کہ قرآن مجید کے خلاف ہو تو پھر ایسی حالت میں رسول کی فرمانبرداری اللہ کی فرمانبرداری نہ ہوگی۔

(۳۱) اللہ اور رسول کی اطاعت میں مساوات

(۱) وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ "اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (۳۔ آیت ۱۳۱)

(۲) وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ "اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں۔ صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ) اور یہ اچھے ساتھی ہیں۔" (۴۔ آیت ۶۹)

(۳) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۝ "اور نہ یہ کسی مومن مرد نہ کسی مومن عورت کو شایان ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کرے تو وہ اس معاملہ میں کچھ (اپنا) اختیار رکھیں اور جو کوئی اللہ اور رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ کھلی گمراہی میں نکل گیا۔" (۳۳-۳۶)

(۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔" (۴۷-۳۳)

مذکورہ بالا احکام میں مسلمین اور مسلمات کو اللہ اور رسول کی تابعداری کرنے میں بھی مساوات دی گئی ہے مگر مسلمان مردوں نے خود ہی مسلم خواتین کو اللہ اور رسول کی اطاعت سے اتنا دور کر رکھا ہے کہ انہیں نماز پڑھنے کے لیے مسجدوں میں بھی آنے نہیں دیتے جس کی تہ میں صرف اتنی خود غرضی ہے کہ بیوی کا چہرہ غیر شخص نہ دیکھنے پائیں خواہ اللہ اور رسول کے احکام ہی باطل ہو جائیں۔ دراصل ایسے صاحبان اپنی پرانی رسموں پر عمل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسے حضرات اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر رسموں پر ہی چلنا تھا تو پھر قرآن پاک کے نازل ہونے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی ضرورت کیا تھی۔ دوستو! اللہ اور رسول کی نافرمانی سے ہمیشہ ہی نقصان ہوتا ہے چنانچہ جنگ اُحد میں جب چند مسلمانوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی نافرمانی کر کے اپنے مورچہ کو چھوڑ دیا تو بجائے فتح پانے کے مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ حالانکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اُس جنگ میں موجود تھے۔ بھلا اب مسلمانوں پر اللہ اور رسول کی نافرمانی کرنے سے کیونکر مصیبت نہ آئے۔ بلاشبہ اللہ اور رسول کے احکام کو چھوڑ کر رسموں پر عمل کرنا گویا اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بنانا ہے۔ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ٥ " اور رہے ثمود تو ہم نے اُنہیں رستہ دکھایا پر انہوں نے اندھا رہنے کو ہدایت پر ترجیح دی سو ذلت کے عذاب کی ہولناک آواز نے انہیں آ لیا اس کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے (الم۔ آیت ۱۷) علاوہ ازیں لطف کی بات تو یہ ہے کہ جو حدیث مولوی صاحبان پیش کریں خواہ وہ کتنی ہی کلام ربانی اور عقل کے خلاف ہو وہ تو قطعاً سچی اور صحیح گویا ایسے حضرات نے اپنے کانوں سے یہ حدیث سنی تھی اور جو حدیث دوسرے لوگ پیش کریں خواہ وہ کتنی ہی نہ صرف قرآن پاک اور عقل کے مطابق ہو بلکہ زمانہ کا ساتھ بھی دیتی ہو۔ وہ قطعاً جھوٹی اور موضوع۔ یہ ہے لیڈران قوم کا فہم قرآن اور انصاف بھلا ایسے لیڈروں کی راہ نمائی میں قوم خاک ترقی کرے۔

(۳۲) دعا اور سلام کرنے میں مساوات

(۱) وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ٥ اور جب تم کو کسی دعا کے ساتھ دعا دی جائے تو اس سے بہتر کے ساتھ دعا دو۔ یا اُسی کو لوٹا دو۔

بے شک اللہ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے (۴۔ آیت ۸۶)

(۲) یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ؁ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اپنے گھروں کے سوائے دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔ اور ان کے رہنے والوں پر سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (۲۴۔ آیت ۲۷)

(۳) فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ؁ "پس جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کہا کرو۔ دعائے خیر اللہ کی طرف سے برکت دی گئی۔ پاکیزہ۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے حکم کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم عقل سے کام لو۔ (۲۴۔ آیت ۶۱)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو آپس میں دعا اور سلام کرنے کی بھی مساوات دی گئی ہے۔ مگر افسوس رسمی پردہ نے دونوں کو اس خوبی اور برکت سے محروم کر رکھا ہے۔ بھلا اب بند شدہ پارسل کو مرد اور وہ خود مردوں کو کیا سلام کریں اگرچہ ان آیات میں آپس میں سلام کرنے کی مساوات دی گئی ہے۔ مگر پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلم خواتین کو پہلے ہی سلام کیا کرتے تھے۔ گویا ان کی عزت کرتے تھے۔ مہذب قوموں میں اب بھی یہی قاعدہ ہے ذیل کی حدیث ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ رض قَالَتْ مَرَّ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَیْنَا:۔ (اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیْ وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیْ فَاَلْوٰی بِیَدِہٖ بِالتَّسْلِیْمِ)۔ "اسما بنت یزید کہتی ہیں کہ ہم چند عورتوں کے پاس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا۔ اور آپ نے ہمیں سلام کہا۔ اور ترمذی کی روائیت میں ہے۔ کہ ہاتھ سے بھی سلام کا اشارہ کیا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

آیت نمبر (۳) سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسلم خواتین کو اپنے گھروں سے باہر نکلنا ہے اگر وہ گھروں سے باہر نہ نکلیں تو پھر گھروں میں داخل ہونا اور سلام کرنا چہ معنی دارد۔ اسی طرح سے آیت نمبر (۲) کی رو سے مسلم خواتین کا بھی دوسروں کے گھروں میں جانا اور سلام کرنا ثابت ہوتا ہے۔ دراصل آپس میں سلام کرنے سے محبت پیدا ہوتی ہے اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ

اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ:" قسم ہے۔ اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ تم جنت میں داخل نہیں ہوگے۔ جب تک ایمان نہ لاؤ۔ اور ایمان نہیں لاؤ گے۔ جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ میں تمہیں ایک ایسی بات بتلاتا ہوں۔ کہ جب تم اُسے کرو گے۔ تو آپس میں محبت کرو گے۔ (اور وہ یہ ہے) کہ آپس میں (ایک دوسرے کو) سلام کیا کرو۔ (مسلم و ابو داؤد و ترمذی) علاوہ ازیں سلام اور دعا کرنے کے مصافحہ کرنے میں بھی مساوات دی گئی ہے۔ یہ حدیث ملاحظہ ہو۔ تَصَافَحُوْا یَذْھَبِ الْغِلُّ وَتَھَادَوْا تَحَابُّوْا وَ یَذْھَبِ الشَّحْنَآءُ" مصافحہ کیا کرو (یعنی ہاتھ ملایا کرو) کہ اس سے کینہ جاتا رہے گا۔ اور تحفہ دیا کرو۔ کہ اس سے محبت پیدا ہوگی۔ اور بخل جاتا رہے گا" (مالک) اگر اس حدیث کو صرف مردوں کے لئے مانا جائے۔ تو پھر اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ مرد ہی مردوں کو تحفہ دیں۔ اور وہی مصافحہ کر کے اپنے کینوں کو دور کریں۔ اور مسلم خواتین اس نعمت اور شرف سے محروم رہیں۔ جو کہ صریحاً ظلم اور بے انصافی ہے۔

(۴۳) مہمان نوازی کرنے میں مساوات

(۱) وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰھِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ٥" اور یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیمؑ کے پاس خوش خبری لیکر آئے کہا سلامتی ہو اس نے کہا سلامتی اور دیر نہ کی کہ تلا ہوا بچھڑا (گوشت) لے آیا" (۱۱۔ آیت ۶۹) وَامْرَاَتُہٗ قَآئِمَۃٌ فَضَحِکَتْ "اور اس کی عورت کھڑی تھی سو وہ خوش ہو گئی" (۱۱۔ آیت ۷۱)

(۲) فَجَآءَتْہُ اِحْدٰھُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ "پس اُن دونوں میں سے ایک چلتی ہوئی آئی کہنے لگی میرا باپ تجھے (موسیٰؑ) بلاتا ہے (۲۸۔ آیت ۲۵)

مذکورہ بالا آیات کی رُو سے مسلمین و مسلمات کو مہمان نوازی کرنے میں بھی مساوات دی گئی ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ مطہرہ مہمانوں کی مہمان نوازی اور خاطر داری میں نہ صرف مشغول تھیں بلکہ اُنکی باتوں سے خوش ہو کر ہنس پڑیں۔ علاوہ ازیں حضرت شعیبؑ کی لڑکیوں کا حضرت موسےٰ علیہ السلام کی مہمان نوازی کرنا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے اور آجکل بھی سوائے رسمی پردہ کے حامیوں کے باقی تمام قوموں میں عورتیں بھی مہمان نوازی میں حصہ لیتی ہیں۔ دراصل جس مہمان نوازی میں عورتیں حصہ نہ لیں۔ اُس کو مکمل مہمان نوازی نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ

مہمان تو مرد اور عورت دونوں کا ہوتا ہے۔ نہ کہ صرف مرد کا ذیل کی احادیث ملاحظہ ہوں۔ عن سہل بن سعد قال دعا ابو اسید الساعدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عرسہ وکانت امراتہ یومئذ خادمھم وھی العروس۔ سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ابو اسید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی پر بلایا اور اس کی بیوی اس دن ان کی خدمت کرنے والی تھی اور وہی دلہن تھی (بخاری کتاب النکاح)

اُمِّ عمارۃ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا فقدمت لہ طعاما۔ کعب کی بیٹی ام عمارہ روایت کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں آئے۔ اور میں نے کھانا پیش کیا۔ (ترمذی)

(۴۷) مل کر کھانا کھانے میں مساوات

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْ بُیُوْتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّھٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِکُمْ اَوْ مَا مَلَکْتُمْ مَّفَاتِحَہٗٓ اَوْ صَدِیْقِکُمْ ط لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ط" اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر کوئی تنگی ہے اور نہ خود تم پر کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا وہ جس کی چابیوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوست کے (گھر سے) تم پر کوئی گناہ نہیں کہ سب اکٹھا کھاؤ یا الگ الگ"۔ (۲۴-۲۴-آیت ۶۱)

مذکورہ بالا آیت میں مسلمین اور مسلمات کو نہ صرف اپنے گھروں بلکہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے گھروں میں بھی مل کر کھانا کھانے کی مساوات دی گئی ہے۔ حقیقتاً مل کر کھانا کھانے سے محبت۔ اتفاق اور ہمدردی بڑھتی ہے اور اس طرح سے لڑکیاں اور لڑکے کھانا کھانے کے متعلق کئی باتیں اپنے بڑوں سے سیکھ لیتے ہیں باوجود ایسی تعلیم ہونے کے پھر بھی اکثر اہل اسلام اپنی ماں۔ بہن بیٹی اور بہو تو درکنار رہی اپنی بیوی

کے ساتھ بھی مل کر کھانا نہیں کھاتے۔ بلکہ عام طور پر مرد پہلے کھاتے ہیں اور بعد ازاں عورتیں جو کہ غلامی کا نشان ہے۔ حالانکہ اکٹھے ہو کر کھانا کھانے کو ترجیح ہے کیونکہ ایک تو یہ حکم پہلے ہے اور دوسرے رسول اللہ نے بھی ترجیح دی۔ اس حدیث کو ملاحظہ کیجیے۔ عن وحشی بن حرب عن ابیہ عن جدہ ان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا نا کل ولا نشبع قال فلعلکم تفترقون قالوا نعم قال فاجتمعوا علی طعامکم واذکروا اسم اللہ یبارک لکم فیہ " روایت ہے وحشی بن حرب سے اس نے اپنے باپ سے اور دادا سے جو اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کھاتے ہیں اور آسودہ نہیں ہوتے فرمایا شاید الگ الگ کھاتے ہو کہا ہاں فرمایا سب مل کر اکٹھے کھانا کھاؤ اور اللہ کا نام لو تمہارے لیے اس میں برکت دی جائے گی۔" (ابو داؤد) بلاشبہ الگ الگ کھانے کا بھی حکم ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار رہے یا کسی کو ضروری کام کے لئے جلدی باہر جانا ہے یا کوئی اور وجوہ ہیں تو ایسے لوگ علیحدہ بھی کھالیں۔ غرضیکہ اپنے اپنے موقع محل پر دونوں حکموں پر عمل ہونا چاہیے۔

(۳۵) زیب وزینت کر کے باہر جانے میں مساوات

(۱) یٰبَنِیٓ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَرِیۡشًا ط اے بنی آدم بے شک ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہارے پردے کے مقامات کو ڈھانکے اور زینت ہو (۷۔ آیت ۲۶)

(۲) یٰبَنِیٓ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ۔ اے بنی آدم ہر مسجد کو جاتے وقت اپنی زینت کو لے لیا کرو۔ (۷، آیت ۳۱)

(۳) قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ ؕ کہہ کس نے اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے۔ حرام کیا ہے ؟ (۷۔ آیت ۳۲)

(۴) وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنۡہَا۔ اور اپنی زینت کو نہ دکھائیں سوائے اس کے جو ظاہر ہے (۲۴۔ آیت ۳۱)

مذکورہ بالا آیات میں مسلمین اور مسلمات کو زینت کرنے میں بھی مساوات دی گئی ہے۔ چنانچہ آیت نمبر (۱) میں لباس اتارنے کی ایک غرض تو یہ بتلائی گئی ہے کہ اس سے پردے کے مقامات کو ڈھانکا جائے

چونکہ چہرہ مقامات ستر میں شامل نہیں اس لئے ڈھانکا نہیں جاتا مگر افسوس حامیان رسمی پردہ تمام دنیا سے نرالے ہو کر اپنی عورتوں کے چہروں کو بھی باہر ڈھانکتے ہیں۔ حالانکہ چہرہ ایسے مقامات میں شامل نہیں اور دوسری غرض یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ زینت ہو۔ اب اکثر اہل اسلام خود تو باہر اچھے اچھے کپڑے پہن کر جاتے ہیں مگر عورتوں کے حق میں یہ کہتے ہیں کہ وہ میلے کچیلے کپڑوں میں باہر جائیں جیساکہ انسان سوگ کی حالت میں ہوتا ہے اکثر حضرات خود تو سر سے لے کر پاؤں تک فل یورپین ڈریس میں ملبوس ہوتے ہیں یہانتک کہ بعض مولوی صاحبان جو کہ یورپ سے ہو کر آئے ہیں نکٹائی بھی لگاتے ہیں مگر افسوس اپنی عورتوں کے حق میں اتنی بھی ذہنیت نہیں بدلتے کہ وہ بھی اُن کے ہمراہ کھلے چہرے باہر جائیں۔ خدا جانے یورپین ڈریس میں جانے والے کے ہمراہ بیوی کا انڈین ڈریس برقع یعنی پارسل کی شکل میں جانا کیا معنی رکھتا ہے کیا بیوی کے لئے یورپین ڈریس حرام ہے؟ اگر آیات نمبر(۲) اور نمبر(۱۴) کو باہم ملا کر پڑھا جائے تو بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ پردے کے مقام میں داخل نہیں بلکہ مستثنےٰ زینت میں شامل ہے اسی واسطے اللہ نے مسلم خواتین کو باہر بھی نہ صرف اُن اعضاء کے جن پر دنیاوی کاروبار کا کرنا اور صحت کا دارومدار ہے کھلا رکھنے بلکہ اُن اعضاء کی زینت کو بھی ظاہر کرنے کا حکم دے دیا تاکہ ظاہری زینت کے باہر ظاہر کرنے میں مردوں کے ساتھ مساوات بھی رہے آخر مرد بھی تو باہر ظاہری زینت کو کھلا ہی رکھتے ہیں۔ البتہ عورتوں کو سینے کی زینت اور زیورات کو ڈھانکنے کا حکم دیا گیا مگر مردوں کو نہیں اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مردوں کے سینے کی نوعیت الگ ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد ایسے مقامات پر کوئی زیور بھی نہیں پہنتے اس آیت کو ملاحظہ کیجئے "وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ" "اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیں" (۲۴-آیت ۳۱) علاوہ ازیں چہرہ اور ہاتھ کے مستثنےٰ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آیت نمبر(۲) کے ماتحت مسجدوں کو جاتے وقت زینت لینے کا حکم عورتوں کے حق میں منسوخ نہ سمجھا جائے۔ اگر آیت نمبر(۱۴) پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلم خواتین کو زینت کرنے کی ممانعت نہیں کی گئی۔ البتہ اُن کے باہر جانے پر اُن کی زینت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے کچھ تو نہ ظاہر کرنے کے لئے اور کچھ ظاہر کرنے کے لئے جیساکہ الا ما ظھر منھا سے ثابت ہوتا ہے جو کہ چہرہ اور ہاتھ ہیں گویا مسلم خواتین باہر چہرہ اور ہاتھ کے علاوہ جسم کا باقی حصہ ظاہر نہ کریں مگر کھلی زینت کے ظاہر کرنے

کی ممانعت نہیں کی گئی۔ اس حدیث کو بھی ملاحظہ کیجیے۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ دَخَلَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ اَبِیْ بَکْرٍؓ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْھَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْھَا وَقَالَ یَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَنْ تَصْلُحَ اَنْ یُّرٰی مِنْھَا اِلَّا ھٰذَا وَھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَکَفَّیْہِ ط

"حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اسمارؓ بنت ابی بکرؓ رسول اللہؐ کے پاس آئیں۔ ان کے کپڑے باریک تھے آپ نے ان سے رُخ پھیر لیا اور فرمایا اے اسمار عورت کو جب ایام ماہواری آنے لگیں یعنی بالغ ہوجائے تو مناسب نہیں کہ اس کے بدن سے کچھ نظر آئے۔ سوائے اس کے اور اس کے اور اشارہ اپنے چہرہ اور ہاتھ کی طرف کیا (ابو داؤد)

(۲۶) کھیلنے اور دل بہلانے میں مساوات

(۱) اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ط" جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیلنا اور دل بہلانا اور زینت کرنا اور آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا ہے۔ (۵۷ آیت ۲۰)

(۲) وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا ط اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلا ۲۸۔ آیت ۷۷)

مذکورہ بالا آیات میں کھیلنے اور دل بہلانے میں بھی مساوات دی گئی ہے چنانچہ آجکل اکثر مرد خود تو باہر کھیلوں میں حصہ لیتے ہیں مگر اپنی عورتوں کو ان کے نزدیک آنے نہیں دیتے۔ حالانکہ احادیث سے عورتوں کا بھی کھیلوں میں حصہ لینا ثابت ہوتا ہے۔ (رفاکس کی کتاب تعلیم القرآن وعمل اور پلا ملاحظہ کیجیے)۔ مگر پھر بھی حامیان رسمی پردہ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مسلم خواتین کے لئے بھی کسی نہ کسی ورزش اور کھیل میں حصہ لینا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے ایک تو بدن میں چستی چالاکی اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے اور صحت اچھی رہتی ہے اور دوئم جسم کی بناوٹ مضبوط ہوتی ہے۔ جب عورتیں مضبوط ہوں گی۔ تو پھر لا محالہ بچے بھی مضبوط پیدا ہوں گے۔ جیسا کہ ذیل کی آیات سے ثابت ہوتا ہے

(۱) وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُہٗ بِاِذْنِ رَبِّہٖ ج وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا ط

(۱) اور اچھی زمین کا سبزہ اس کے رب کے حکم سے رخوب) نکلتا ہے اور جو خراب ہے (وہاں) نکلتا بھی ہے تو ناقص (۷۔ ۵۸)

(۲) اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَۃً ج "جب اس نے تم کو نوحؑ کے بعد بادشاہ بنایا اور تم کو پیدائش میں قوت میں بڑھایا (۷، آیت ۶۹) (۳) نَحْنُ خَلَقْنٰھُمْ وَشَدَدْنَا

اَنْشَاْھُمْ ج ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کی بناوٹ کو مضبوط بنایا۔" (۷۶، آیت ۲۸)

حضرات! خدا کی کسی قوم کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں کہ کسی کو مضبوط اور طاقت والا بنائے اور کسی کو کمزور۔ دراصل بات یہ ہے کہ جس قوم کی عورتیں مضبوط اور طاقت والی ہوں گی اُن کے بچے بھی مضبوط اور قوت والے پیدا ہوں گے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجیے کہ اُن عورتوں کی اولاد جو کہ باہر کام کرتی ہیں۔ بہ نسبت ان عورتوں کی اولاد کے جو کہ رسمی پردہ کی قید میں رہتی ہیں زیادہ توانا اور مضبوط ہوتی ہے۔ اکثر احباب یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ گھر میں اپنی بیبیوں کے ساتھ تو کھیلنا جائز ہے مگر باہر نہیں۔ ایسے عقلمندوں سے کوئی یہ پوچھے کہ آیا رسول اللہؐ نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ باہر کی تھی یا گھر میں۔ حضرات! باہر کھیلنا زیادہ مفید ہے۔ تاکہ انسان مشاہدات قدرت کھلی ہوا، تبادلۂ خیالات زمانہ شناسی اور تجربہ کاری سے بھی مستفید ہوتا رہے۔ چونکہ باہر دینی اور دنیاوی کاروبار کرنا اور کھیلوں میں حصہ لینا چہرہ کھلا رکھنے پر منحصر ہے اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے چہرہ کو ڈھانکنے سے مستثنیٰ کر دیا اس آیت کو ملاحظہ کیجیے۔ "وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا" اور اپنی زینت کو نہ دکھائیں سوائے اس کے جو اُس میں سے ظاہر ہے۔" (۲۴، آیت ۳۱) مگر اکثر مولوی صاحبان اور دیگر احباب اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا کے ساتھ مجبوراً، چار و ناچار۔ اتفاقاً، ضرورتاً اور خود بخود ظاہر ہو جائے کے الفاظ اپنے پاس سے زاید کر دیتے ہیں۔ جن کی غرض یہ ہوتی ہے کہ عورتوں کے لئے باہر چہرہ کھلا رکھنا ثابت نہ ہونے پائے۔ گویا مستثنیٰ در مستثنیٰ کرتے ہیں ایسے صاحبان اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر مجبوری کا لفظ لگانا ہی ہے تو وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ کے ماتحت جس زینت کو نہ دکھلانے کا حکم دیا گیا ہے اس کے ساتھ لگانا چاہیئے۔ تاکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مستثنیٰ کردہ زینت کو دوبارہ مستثنیٰ کرنے کی ضرورت نہ پڑے اس کی مثال یوں سمجھ لیجیے۔ کہ ایک مسلم خاتون ٹینس کھیلنے کے لیے اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا کے ماتحت چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھے کیونکہ اس کی اجازت ہے اور وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ کے ماتحت کھیلتے وقت زینت کا کوئی اور حصہ بھی مجبوری سے کھل جائے تو وہ بھی جائز۔ دوستو! اللہ کی اجازت کے ساتھ مجبوراً، اتفاقاً وغیرہ کے الفاظ زاید کرنا کوئی دانشمندی نہیں۔ کیونکہ اجازت کے ساتھ ایسے الفاظ ایک تو زیب نہیں دیتے دوسرے قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت کے خلاف ہیں۔ تیسرے مسلم خواتین کی آزادی میں سدِ راہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ نے بھی چہرہ کو ڈھانکنے سے مستثنیٰ کر دیا۔

مسلم خواتین کے لئے مفید کتب

(۱) اسلامی پردہ

جس میں "قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ" "مومنوں کو کہہ دو اپنی نظریں نیچی رکھیں" (۲۴۔ آیت ۳۰) "وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ" "اور مومن عورتوں کو کہہ دے اپنی نظریں نیچی رکھیں" (۲۴۔ آیت ۳۱) کے مساوی احکام کے ماتحت یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلم خواتین کے چہرے کا پردہ گھروں سے باہر بھی نہیں ہے جب مرد اس حکم کی تعمیل کھلے چہرے کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ عورتیں بھی اس مساوی حکم کی تعمیل کھلے چہرے نہ کریں یہی وجہ ہے کہ چہرہ ڈھانکنے سے مستثنےٰ کیا گیا ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا "اور اپنی زینت کو نہ دکھائیں سوائے اس کے جو ظاہر ہے" (۲۴۔ آیت ۳۱) کیونکہ چہرہ ڈھانک کر نظریں نیچی رکھنا ایک بے معنی بات ہے۔

قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

(۲) اسلامی مساوات

جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مساوی احکام کے ماتحت مسلم خواتین کو بھی یکساں حقوق دیئے گئے ہیں مثلاً وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ "اور مرد اپنی عصمت کی حفاظت کریں" وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ "اور عورتیں اپنی عصمت کی حفاظت کریں" (۲۴۔ آیت ۳۰ و ۳۱) کے ماتحت دونوں کو اپنی اپنی عصمت کی محافظت کرنے کے یکساں حقوق دیئے گئے ہیں۔

قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

شمس الدین مجاہدِ اسلام شمس منزل مصری شاہ لاہور

(۳) اسلامی روایات

جس میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام ارشادات مبارک جو کہ مسلم خواتین کی حیثیت اور مرتبہ سے متعلق ہیں جمع کئے گئے ہیں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے رسول نے انہیں کیا کیا حقوق دیئے ہیں جنہیں اب مردوں نے دبا رکھا ہے۔ (زیر طبع۔ خریداری کی اطلاع دے دیں)

قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

یورپ کی ترقی کا راز

اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو خاکسار کی کتاب (تعلیم القرآن وعمل یورپ) ملاحظہ کیجیے۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اہل یورپ کے اعمال کا زیادہ حصّہ قرآن مجید کی تعلیم کے قریب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ترقی کر رہے ہیں اور اہل اسلام کے اعمال کا اکثر حصّہ قرآن کریم کی تعلیم سے دور ہے یہی وجہ ہے یہ تنزل کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اس آیۃ کو ملاحظہ کیجئے۔ وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس۔ "اور ہم نے لوہا اتارا اس میں لڑائی کا سامان ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں۔ (ر ۲۷، ۵ آیت ۲۵) اب غور کیجیے کہ سامان جنگ اہل یورپ بنا رہے ہیں یا اہل اسلام۔ اور لوہے سے خود فائدہ کون اٹھا رہا ہے اور دنیا کو کون پہنچا رہا ہے۔

قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک